کے بت کے سامنے آگئی۔ اس کا نام کامنی تھا لیکن لوگ اسے سومنات کی دیوداسی کہتے تھے، کامنی کا رقص عبودیت کے جذبات کے اظہار کی بجائے جسم کی پیاس کا مظاہرہ تھا۔ وہ ایک زخمی شیرنی کی طرح پیچ و خم کھا رہی تھی۔ اس کے بازو ناگ کی طرح لہرا رہے تھے۔ اپنے پجاریوں کے جسم کو راحتیں بخشنے والے دیوتا کے سامنے وہ ایک مجسم التجا تھی۔

مندر میں ناقوس اور گھنٹیوں کی صدائیں زیادہ بلند ہونے لگیں۔ پجاریوں اور رقص کرنے والی لڑکیوں نے بلند آوازیں بھجن گانا شروع کر دیا۔ گھنٹیوں کی صدائیں جوں جوں بلند ہو رہی تھیں۔ کامنی کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی رگوں میں خون کی بجائے بجلیاں دوڑ رہی ہیں۔ پھر مندر سے باہر سمندر کا شور سنائی دیا اور اٹھتی ہوئی لہر کا پانی کمرے کے اندر جمع ہونے لگا۔ جب اس کمرے میں پانی بڑھنے لگا تو رقاصائیں اور پجاری "مہادیو کی جے" کے نعرے لگاتے ہوئے مندر کے بالائی حصّوں کا رُخ کر رہے تھے۔ اب ان کی جگہ چاند کا دیوتا اپنا فرض ادا کر رہا تھا۔ سومنات کا بت آہستہ آہستہ پانی میں ڈوب رہا تھا۔ پوجا کی رسومات مکمل ہو چکی تھیں اور پجاریوں کے نعروں کے جواب میں ہزاروں لوگ جو مندر سے باہر کھڑے تھے "مہادیو کی جے" کے نعرے لگا رہے تھے۔

(۵)

سومنات کے بت کے سامنے اپنے رقص کے کمالات پیش کر کے روپ وتی نے فنِ رقص کے استادوں کے علاوہ بڑے پروہت کو بھی اپنا مہربان بنا لیا تھا۔ اُسے عام لڑکیوں کے ساتھ رہنے کی بجائے اب پروہت کے محل کے ساتھ اس عالیشان عمارت میں ایک علیحدہ کمرہ مل گیا تھا، جہاں اونچی حیثیت کی داسیاں رہتی تھیں۔ اس عمارت کی بالائی منزل میں کامنی رہتی تھی۔ مندر اور پروہت کے محل کی طرف

ں کی آمد و رفت کے راستے عام گزرگاہوں سے مختلف تھے اور اُسے کامنی اور اس کے ساتھ رہنے والی لڑکیوں کو خاص خاص موقعوں کے سوا بہت کم دیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ مندر کے اندر اور باہر کامنی کی حیثیت ایک ملکہ کی سی تھی اور کسی داسی یا پجاری کو اس کے ساتھ بے تکلف ہونے کی جرأت نہ تھی۔ مندر میں مشہور تھا کہ جو خوش قسمت لڑکی سومنات کی دیوی کا تاج پہنتی ہیں وہ چند مہینوں کے اندر اندر کسی نامعلوم راستے سے مہادیو کے چرنوں میں جا پہنچتی ہے اور اس دنیا کے انسان اسے پھر کبھی نہیں دیکھتے۔ اس کے بعد دیوی کا تاج کسی اور خوش نصیب لڑکی کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا تھا کہ ایک داسی مندر کی دیوی کا تاج پہننے کے چند ہفتے یا چند دن بعد ہی غائب ہو جاتی لیکن کامنی کے متعلق مندر کی لڑکیاں حیران تھیں کہ اُسے مندر کی دیوی کا تاج پہنے تین برس گزر چکے ہیں مگر ابھی تک مہادیو نے اُسے اپنے چرنوں میں جگہ نہیں دی۔ بعض لڑکیاں سرگوشی میں ایک دوسری سے کہا کرتی تھیں کہ کامنی سے کوئی پاپ ہوا ہے۔ اسی لیے مہادیو اسے اپنے پاس نہیں بلاتے لیکن اکثریت کی رائے یہ تھی کہ جب تک کامنی جیسی حسین اور باکمال عورت اس کی جگہ لینے کے لیے موجود نہیں ہو گی۔ مہادیو اُسے اپنے پاس نہیں بلائیں گے۔ روپ وتی کا شمار ان لڑکیوں میں ہوتا تھا جن کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ شاید ان میں سے کوئی کامنی کی جگہ لینے میں کامیاب ہو جائے۔ عام لڑکیوں کی جائے رہائش سے اس عالیشان عمارت میں منتقل ہونے کے بعد روپ وتی ناچ کی مشق کرنے میں اور زیادہ دلچسپی لیا کرتی تھی۔

ایک دن وہ علی الصباح حسب معمول اپنے کمرے میں ناچ رہی تھی کہ کسی نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر آ گیا۔ کچھ دیر وہ اپنے رقص میں محو رہی لیکن پھر اچانک دروازے پر اس کی نگاہ پڑی تو وہاں مندر کے پروہت کو دیکھ کر سکتے

میں آ گئی۔ پروہت سانولے رنگ اور درمیانے قد کا قوی ہیکل انسان تھا۔ اس
کی عمر چالیس سے اوپر تھی لیکن اس کے چہرے سے عمر کا صحیح اندازہ لگانا مشکل
تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں اس کے بھاری چہرے کی ہیبت میں اور بھی اضافہ کر رہی
تھیں۔ آنکھیں کافی بڑی تھیں اور گھنی بھویں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ روپ وتی
نے اپنے حواس پر قابو پانے کے بعد جھک کر اس کے پاؤں چھوئے اور ہاتھ
جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

پروہت نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا "تم بہت اچھا
ناچتی ہو۔"

روپ وتی نے اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا کر آنکھیں جھکا لیں۔
پروہت نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "اگر تمھارا شوق اسی طرح رہا تو تم بہت
کچھ سیکھ جاؤ گی۔ ہم کامنی سے کہیں گے کہ وہ تمھارا خاص خیال رکھے۔"
پروہت کچھ اور کہے بغیر باہر نکل گیا۔ روپ وتی اپنے دل میں مسرت کی
دھڑکنیں محسوس کر رہی تھی اور تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے کچھ دور ایک اور
عالی شان عمارت کا رُخ کر رہی تھی۔ اس محل کی دوسری منزل پر پہنچ کر اُس نے
ایک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کسی کی نسوانی آواز آئی۔ "کون ہے؟"
"میں ہوں روپ وتی!"
"اندر آجاؤ نا۔"

روپ وتی اندر داخل ہوئی۔ نرملا اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہ روپ وتی
کو دیکھ کر انگڑائی لینے کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گئی۔
"تم ابھی تک سو رہی ہو، اب تو سورج بھی نکل آیا ہے۔" روپ وتی نے کہا۔
نرملا نے جواب دیا "سو نہیں رہی، یونہی لیٹی ہوئی تھی۔ اٹھنے کو جی نہیں

...چاہتا۔ بیٹھ جاؤ۔ ارے تمھاری تو سانس پھولی ہوئی ہے، خیر تو ہے؟"
روپ وتی اس کے قریب بیٹھ گئی اور بولی "آج ایک عجیب بات ہوئی ہے
میں ابھی تک ایسا محسوس کر رہی ہوں جیسے میں نے سپنا دیکھا ہے۔ میں اپنے کمرے
میں ناچ رہی تھی کہ اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں پروہت جی کھڑے ہیں۔ پھر مجھے
معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں۔ انھوں نے کہا "تم بہت اچھا ناچتی ہو، ہم کامنی
دیوی سے کہیں گے کہ وہ تمھارا خیال رکھے۔" بس اتنی بات کہہ کر وہ چلے گئے۔
نرملا نے کہا "میں نے پہلے دن ہی تمھارا ناچ دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ تم کسی دن
مندر کی دیوی بنو گی۔ اب تو تم یہ نہیں کہو گی کہ میں نے تم سے مذاق کیا تھا۔ تم بہت
خوش قسمت ہو روپ وتی۔"
"لیکن میں ڈرتی ہوں۔"
"کس بات سے؟"
"میں سوچتی ہوں کہ مہادیو مجھے اپنے چرنوں میں کیسے جگہ دیں گے۔ کامنی کا
ناچ دیکھ کر مجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ میں ویسی بن سکتی ہوں۔"
"تمھیں معلوم ہے کہ کامنی دیوی نے تمھارے متعلق کیا کہا تھا؟"
"کیا کہا تھا، کس سے کہا تھا؟"
"میں کل ان کے درشن کے لیے گئی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ روپ وتی کسی
دن مجھ سے بہتر ہو جائے گی۔"
"کامنی دیوی بہت رحم دل ہے لیکن میں اس قابل نہیں۔"
"تم نے کبھی آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا ہے؟"
"کیا ہے میرے چہرے میں؟"
"تم بہت سندر ہو روپ وتی!"

"تم سے زیادہ سُندر تو نہیں ہوں۔"

"تم بہت بھولی ہو۔" نرملا نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

نرملا اور روپ وتی کو ایک دوسرے سے متعارف ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا
تھا، صرف تین ماہ قبل نرملا نے اسے پہلی بار رقص کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے
ایک دن وہ اپنے استاد سے سبق لے کر آرہی تھی کہ اُسے داسیوں کی قیام گاہ کے
ایک کمرے میں کسی کے ہولے ہولے سروں میں گانے کی آواز آئی۔ یہ میٹھی
دلکش آواز اس کے کانوں کو بھلی معلوم ہوئی اور وہ دیر تک دروازے کے قریب
کھڑی سنتی رہی پھر اس نے قدرے جرأت سے کام لیا اور کمرے کے اندر چلی گئی
گانے والی روپ وتی تھی۔

نرملا نے کہا۔"معاف کیجیے، آپ کی آواز مجھے زبردستی اندر کھینچ لائی ہے۔"

"آئیے تشریف لائیے۔" روپ وتی نے خندہ پیشانی سے کہا۔

"نہیں میں پھر آؤں گی۔ اب مجھے اپنا سبق یاد کرنا ہے۔"

"ضرور آئیے۔"

نرملا دروازے کے قریب پہنچ کر رُکی اور مُڑ کر روپ وتی کی طرف دیکھتے
ہوئے بولی۔"چند دن ہوئے میں نے آپ کو ناچتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت
بھی میرا ارادہ تھا کہ آپ سے ملوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ کسی دن
کی دیوی کا تاج آپ کے سر پر ہوگا۔"

"آپ مذاق کرتی ہیں۔"

"نہیں میں مذاق نہیں کرتی۔"

یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد چند اور ملاقاتوں میں وہ ایک دوسرے
کی بے تکلف سہیلیاں بن چکی تھیں۔ نرملا ابھی تک انہل واڑہ کے راجہ کے محل میں

تی تھی۔ عام طور پر وہ خود رُوپ وتی کے پاس جایا کرتی تھی۔ لیکن جب کبھی وہ ایک دو
ک نہ آتی تو رُوپ وتی اس کے پاس پہنچ جاتی۔

(۶)

ایک دن روپ وتی نرملا سے ملاقات کے بعد محل سے نیچے اتر رہی تھی کہ نچلی
منزل سے کسی کے گانے کی آواز سُنائی دی۔ اس نے قدرے آہستہ سے چند
قدم اٹھائے اور پھر بے حس و حرکت کھڑی ہوگئی۔ کسی خیال سے اس کا سارا جسم
لرز اٹھا۔ دل کی دھڑکن کے ساتھ اس کی سانس ہر لحظہ تیز ہو رہی تھی۔ یہ راگ
اس نے کئی بار سُنا تھا، کئی بار گایا تھا۔ کبھی اس کی تانیں اس کی چھوٹی سی معصوم دنیا
کو مستی سے لبریز کر دیا کرتی تھیں لیکن اب وہ مسرت کی بجائے خوف اور اضطراب
محسوس کر رہی تھی۔ اس کا دم گھٹنے لگا اور وہ تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی نچلی
منزل میں جا پہنچی لیکن اب اس میں آگے بڑھنے کی ہمت نہ رہی۔ چند ثانیے توقف
کے بعد وہ ڈرتی، جھجکتی اور لرزتی ہوئی اس کمرے کی طرف بڑھی جہاں سے گانے
کی آواز آرہی تھی اور کمرے کے نیم دروازے کے ساتھ جا کر کھڑی ہوگئی۔ کئی بار
اس نے کمرے کے اندر جانے کا ارادہ کیا لیکن اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ کواڑ کو
چھونے کے بعد خود بخود پیچھے ہٹ جاتے۔ اس نے جھانک کر اندر دیکھنا چاہا
اچانک برآمدے کے آخری سرے سے ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور
گھبراہٹ میں پھر سیڑھی کی طرف لوٹ آئی اور نیچے اترنے کی بجائے بھاگتی
ہوئی دوبارہ نرملا کے کمرے میں جا پہنچی۔

"کیا ہوا؟" نرملا نے حیران ہو کر پوچھا۔

"وہ...... وہ کون ہے؟" روپ وتی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"کس کے متعلق پوچھ رہی ہو تم۔ اری کہیں بھوت تو نہیں دیکھ لیا تم نے؟"

"نچلی منزل میں کوئی گا رہا ہے۔ وہ کون ہے ؟"

"اس نے تمھیں کچھ کہا ہے ؟"

"نہیں نہیں ...... میں ..... میں اس کی آواز سن کر ڈر گئی تھی۔"

"بیٹھ جاؤ۔ تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں۔ تمھارا چہرہ زرد ہو رہا ہے۔ نیچے گانے والا کوئی بھوت نہیں ایک انسان ہے اور وہ خوفناک بھی معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے اُسے کئی بار دیکھا ہے۔"

"وہ کون ہے، آپ اسے جانتی ہیں، وہ یہاں کیا کر رہا ہے ؟"

"وہ انہل واڑہ کے راجہ کا آدمی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ ایک بہادر سپاہی ہے اور یہاں پہنچتے ہی اس نے فوج میں کوئی بڑا عہدہ حاصل کر لیا ہے۔"

"تمھیں یقین ہے کہ وہ انہل واڑہ کے راجہ کا آدمی ہے ؟"

"اگر وہ راجہ کا آدمی نہ ہوتا تو اس محل میں اُسے ٹھہرنے کی اجازت نہ ملتی۔"

"لیکن وہ تو....." روپ وتی اتنا کہہ کر اچانک خاموش ہو گئی۔

"وہ کیا!" نرملا نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ وہ کوئی دنیا کا بہت ہی ستایا ہوا انسان ہے۔"

"ہاں! اس کی آواز میں بہت درد ہے۔ اُسے جب بھی موقع ملتا ہے گانے لگتا ہے۔ بعض اوقات تو وہ رات کے تیسرے پہر گانا شروع کر دیتا ہے لیکن میں تمھاری پریشانی کی وجہ نہیں سمجھ سکی۔ سچ کہو تمھارے ساتھ اس نے کوئی گستاخی تو نہیں کی ؟"

"نہیں، میں نے تو اسے دیکھا بھی نہیں۔"

"تو پھر اس قدر پریشان کیوں ہو ؟"

روپ وتی لاجواب ہو کر بولی۔ "میں اس کی درد بھری آواز سن کر چلتے چلتے

رک گئی اور پھر جیسے میں سپنے کی حالت میں یہ دیکھ رہی تھی کہ مہادیو جی مجھے ملامت کر رہے ہیں مجھے کسی مرد کی آواز بھی پسند نہیں کرنی چاہیے۔"

"تم بہت بھولی ہو۔"

"کبھی کبھی میں پاگلوں جیسی باتیں کرنے لگتی ہوں۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

روپ وتی کمرے سے باہر آئی تو گانے والے کا راگ ختم ہو چکا تھا۔ وہ نچلی منزل میں پہنچی تو ایک آدمی سیڑھی کے قریب برآمدے میں کھڑا باہر جھانک رہا تھا۔ اس کا چہرہ ستون کی اوٹ میں تھا لیکن عین اس وقت جب روپ وتی وہاں سے گزر کر پانچ چھ سیڑھیاں نیچے اتر گئی تو وہ آدمی جلدی سے اس کے پیچھے اترنے لگا۔ روپ وتی نے اچانک مڑ کر دیکھا اور وہ ایک لمحہ کے لیے سکتہ میں رہ گئی۔ یہ وہی نوجوان تھا جسے وہ چاہتی تھی۔ رام ناتھ اپنے خیال میں آگے نکل گیا لیکن اچانک اس کے پاؤں رک گئے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

"روپا! روپا!" اس کے جسم اور روح کی پکار بے اختیار اس کے ہونٹوں پر آگئی۔ ان کی نگاہیں ایک دوسرے سے ملیں اور پھر ان کے درمیان آنسوؤں کے ... حائل ہونے لگے۔

"روپا! میں کئی دن سے یہاں بھٹک رہا ہوں اس امید پر کہ تم اچانک کہیں ... میں کسی کو تمھارا نام بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ بھگوان نے میری پکار سن ... تمھیں یہاں بھیج دیا۔ اب میں تمھیں اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دوں ... تمھیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکے گا۔"

"بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔" روپ وتی نے انتہائی اضطراب کی ... ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

رام ناتھ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ

روپا! میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

اور روپ وتی کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چل دی۔ چند ثانیے بعد وہ
کے کمرے میں کھڑی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "روپا! میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ اب
کے مندر کی چند دیواریں ہمارے درمیان حائل نہیں ہو سکیں گی۔"

اس نے سراپا التجا بن کر کہا۔ "بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہیں
نہیں آنا چاہیے تھا۔ اب ہم ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو چکے ہیں۔
ہمارے درمیان آگ کا ایک پہاڑ کھڑا ہے۔ اسے عبور کرنے کی کوشش میں ہم
دونوں بھسم ہو جائیں گے۔ میں مہادیو کی داسی بن چکی ہوں۔ اب اس دنیا سے میرا
کوئی تعلق نہیں۔ میں تمہارے لیے مر چکی ہوں۔"

"پگلی! تم سمجھتی ہو کہ وہ پتھر کی مورتی تمہیں مجھ سے چھین لے گی۔"

"بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔"

"نادان کہیں کی۔" رام ناتھ نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ اس کی گردن میں
ڈالنے کی کوشش کی لیکن وہ یکلخت ایک طرف ہٹ گئی اور غصے سے کانپتے ہوئے
بولی۔ "تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس کے بعد تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔"

"میں سومنات کے بت کے سامنے کھڑا ہو کر چلاؤں گا کہ تم میری ہو۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو۔" روپ وتی نے یہ کہہ کر دروازہ کھولا اور بھاگتی ہوئی
باہر نکل گئی۔ رام ناتھ انتہائی بے بسی کی حالت میں کھڑا تھا۔ اس مسافر کی طرح
جس کی تمام پونجی لٹ چکی ہو۔

بیر اور رام ناتھ

رام ناتھ کے سامنے مایوسی کی تاریک گھٹاؤں کے سوا کچھ نہ تھا۔ زندگی
اس کے لیے صبح و شام کے بے کیف تسلسل کا نام تھی۔ وہ دلکش نغمے جو اسے
روپ وتی کی محبت نے سکھائے تھے، اب اس کے سینے میں گھٹ کر رہ گئے تھے۔
ان سب باتوں کے باوجود وہ اس فریب میں مبتلا رہنا چاہتا تھا کہ روپ وتی اس
سے ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہوئی۔ وہ علی الصباح اٹھتا اور مندر کے قریب جا کر
کھڑا ہو جاتا۔ عام لوگوں کو خاص خاص موقعوں کے سوا اس خندق کا پل عبور کرنے
کی اجازت نہ تھی جو مندر کے ساتھ چند ملحقہ عمارات کو قلعے کے وسیع احاطہ سے
... پہریدار ہر آنے جانے والے کو غور سے دیکھتے تھے۔

رام ناتھ پنڈتوں، سادھوؤں، داسیوں اور ادنیٰ حیثیت کے ملازموں کو
آتے جاتے دیکھتا لیکن روپ وتی اسے کہیں نظر نہ آتی۔ پھر مایوسی کی حالت
میں وہ تربیت گاہوں میں چلا جاتا۔ ابتدائی چند دنوں میں اس نے نیزہ بازی
... کے مقابلوں میں کافی نام پیدا کر لیا تھا لیکن روپ وتی سے ملاقات
... اس پر ایک ذہنی اور جسمانی جمود طاری ہو چکا تھا اور جب فوج کے افسر

اسے کسی مقابلے میں شرکت کی دعوت دیتے تو وہ علالت کا بہانہ کر دیتی۔

ایک شام وہ اپنی قیام گاہ سے نکلا اور ٹہلتا ہوا خندق کے پل کے قریب جا پہنچا۔ اُسے خندق کے دوسرے کنارے روپ وتی دکھائی دی۔ وہ نرملا کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی پُل کی طرف آ رہی تھی۔ رام ناتھ کا دل دھڑکنے لگا۔ پُل کے قریب پہنچ کر رُک گئی لیکن نرملا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے کھینچتی ہوئی پُل کے اوپر لے آئی۔ نصف سے زیادہ پل عبور کرنے کے بعد اچانک روپ وتی کی نگاہ رام ناتھ پر پڑی۔ وہ رُکی اور بدحواسی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی واپس چلی گئی۔ نرملا کچھ دیر پریشانی کی حالت میں اسے دیکھتی رہی۔ پھر اپنی قیام گاہ کی طرف بڑھی۔

رام ناتھ زہر کا گھونٹ پی کر رہ گیا اور چند ثانیے توقف کے بعد نرملا کے پیچھے ہو لیا اور جلد ہی اس کے قریب پہنچ کر ملتجی آواز میں بولا ”دیوی ٹھہریے“

وہ مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”معاف کیجیے۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”پوچھیے!“ نرملا نے ملائمت سے جواب دیا۔

”میں اس لڑکی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو ابھی آپ کے ساتھ آ رہی تھی۔“ نرملا کو مندر کی ہونے والی دیوی کے لیے لڑکی کا لفظ کچھ ناگوار محسوس ہوا اور اس نے کہا ”اس سے پہلے کہ آپ کوئی اور بات کریں، میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ وہ عام لڑکی نہیں۔ وہ بہت جلد مندر کی دیوی بننے والی ہے۔“

رام ناتھ کا دل بیٹھ گیا اور اس نے قدرے محتاط ہو کر کہا ”معلوم ہوتا ہے وہ آپ کی سہیلی ہے۔ ایک دن میں نے اسے محل میں دیکھا تھا۔ شاید وہ آپ کے ساتھ آئی تھی۔“

نرملا نے کہا ”تو اس دن اس کی پریشانی کی وجہ آپ تھے اور آج بھی شاید وہ آپ کو دیکھ کر واپس چلی گئی ہے۔ دیکھیے! اگر آپ زندگی سے تنگ نہیں آ گئے تو دوبارہ اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کریں۔ یہ مہادیو کا مندر ہے، علی واڑہ کا بازار نہیں۔“

رام ناتھ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن الفاظ سینے میں گھُٹ کر رہ گئے۔

(۲)

رات کو رام ناتھ دیر تک بستر پر بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا۔ اس کی اُمید کا آخری چراغ بجھ چکا تھا۔ اس کے سینے میں محبت کے نغمے خاموش ہو چکے تھے۔ زندگی میں اب کوئی دلکشی باقی نہ تھی۔ روپ وتی اس سے ہمیشہ کے لیے چھن چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ زندہ رہنا چاہتا تھا اور وہ بھی صرف نفرت کے لیے۔ روپ وتی نے اس کی محبت کے پھول مسل دیے تھے اور اب وہ اس کی آنکھوں میں ایک خار بن کر کھٹکنا چاہتا تھا۔ پھر وہ سوچتا کیا میں اس سے نفرت کر سکتا ہوں؟ کیا میری نفرت کا اظہار اسے متاثر کر سکتا ہے۔ نہیں میرے دل کی آگ صرف مجھے جلا سکتی ہے۔ وہ مجھے نہیں دیکھے گی، وہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتی۔ میرے اور اس کے درمیان مندر کی بلند دیواریں حائل ہیں۔ وہ مندر کی دیوی بننے والی ہے۔ راجے اور رانیاں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوا کریں گے۔ وہ میری زندگی کیسے دیکھے گی۔ دیوتاؤں کا خوف اس کے اور میرے درمیان حائل رہے گا۔ پھر وہ کسی دن مہادیو کے چرنوں میں پہنچ جائے گی۔ کیسے اور کیوں؟ اس کے ان سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ ایک ذہنی تبدیلی کے باوجود جس کا پس منظر

خیالات کے نشوو ارتقا کی بجائے صرف چند حادثات تھے۔ وہ اس طلسم
تک نگاہ دوڑانے سے قاصر تھا جو سومنات کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے
دیر تک سوچنے کے بعد وہ اس حقیقت کا اعتراف کر رہا تھا کہ روپ
سنگدلی اور بے وفائی کے باوجود میں کچھ نہیں کر سکتا۔ میں پتھر کے بتوں کی قوت
عظمت سے انکار کر سکتا ہوں لیکن اس انکار سے حقیقت نہیں بدل سکتی کہ روپ
کو وہ مجھ سے چھین چکے ہیں اور میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں کسی سلطنت کا
بن کر بھی سومنات کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتا۔ مندر کے پروہت کے حکم
اس ملک کے لاکھوں انسان میرا گوشت نوچنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ میں اس
دن اپنے آپ کو کس قدر خوش قسمت سمجھتا تھا کہ جب انہل واڑہ کے راجہ نے مجھے
ہیروں کی مالا اور ایک ہاتھی عطا کیا تھا۔ سومنات کے مندر کا رُخ کرتے ہوئے
میں یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میرے قدموں میں ہے۔ روپ وتی مجھ پر فخر کرے گی لیکن اب
میں کیا ہوں۔ ایک ایسا انسان جو زندگی کی ہر بازی ہار چکا ہے۔ اُس دن مجھے اس
بات کا دُکھ تھا کہ اسے ہیروں کی مالا پیش کرنے کا موقع نہ ملا لیکن اگر میں یہ مالا پیش
کر دیتا تو وہ شاید قہقہہ لگا کر کہتی کہ ایسے پتھر ہر روز میرے قدموں پر نچھاور کیے جاتے
ہیں۔ روپ وتی کے مقابلے میں کمتری کے احساس نے اس کی بے بسی اور تلخی میں
اضافہ کر دیا۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا سومنات سے کہیں دور، جہاں دریا کی یاد اُسے
پریشان نہ کر سکے لیکن دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ روپ وتی جو سومنات
کی دیوی بننے والی ہے ہمیشہ کے لیے مجھ سے چھن چکی ہے لیکن وہ دیہاتی لڑکی جو
دریا کے کنارے میرے گیت گایا کرتی تھی، ہمیشہ میرا پیچھا کرتی رہے گی۔ اس کی
مُسکراہٹیں ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رقص کرتی رہیں گی۔ میری روح
کی بھیانک وسعتوں میں ہمیشہ اُسے پکارتی رہے گی۔

وہ سسکیاں لے رہا تھا۔ "میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ میں

ہو گئی۔ وہ اپنے دل پر ایک ناقابل برداشت بوجھ لیے محل سے باہر نکلا
حسرت بھری نگاہ ڈالی اور پھر قلعے کی چہل پہل دیکھتا ہوا اسطرف نکل
گھوڑوں کے اصطبل تھے۔ کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ
نے مڑ کر دیکھا اور بے اختیار "رنبیر رنبیر" کہتا ہوا اس سے لپٹ گیا۔ رنبیر
سپاہی کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے جلدی سے اپنے آپ کو رام ناتھ
چھڑاتے ہوئے کہا۔ "یہاں ہمارا ایک دوسرے سے بے تکلف ملنا

"تم بہت اچھے وقت پر ملے ورنہ میں کہیں جا رہا تھا۔ کب

"میں کئی دن سے یہاں ہوں لیکن قلعے کی فوج میں پرسوں
اس سے قبل میں شہر میں تھا۔ تم کہاں جا رہے تھے؟"
معلوم نہیں، شاید میں کچھ عرصہ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد تمہارے گاؤں

مغموم معلوم ہوتے ہو۔ روپ وتی کا کوئی پتہ چلا؟"
ہمیشہ کے لیے چھن چکی ہے۔ کاش! میں یہاں نہ آتا۔"
مجھے تمام واقعات سناؤ۔"
اپنی ملاقات کے حالات بیان کر دیے۔ اُس کی آنکھوں میں
رہے تھے۔
تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

رام ناتھ نے کہا" تم نہیں جانتے رنبیر! مندر کی دیوی بننے کے بعد
دنیا کی کوئی طاقت واپس نہیں لا سکتی۔"

"مجھے یقین ہے کہ تمھاری محبت دنیا کی ہر طاقت کو شکست دے گی۔"
رام ناتھ ایک بار پھر تنکوں کا سہارا لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے
کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا" میرے ساتھ آؤ، مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔"
رنبیر اس کے ساتھ چل دیا۔

(۳)

نرملا محل کی سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی۔ اچانک اُسے رام ناتھ اور
اوپر آتے ہوئے دکھائی دیے اور وہ انھیں راستہ دینے کے لیے ایک طرف
کر کھڑی ہو گئی۔ رنبیر گردن جھکائے رام ناتھ کے ساتھ باتیں کرتا آرہا تھا۔ اس
لیے وہ نرملا کو نہ دیکھ سکا۔ نرملا نے پہلے تو اس کی طرف بے توجہی سے دیکھا لیکن
دوسری نظر میں دیکھتے ہی اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ جب ان کے درمیان صرف
زینوں کا فاصلہ رہ گیا تو رنبیر نے اچانک گردن اٹھائی اور نرملا کو دیکھ کر وہیں ٹھٹھک
گیا۔ رام ناتھ چند زینے اوپر چڑھ گیا لیکن یہ دونوں سکتے کے عالم میں ایک دوسرے
کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کسی میں زبان ہلانے یا آنکھیں جھپکانے کی سکت نہ تھی۔
انھیں اپنے دلوں کی دھڑکنیں محسوس ہونے لگیں۔ نرملا کے چہرے پر سُرخ دھبے
لہریں دوڑنے لگیں۔ رنبیر نے رام ناتھ کی طرف دیکھا جو چند زینے اوپر کھڑا
پریشان ہو کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ نرملا
بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ جب وہ دونوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو وہ
اترنے کی بجائے زینے پر چڑھنے لگی۔ ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی۔

رنبیر دوسری منزل کے برآمدے میں آکر رُکا اور اس نے رام ناتھ سے سوال
کیا "تم جانتے ہو وہ کون ہے؟"
رام ناتھ مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا" میں اس کے متعلق صرف اتنا
جانتا ہوں کہ وہ اسی محل میں رہتی ہے۔ ایک نوکر نے مجھے بتایا تھا کہ انہل واڑہ کے
راجہ کا چچا اس کے باپ کا دوست ہے لیکن تم اُسے دیکھ کر اس قدر بدحواس
کیوں ہو گئے تھے؟"
رنبیر نے کہا" یہ وہی ہے جے کرشن کی بیٹی۔ تم نے اُسے ہمارے محل میں
نہیں دیکھا؟"
"نہیں، وہاں مجھے اُس کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔"
"اس کا باپ بھی یہیں رہتا ہے؟"
رام ناتھ اس سوال کا جواب دینا چاہتا تھا لیکن نرملا کو اوپر آتے دیکھ کر چُپ
ہو گیا۔ سیڑھی کے موڑ پر پہنچ کر نرملا نے ایک ثانیہ کے لیے رُک کر اُن کی طرف
دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ تیسری منزل کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔
رنبیر نے کہا" میں اس کے باپ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔"
رام ناتھ نے جواب دیا" میں اس کے باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔
میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ یہاں نہیں۔ اس لڑکی کے پاس چند نوکروں اور
نوکرانیوں کے سوا کوئی نہیں۔ ایک نوکرانی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ یہاں تعلیم حاصل
کرنے کے لیے ٹھہری ہوئی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کو دیکھ کر وہ کیا خیال کرے
لیکن وہ چاہے تو آپ کے لیے بہت سے خطرات پیدا کر سکتی ہے۔ یہاں فوج
کے کئی دستے ہیں۔ اگر وہ انھیں حکم دے تو وہ فوراً اس محل کا
گھیراؤ کر لیں گے۔ مندر کے بڑے پروہت تک بھی اس کی رسائی ہے۔"

رنبیر نے کہا "اگر اس کا باپ یہاں نہیں ہے تو مجھے کوئی خطرہ نہیں
جس مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں اس کے لیے احتیاط برتنا ضروری ہے
یہیں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔" رنبیر رام ناتھ کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر
مڑا اور تیزی سے سیڑھی پر چڑھنے لگا۔

نرملا اپنے کمرے کے قریب پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ رنبیر برآمدے میں
نمودار ہوا تو اس کا چہرہ ایک بار پھر تمتما اٹھا۔ رنبیر آگے بڑھا تو وہ جھجکتی ہوئی کمرے
کے اندر چلی گئی۔ رنبیر تذبذب کی حالت میں کھڑا تھا۔ نرملا ایک ثانیہ کے لیے دروازے
کے باہر جھانکنے کے بعد پیچھے ہٹ گئی۔ رنبیر کمرے میں داخل ہوا۔ انھوں نے
جھکی جھکی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ نرملا مسکرائی اور اس کے ساتھ ہی
آنکھوں سے آنسو اُمنڈ پڑے۔

رنبیر نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "معاف کیجیے۔ میں آپ کو پریشان کرنے نہیں
آیا۔ میں آپ کو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کو مجھ سے کسی قسم کا خطرہ محسوس
نہیں کرنا چاہیے۔"

نرملا نے نحیف آواز میں جواب دیا۔ "آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں"

"لیکن میں اب بھی تمھارے باپ کا دشمن ہوں۔"

وہ بولی۔ "دنیا میں اگر کسی انسان کو اچھا دوست نہ ملے تو اچھا دشمن مل جانا
بھی غنیمت ہے۔ آپ یقین رکھیں کہ جب آپ کی تلوار میرے پتا کی گردن پر ہوگی
تو میں آپ سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گی۔"

"اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو بھول سکتا ہوں تو آپ غلطی
پر ہیں۔"

"کیا آپ مجھے یہی بتانے آئے ہیں؟" نرملا کی خوبصورت آنکھیں

آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔

رنبیر نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے سینے میں انتقام کی آگ سرد ہو کر رہ گئی۔
چند لمحات کے لیے وہ سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔ اس کے سامنے ایک ایسی
لڑکی تھی جس کی مسکراہٹ ماضی کی تمام تلخیوں کا مداوا بن سکتی تھی۔ جس کے
آنسو بغض و عناد کی اس سیاہی کو دھو سکتے تھے جو اس کی زندگی کے دامن پر پھیلی
ہوئی تھی۔ اس کے کانوں میں وہ میٹھی اور دلکش آواز گونج رہی تھی جو اسے ایک
نئی زندگی کا پیام دے چکی تھی۔ وہ ان ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے سازِ حیات
کے ٹوٹے ہوئے تار جوڑ سکتے تھے۔ نرملا اپنی رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ
اس کی داستانِ حیات کا ایک نیا ورق الٹ رہی تھی۔ چند لمحات کے لیے وہ سب کچھ
بھول جانا چاہتا تھا لیکن اچانک اس کا سارا جسم کپکپا اُٹھا۔ "میں کیا سوچ رہا
ہوں؟" اس نے اپنے دل سے سوال کیا اور بوڑھے باپ کا خون اور نوجوان بہن
کے آنسو ان کے درمیان ایک ناقابلِ تسخیر دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ اس کا
دل بیٹھ گیا۔

نرملا نے پھر کہا۔ "آپ مجھے یہی بتانے آئے تھے کہ آپ میرے باپ کو
معاف نہیں کر سکتے؟"

رنبیر نے جواب دیا۔ "مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ یہاں ہوں گی۔ میں یہاں اپنی
بہن کی تلاش میں آیا ہوں۔"

نرملا نے کہا۔ "میں بھی آپ کی بہن کو تلاش کر چکی ہوں۔ شکنتلا نام کی یہاں تین
لڑکیاں ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی قنوج کی نہیں۔ میں بڑے پروہت اور پجاریوں
سے بھی پوچھ چکی ہوں۔"

"میں اس ہمدردی کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں لیکن آپ کو یہ خیال کہ

آیا کہ وہ یہاں ہو گی۔"

"آپ کا گاؤں چھوڑنے کے بعد میں بھگوان سے صرف یہ دعا کیا کرتی
کہ آپ کی بہن آپ کو مل جائے۔ میں نے اسے گوالیار میں بھی تلاش کیا تھا لیکن
مایوس نہ ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ آپ سے ضرور ملے گی۔ اس دنیا میں کبھی کبھی
باتیں بھی ہو جاتی ہیں جن کا انسان کو گمان تک نہیں ہوتا۔ یہ بات میرے تصور
میں بھی نہ تھی کہ میں آپ کو دوبارہ دیکھوں گی۔ اب بھی مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ میرے
سامنے کھڑے ہیں۔"

رنبیر پھر ایک بار محسوس کرنے لگا کہ اس کے پاؤں زمین پر نہیں ہیں۔ اس کا
دل پھٹا جا رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے پوری قوت سے چلانا چاہتا تھا۔ "تم میری
ہو۔ جے کرشن کی بیٹی ہونے کے باوجود تم میری ہو۔" وہ گرنے کو تھا کہ ایک
گرنے کے بعد وہ پھر نہیں اٹھ سکے گا لیکن جذبات کی دوسری رو اسی شدت سے
اس کا جذبۂ مدافعت بیدار کر رہی تھی۔ وہ اپنے دل سے پوچھ رہا تھا۔ "کیا تم جے کرشن
کو معاف کر سکتے ہو۔ کیا تم اپنی بہن اور اپنے باپ کو بھلا سکتے ہو؟"

"تشریف رکھیے۔" نرملا نے ملائمت سے کہا۔

"نہیں نہیں، مجھے معاف کیجیے۔" اس نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے
کہا۔ "مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

نرملا نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس کے بازو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بھگوان
کے کھیل ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر ہم دونوں بے بس ہیں۔"

لیکن رنبیر اچانک پیچھے ہٹا، مڑا اور آنکھ جھپکنے میں باہر نکل گیا۔

"رنبیر!" پیچھے سے نرملا کی آواز سنائی دی اور اس نے محسوس کیا کہ کسی نے
اس کے پاؤں میں بھاری زنجیریں ڈال دی ہیں لیکن اس میں پیچھے مڑ کر دیکھنے

اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ اس کے باوجود اس کی رفتار ہر لحظہ تیز
ہو رہی تھی۔ دو لڑکیاں سیڑھی سے اوپر چڑھ رہی تھیں۔ رنبیر کو اندھا دھند نیچے اترتا
دیکھ کر وہ بدحواس ہو کر ایک طرف ہٹ گئیں۔ رام ناتھ نچلی منزل میں سیڑھی کے
قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "کیا ہوا رنبیر! تم اس قدر بدحواس کیوں ہو؟"
"کچھ نہیں۔" رنبیر نے اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب

تھوڑی دیر بعد وہ رام ناتھ کے کمرے میں بیٹھے ہوئے سرگوشی کے انداز میں
ایک دوسرے کو اپنی اپنی سرگزشت سنا رہے تھے۔ روپ وتی کے متعلق چند
باتیں پوچھنے کے بعد رنبیر نے کہا۔ "میں اب اس قلعے سے باہر جا رہا ہوں۔ جب واپس
آؤں گا تو تمہیں یہ بتا سکوں گا کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ روپ وتی کو اب
بہت بڑا خطرہ پیش آنے والا ہے۔ اسے یہاں سے نکالنا ضروری ہے۔"

"کیسا خطرہ؟"

"تم نے نہیں سنا کہ جو لڑکی مندر کی دیوی یا سب سے بڑی رقاصہ بنتی ہے
وہ کسی رات اچانک غائب ہو جاتی ہے۔"

"ہاں میں نے بھی سنا ہے اور میں اس بات پر حیران ہوں کہ وہ جیتے جی مہادیو
کے چرنوں میں کیسے پہنچ جاتی ہے۔"

رنبیر نے کہا۔ "اگر ہمیں اس بات کا علم ہو گیا کہ مندر کی موجودہ دیوی کس
وقت غائب ہو گی تو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو گے کہ وہ مہادیو کے چرنوں میں
کس طرح پہنچتی ہے۔"

"یہ بات تو آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک رات اچانک مندر کی
دیوی غائب ہو جاتی ہیں اور لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مندر کی دیوی مہادیو کے چرنوں

میں پہنچ چکی ہے۔ اگلی شام مندر میں جشن منایا جاتا ہے اور دیوی کا تاج کسی اور
سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔"

رنبیر نے کہا "میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو ہمیشہ اس رات کے منتظر
رہتے ہیں جنھوں نے کئی دیویوں کو مہادیو کے چرنوں تک پہنچتے دیکھا ہے
میں ایک ایسی دیوی کے متعلق سن چکا ہوں جو چار سال قبل مہادیو کے چرنوں تک
پہنچتے پہنچتے واپس آ گئی تھی۔ اگر مندر کے پروہت کو اس بات کا علم ہو جائے کہ
وہ ابھی تک زندہ ہے تو سومنات کا تمام لشکر اس کی تلاش میں نکل آئے گا۔"

"رام ناتھ نے کہا "میں کچھ نہیں سمجھا۔ بھگوان کے لیے مجھے صاف صاف بتاؤ
کہ یہ کیا معاملہ ہے۔"

رنبیر نے کہا "مندر کی دیوی کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بڑے پروہت
کو خوش رکھنا ہے۔ جب پروہت کا جی اچاٹ ہو جاتا ہے تو وہ اسے کسی اور دنیا میں
پہنچا دیتا ہے۔"

رام ناتھ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ اُسے مار دیا جاتا
ہے۔"

رنبیر نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ "نہیں اُسے مندر سے دور سمندر کی تہ میں
چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جہاں آدم خور مچھلیاں ہر وقت نئے شکار کی تلاش میں رہتی ہیں۔"
"نہیں نہیں میں یہ نہیں مان سکتا۔ آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے" رام ناتھ نے کہا۔
"یہ ایک تلخ حقیقت ہے اور تمھارے ماننے یا نہ ماننے سے اس پر کوئی فرق
نہیں پڑتا۔ میں نے یہ باتیں تمھارا دل دکھانے کے لیے نہیں کیں۔ میں صرف
چاہتا ہوں کہ روپ وتی اس افسوسناک انجام سے بچ جائے۔ اب میں جاتا ہوں۔"
رنبیر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رام ناتھ نے پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

رنبیر نے جواب دیا۔ "شہر سے باہر دریا کے کنارے ایک سادھو رہتا ہے' اس
کا نام بھگوان داس ہے۔ اگر تم کسی وقت میری ضرورت محسوس کرو تو اس کے پاس
جانا۔ شہر کے لوگ اُسے جانتے ہیں اور تمھیں تلاش میں دقت نہیں ہو گی۔"

(۴)

رنبیر کی ملاقات سے دوسرے دن نرملا مندر میں اپنے استاد سے سبق لے کر
واپس آ رہی تھی تو محل کے دروازے پر ایک نوکرانی نے بتایا کہ ابھی آپ کے پتا جی
آئے ہیں اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔
نرملا کے لیے پتا کی آمد غیر متوقع تھی۔ اس کے پتا نے چند دن پہلے صرف یہ
پیغام بھیجا تھا کہ رگھوناتھ کی کوششوں سے اُسے انہل واڑہ کے راجہ نے ایک
بڑی جاگیر عطا کر دی ہے اور وہ اس کے انتظام میں مصروف ہے۔ اس لیے تین
چار مہینے تک سومنات نہیں آ سکے گا۔
وہ تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ جے کرشن اُسے دیکھتے
ہی اُٹھا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ "بیٹی! تمھارا چہرہ اسقدر
مرجھایا ہوا کیوں ہے۔ تمھاری طبیعت ٹھیک ہے نا؟"
"میں بالکل ٹھیک ہوں پتا جی! بیٹھیے۔"
جے کرشن نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمھارا رنگ بہت زرد ہو
گیا ہے بیٹی!"
نرملا نے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "پتا جی! میں آپ کو ہمیشہ
ایسی نظر آتی ہوں۔"
"میں تمھارے لیے ایک خوشخبری لایا ہوں بیٹی!"

«کیسی پتا جی؟»

جے کرشن نے اُٹھ کر نرملا کے پلنگ پر رکھی ہوئی آبنوس کی ایک صندوقچی اٹھائی اور اس کی گود میں رکھ دی۔

«اس میں کیا ہے پتا جی؟» نرملا نے دریافت کیا۔

«کھول کر دیکھ لو۔»

نرملا نے صندوقچی کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو اس میں جواہرات کے زیور جگمگا رہے تھے۔ وہ جواب طلب نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔

جے کرشن نے کہا۔ «بیٹی یہ تمام زیور تمھارے ہیں۔»

نرملا کی حیرانی خوف اور اضطراب میں تبدیل ہونے لگی۔

جے کرشن نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ «تم بہت خوش قسمت ہو بیٹی۔ رگھوناتھ نے بڑے بڑے راجوں کے خاندانوں کی لڑکیوں کو ٹھکرا کر تمھیں منتخب کیا ہے۔ میں تمھیں لینے آیا ہوں۔»

نرملا کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ جے کرشن اس کے سامنے رگھوناتھ کی شخصیت، اس کی دولت، اس کے محل کی شان و شوکت اور راجہ کے دربار میں اس کے اثر و رسوخ کی تعریف کر رہا تھا لیکن نرملا جیسے سن ہی نہیں رہی تھی۔ وہ اپنے دل سے کہہ رہی تھی۔ «کیا میرے سپنوں کی تعبیر یہی تھی؟ کیا میں نے اسی آندھی کے لیے چراغ روشن کیے تھے۔ کیا قدرت کے نامعلوم ہاتھ ہمیں صرف اس لیے مختلف سمتوں سے گھیر کر ایک دوسرے کے قریب لاتے رہتے ہیں کہ ہم اچانک ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں۔ کل میرے لیے رنبیر نئی اُمیدوں کا پیغام لے کر آیا تھا۔ وہ مجھے پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا تھا لیکن اس کے باوجود میں مایوس نہ تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ پھر آئے گا، وہ بار بار آئے گا۔ اگر وہ نہ آیا تو قدرت

مجھے اس کے پاس لے جائے گی لیکن کیا یہ سب کچھ ایک وہم تھا؟»

جے کرشن رگھوناتھ کی تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا۔ نرملا کا دم گھٹ رہا تھا وہ چیخنا چاہتی تھی لیکن اس کے حلق سے آواز نہ نکلتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اُٹھ کر بھاگ جائے لیکن اُس میں ہلنے کی سکت نہ تھی۔

بالآخر جے کرشن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ «میں پروہت جی سے مل آؤں۔ تمھیں لے جانے کے لیے ان کی اجازت ضروری ہے۔»

وہ باہر نکل گیا اور نرملا کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ وہ دیر تک غم میں ڈوبی رہی۔

(۵)

رام ناتھ علی الصباح قلعے سے باہر نکل کر شہر پہنچا اور وہاں سے بھگوان داس کا پتہ پوچھتا ہوا دریا کے کنارے ایک باغ میں داخل ہوا۔ بھگوان داس جس کا اصلی نام اس کے چند عقیدت مندوں کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا۔ ایک برگد کے درخت کے نیچے بیٹھا تھا چند آدمی اس کے گرد جمع تھے۔

«میں بھگوان داس سے ملنا چاہتا ہوں۔» رام ناتھ نے آگے بڑھ کر کہا۔

بھگوان داس نے گردن اُوپر اٹھائی اور رام ناتھ کو سر سے پاؤں تک دیکھنے کے بعد کہا۔ «بھگوان داس میرا نام ہے۔ کہیے۔»

رام ناتھ نے کہا۔ «میں رنبیر کی تلاش میں آیا ہوں۔ اس نے مجھے اس جگہ کا پتہ بتایا تھا۔»

بھگوان داس نے اُس کی طرف دوبارہ غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ «آپ

"میرا نام رام ناتھ ہے۔"

بھگوان داس نے کہا۔ "رنبیر اس وقت یہاں نہیں۔ ممکن ہے وہ تھوڑی دیر تک یہاں آجائے لیکن یہ ضروری نہیں۔"

"وہ اس وقت کہاں ہوگا، میں اس سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔"

بھگوان داس نے عربی زبان میں اپنے ایک ساتھی کو کچھ سمجھایا اور وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اس نے رام ناتھ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "آپ اس کے ساتھ جائیں۔"

رام ناتھ اس کے ہمراہ چل دیا۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ بالآخر رام ناتھ نے اپنے راہنما سے دریافت کیا۔ "رنبیر کہاں گیا ہے؟"

"وہ آپ کو بندرگاہ پر ملے گا۔" اس نے جواب دیا۔

رام ناتھ نے باقی راستہ اس سے کوئی بات نہ کی۔

بندرگاہ سومنات کے شہر کا ایک پُر رونق حصہ تھی۔ بڑی بڑی دکانوں میں دور دراز کے ممالک کی مصنوعات فروخت ہوتی تھیں۔ سمندر کے کنارے دور دور تک تاجروں اور ماہی گیروں کی کشتیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ساحل سے ذرا فاصلے پر گہرے پانی میں پانچ جہاز کھڑے تھے۔ کشتیاں کسی جہاز سے تجارتی مال اتارنے اور کسی پر لادنے میں مصروف تھے۔ ان جہازوں سے آگے حد نگاہ تک کئی اور جہازوں کی کشتیوں کے بادبان نظر آرہے تھے۔

رام ناتھ لوگوں کے ہجوم میں رک رک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن اس کے ہمراہی نے کہا۔ "وہ آپ کو یہاں نہیں ملے گا۔ میرے ساتھ آئیے۔" رام ناتھ اس کے پیچھے ہولیا۔ سمندر کے کنارے کنارے تھوڑی دور جاکر اس کا ساتھی ایک کشتی کے پاس رکا اور عربی زبان میں ملاحوں کو کچھ سمجھانے کے بعد کشتی میں سوار ہوگیا۔ رام ناتھ نے اس کی تقلید کی۔

تھوڑی دیر بعد یہ کشتی گہرے پانی میں ایک جہاز کی طرف روانہ ہوئی۔ جہاز کے نزدیک پہنچ کر رام ناتھ کے راہنما نے جہاز کے ملاحوں کو دیکھ کر انھیں بلند آواز سے عربی زبان میں کچھ کہا۔ جہاز کا ایک ملاح اس سے چند باتیں کر کے جہاز میں کہیں غائب ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ نمودار ہوا تو رنبیر بھی اس کے ساتھ تھا۔ رنبیر کا اشارہ پاکر جہاز کے ملاحوں نے فوراً رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی۔

رام ناتھ کے راہنما نے کہا۔ "آپ اوپر جائیں، ہم یہاں انتظار کریں گے۔"

رام ناتھ سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھ گیا اور جہاز پر پاؤں رکھتے ہی رنبیر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں صبح سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔"

"خیر تو ہے؟" رنبیر نے پوچھا۔

رام ناتھ جواب دینے کی بجائے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ معاً اس کی توجہ ایک خوش پوش آدمی کی طرف مبذول ہوگئی جو جہاز کے دوسرے کونے سے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا۔ جسم کے لحاظ سے اس کا چہرہ کچھ پتلا تھا۔ کشادہ پیشانی تیکھے نقوش اور چمکدار آنکھوں سے ذہانت اور شجاعت ٹپکتی تھی۔ اس کی چال میں ثابت درجہ کی خود اعتمادی تھی۔ ملاح اسے دیکھتے ہی اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔

رنبیر نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "یہ میرا دوست رام ناتھ ہے۔ میں آپ سے اس کا ذکر کر چکا ہوں۔"

اس نے مسکراتے ہوئے رام ناتھ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہا۔ "میرا نام سلیمان ہے۔"

"یہ اس جہاز کے کپتان ہیں۔" رنبیر نے کہا۔

مصافحہ کرتے وقت رام ناتھ کی انگلیاں اس کی آہنی گرفت میں بھینچ کر رہ گئیں۔ رنبیر نے رام ناتھ کو مذبذب دیکھ کر کہا۔ "آپ یہاں بے تکلفی سے باتیں کر سکتے

ہیں۔"

سلمان نے ملاحوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ آن کی آن میں اِدھر اُدھر چھپ گئے۔

رام ناتھ نے کہا "میں آپ کو یہ خبر دینے آیا ہوں کہ جے کرشن آگیا ہے۔"

"کہاں ہے وہ؟" رنبیر نے اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنے محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"وہ اسی محل میں اپنی بیٹی کے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔"

رنبیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "تو اُسے میرے متعلق معلوم ہو گیا ہوگا؟"

"نہیں مجھے یقین ہے کہ نرملا اس سے آپ کا ذکر نہیں کرے گی۔"

"کیوں؟"

"میں اس سے مل چکا ہوں۔ وہ رات کے وقت میرے کمرے میں آئی تھی اور اس نے رو رو کر مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس کے پاس آپ کا آخری پیغام پہنچا دوں۔ وہ کل اپنے باپ کے ساتھ چلی جائے گی لیکن جانے سے پہلے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے؟"

"تو اُسے ابھی تک اس بات کا یقین ہے کہ اس کے آنسو اس کے باپ کے پاپ دھو سکیں گے۔"

"میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ آپ کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے۔"

رنبیر کا ارادہ ایک بار پھر متزلزل ہو رہا تھا۔ تاہم اس نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یہ میرے بس کی بات نہیں رام ناتھ! میں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ وہ جے کرشن کی بیٹی ہے اور میں موہن چند کا بیٹا اور شکنتلا کا بھائی ہوں۔ میں اپنے خاندان کی غیرت ایک لڑکی کے آنسوؤں کی بھینٹ نہیں کر سکتا۔ میں وہاں جاؤں گا لیکن جے کرشن سے ملنے کے لیے اور یہ اس سے میری آخری ملاقات

رام ناتھ نے کہا "لیکن میں آپ کو جے کرشن کے سامنے نہیں جانے دوں گا۔"

رنبیر نے رام ناتھ کی بات پر توجہ نہ دی اور سلمان سے مخاطب ہو کر کہا "میں رات کے وقت سمندر کے راستے مندر میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ کیونکہ قلعے کا دروازہ بند ہوگا اور باہر آنے کے لیے بھی مجھے یہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا، اس لیے مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

سلمان نے رنبیر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اور اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"تو میں ابھی رام ناتھ کے ساتھ وہاں چلا جاؤں گا۔ جے کرشن سے نپٹنا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔"

"لیکن آپ اگر اس سے انتقام لینے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو بھی وہاں سے آپ کا بچ نکلنا آسان نہیں ہوگا۔"

"مجھے اس بات کی پروا نہیں۔"

سلمان نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں، لیکن میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

رام ناتھ نے رنبیر سے کہا "میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"نہیں تم ابھی واپس چلے جاؤ۔ میں سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر بعد پہنچ جاؤں گا۔ میرے لیے بہترین موقع وہ ہوگا جب مندر کے لوگ پوجا پاٹ میں مشغول ہوں گے۔ تم محل کے دروازے پر میرا انتظار کرنا اور نرملا کو میرے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔"

رام ناتھ نے کہا "میں شام تک محل سے باہر رہوں گا۔"

سلمان سے رخصت ہوتے وقت جب رام ناتھ نے مصافحے کے لیے سلمان

کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا "ہم دوبارہ ملیں گے۔ میں آپ کے دوست کی
زبانی آپ کی سرگزشت سن چکا ہوں۔ آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"

رام ناتھ پر اُمید سا ہو کر اس کی جانب دیکھتا رہا۔ سلمان تھوڑی دیر خاموش
رہا۔ پھر کہنے لگا "اگر تم کسی طرح اس لڑکی کو مندر سے نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ
تو یہ جہاز تمھاری جائے پناہ ہوگا۔"

رام ناتھ نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے
کہا "آپ کب تک یہاں ہیں؟"

"جب تک مجھے یہ امید رہے گی کہ میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

اچانک رام ناتھ کے دل میں ایک اور خیال آیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے
مایوسی کا اندھیرا چھا گیا۔ اس نے کہا "مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ اپنی مرضی سے مندر
چھوڑنے پر تیار ہو جائے گی۔"

سلمان نے کہا "جب وہ مندر کی دیوی بنے گی تو تم اس کے خیالات میں بہت
بڑی تبدیلی پاؤ گے۔ اس رات وہ چلّا چلّا کر تمھیں مدد کے لیے پکار رہی ہوگی۔"

رام ناتھ کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے ملتجی آواز میں کہا "میں نے اس قسم کی باتیں
پہلے بھی سنی ہیں لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ آپ کی صورت دیکھ کر میں محسوس کرتا ہوں
کہ آپ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ بھگوان کے لیے مجھے بتائیے کہ اس کے ساتھ کیا
ہونے والا ہے۔"

"وہی جو گذشتہ صدیوں میں بے شمار لڑکیوں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ ابھی ایک
ایک عورت مالابار میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ چار سال پہلے وہ بھی اس
مندر کی دیوی تھی۔ پھر جب مندر کے پروہت کی طبیعت اس سے بھر گئی تو اسے
مہادیو کے پاس پہنچانے کے بہانے سمندر میں پھینک دیا گیا۔

رام ناتھ نے سراپا التجا بن کر کہا "مجھے یقین ہے کہ روپ وتی کا یہ انجام نہیں
ہوگا۔ بھگوان نے آپ کو اس کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔"
میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے آپ کی مدد کرنے کی ہمت دے۔"

(۶)

کافی رات گزر چکی تھی۔ جے کرشن نرملا کے کمرے میں بیٹھا اس سے باتیں کر رہا
تھا۔ نرملا کی توجہ کہیں اور تھی۔ وہ رنبیر کے متعلق پوچھنے کے لیے صبح سے شام
تک کئی بار نچلی منزل میں رام ناتھ کے کمرے میں جا چکی تھی لیکن وہ وہاں نہ تھا۔ اب
وہ ایک بار پھر قسمت آزمانا چاہتی تھی لیکن جے کرشن رگھوناتھ کا ذکر چھیڑ چکا تھا اور
اس کی باتیں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔ نرملا نے سوچا رام ناتھ کے نہ آنے کی وجہ یہ
ہو سکتی ہے کہ رنبیر اُسے ابھی تک نہیں ملا۔ یا پھر بہت دیر بعد ملا ہوگا اور وہ رات
کے وقت قلعے کے دروازے بند پا کر واپس چلے گئے ہوں گے۔ اب وہ علی الصبح
قلعے کے دروازے کھلتے ہی یہاں پہنچ جائیں گے لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی خیال
آیا کہ ممکن ہے وہ صبح دیر سے پہنچیں اور اسے اپنے پتا کے ساتھ انھیں دیکھے بغیر
روانہ ہونا پڑے۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنا سفر ملتوی کرنے کے بہانے سوچنے لگی
کیونکہ کسی فیصلہ کن اقدام کے لیے رنبیر کے ساتھ اس کی ملاقات ضروری تھی۔
رنبیر کے دل میں اپنے لیے تھوڑی سی جگہ پا کر وہ ہر طوفان کا مقابلہ کر سکتی تھی لیکن
اس سے مایوس ہونے کے بعد اس کے لیے خوشی اور غم دونوں الفاظ بے معنی
تھے۔ رنبیر اس کی زندگی کا آخری سہارا تھا اور یہ سہارا ٹوٹ جانے کے بعد مستقبل کی تمام
آرزوئیں ختم ہو جاتی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد نرملا نے آنکھیں بند کر کے جمائی لیتے ہوئے کہا "پتا جی! میرا جسم

جے کرشن نے پریشان ہو کر کہا "اوہو! تمہیں نیند آرہی ہے۔ مجھے
میں یہ خیال نہیں رہا کہ تم گزشتہ رات بھی بہت کم سوئی تھیں اور کل تو بہت
سویرے اٹھنا ہے۔ اچھا میں جاتا ہوں"۔

نرملا نے اس کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا "چلیے میں آپ کو آپ کے کمرے تک
چھوڑ آؤں"۔

"نہیں نہیں بیٹی تم لیٹ جاؤ"۔ یہ کہہ کر جے کرشن برآمدے سے ہو کر اپنے
کمرے میں چلا گیا۔

نرملا نے اپنے کمرے کا چراغ بجھایا اور دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل کر
زینے کی طرف چل دی۔ زینے پر پاؤں رکھتے ہی اُسے چند قدم نیچے ایک پہرے دار
دکھائی دیا۔ جو ہاتھ میں مشعل لیے رام ناتھ سے باتیں کر رہا تھا۔ نرملا رام ناتھ
کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے بے قرار تھی لیکن پہرے دار کی موجودگی میں
اُسے آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ کچھ دیر برآمدے میں کھڑی رہی لیکن جب
اپنی جگہ سے نہ ہلا تو وہ اپنے کمرے میں واپس آگئی اور پہرے دار کے جانے کا
کرنے لگی۔

جے کرشن نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ پگڑی اتار کر
کھونٹی سے لٹکائی اور بستر پر بیٹھ گیا۔ بالکنی کی طرف کھلنے والے دروازے سے
کی خوشگوار ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ جے کرشن کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا
پھر اُٹھ کر بالکنی کی طرف چلا گیا۔ اس کے دائیں اور بائیں کونوں کے چند
سوا باقی تمام کمروں کی بالکنیاں ایک تنگ گیلری کے ذریعے آپس میں ملی
جے کرشن تر و تازہ ہوا میں چند سانس لے کر واپس مڑنے کو تھا کہ ا
کے کمرے کی بالکنی کے قریب کوئی متحرک سایہ دکھائی دیا۔

"کون ہے؟" جے کرشن نے پوچھا۔
"میں پہرے دار ہوں"۔ کسی نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے جواب دیا۔
جے کرشن دوبارہ کہا "پہریدار کو اس وقت سیڑھیوں کا خیال کرنا چاہیے،
تمہارا کیا کام ہے۔ تم بہت....."
جے کرشن اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ پہرے دار نے آگے بڑھ کر اپنا خنجر اس
کے سینے پر رکھ دیا اور کہا "خاموش رہو!"
جے کرشن خوف سے لرزتا ہوا ایک قدم پیچھے ہٹا لیکن اجنبی نے اس کا بازو
پکڑ لیا اور اُسے دھکیلتا ہوا کمرے میں لے گیا۔
"تم کون ہو؟" جے کرشن نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔
"تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں رنبیر ہوں، موہن چند کا بیٹا اور شکنتلا کا بھائی"۔
یہ کہتے ہوئے رنبیر نے اُسے دھکا دے کر بستر پر گرا دیا۔
جے کرشن سکتے کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
رنبیر نے کہا "اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو میرے سوال کا جواب دو۔ شکنتلا
کہاں ہے؟"

جے کرشن نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "مجھے معلوم نہیں"۔
"تم جھوٹ بولتے ہو"۔
"میں بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں۔ میں مہادیو کی قسم کھاتا ہوں، مجھ پہ اعتبار کرو،
مجھ پر احسان کرو"۔
رنبیر نے دوبارہ خنجر اس کے سینے پہ رکھ دیا اور کہا "میں تمہیں آخری بار موقع
دیتا ہوں"

"نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔ تمہاری بہن کا مجھے کوئی علم نہیں۔ تمہارے گاؤں

کے لوگ اس بات کی گواہی دیں گے کہ میں نے اسے بہت تلاش کیا تھا۔ میں نے
اس کا سراغ لگانے والے کے لیے انعام مقرر کیا تھا اور اپنی بیٹی کے ساتھ یہ
سلوک دیکھنے کے بعد میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اگر وہ کہیں
مل جائے تو میں اُسے لے کر خود تمہارے پاس پہنچوں اور تمہارے پاؤں پر سر
رکھ کر تم سے معافی مانگوں۔"

"اور تم سمجھتے تھے کہ اس طرح میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ تمہیں ــــ جس کے
ہاتھ میرے باپ کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔"

نرملا اپنے کمرے سے ان کی باتیں سُن کر بالکنی کے راستے بھاگتی ہوئی جے کرشن
کے کمرے میں داخل ہوئی اور رنبیر اُسے دیکھ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ رنبیر
کے سامنے کھڑی ہو گئی اور گھٹی ہوئی آواز میں بولی "یہ آپ کی فتح کا دن ہے۔ آپ
رُک کیوں گئے۔ آپ کے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں۔ میں آپ سے رحم کی درخواست
نہیں کروں گی۔"

جے کرشن اٹھ کر بے اختیار آگے بڑھا اور رنبیر کے پاؤں پر گر پڑا۔ اس
نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھ پر دیا کرو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں اپنے کیے کی سزا
بھگت چکا ہوں۔"

رنبیر نے نرملا کی طرف دیکھا اور کہا "آپ مجھے بزدل کہہ سکتی ہیں، آپ میری
کمزوری کا مذاق اڑا سکتی ہیں۔"

نرملا کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ رنبیر نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن
جے کرشن نے اس کے پاؤں مضبوطی سے تھام رکھے تھے۔ رنبیر نے جھک کر اس
کا ہاتھ پیچھے جھٹک دیا۔ پھر دوسری ٹانگ کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے
کے بعد دروازے کی طرف ہٹ گیا۔

نرملا نے اپنے باپ کا بازو پکڑ کر اُسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن جے کرشن
نے گھٹنوں کے بل ہو کر ہاتھ جوڑ دیے۔

رنبیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ نرملا نے جے کرشن کا بازو پکڑ کر اُٹھایا
اور بستر پر بٹھا دیا۔ جے کرشن کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔ نرملا چند ثانیے دروازے
کی طرف دیکھتی رہی۔ بارہا اس کے جی میں آئی کہ وہ بھاگ کر رنبیر کا دامن پکڑ لے
لیکن شرم و ندامت کے ناقابلِ برداشت احساس نے اس کے پاؤں میں زنجیریں
ڈال دیں۔ پھر وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی لیکن جے کرشن کو اس سے آنکھ ملانے
کی ہمت نہ ہوئی۔ آہستہ آہستہ اُس کی نفرت اور حقارت رحم میں تبدیل ہونے
لگی۔

"پتا جی!" اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

جے کرشن نے گردن اوپر اٹھائی اور کچھ کہے بغیر اپنی باہیں کھول دیں۔ نرملا نے
سسکیاں لیتے ہوئے اپنا سر اس کی گود میں رکھ دیا۔

"پتا جی! مجھ سے وعدہ کیجیے کہ آپ اس کا پیچھا کرنے کی کوشش نہیں کریں
گے۔"

اس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "دنیا میں اب میرا کوئی دشمن نہیں بیٹی!
اب صرف تمہارے لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

نرملا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "پتا جی میرا خیال تھا کہ میں صبح آپ کے
پاس نہ جاؤں لیکن اب میں آپ کو پریشان نہیں کروں گی۔ ہم علی الصباح روانہ
ہو جائیں گے۔"

جے کرشن پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اچانک اس کے دل میں کوئی
... اور اس کی مردہ رگوں میں خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ اس نے کہا۔ "میں

حیران ہوں کہ رنبیر یہاں کیسے آیا اور اُسے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔ میرا
خیال ہے کہ جب میں تمھارے کمرے میں تھا، وہ بالکنی میں چھپ کر ہماری باتیں سن
رہا ہوگا۔ اب قلعے کے دروازے بند ہیں، مجھے یقین نہیں کہ وہ صبح تک باہر
نکل سکے۔"

نرملا اچانک اُٹھ کر کھڑی ہوگئی اور بدحواس ہو کر کہنے لگی "نہیں نہیں پتاجی!
آپ ایسا نہ سوچیے۔ اگر اب آپ کے دل میں اس کے لیے کوئی بُرا خیال پیدا ہوا تو
آپ مجھے ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھیں گے۔"

جے کرشن نے نرملا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا اور کہا "بیٹی! تم اطمینان
رکھو، اب مجھے اس کا پیچھا کرنے کا خیال بھی نہیں آسکتا لیکن اس کا سومنات کے
مندر کے آس پاس رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ مسلمانوں کا جاسوس بن کر وہ اس
مندر کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔"

"پتاجی! وہ صرف اپنی بہن کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ
اُسے دوبارہ یہاں نہیں دیکھیں گے لیکن میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ
اگر آپ نے اُسے پکڑوانے کی کوشش کی تو میں اس محل کی چھت سے چھلانگ
لگا دوں گی۔ اب آپ اُسے ہمیشہ کے لیے بھول جائیں۔"

جے کرشن نے کچھ دیر سوچنے کے بعد سوال کیا "تمھیں معلوم تھا کہ رنبیر
یہاں ہے؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "ہاں! وہ آتے ہی مجھ سے ملا تھا اور میں نے اسے بتایا
تھا کہ تمھاری بہن یہاں نہیں ہے۔"

"لیکن تم نے مجھے خبردار کیوں نہ کیا؟"

"پتاجی! مجھے یقین تھا کہ وہ موقع ملنے پر بھی آپ پر ہاتھ نہیں اُٹھائے گا۔

"آپ کا بس چلے تو آپ اُسے کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جے کرشن خاموش ہوگیا۔

جب رنبیر جے کرشن کے کمرے سے باہر نکلا تو رام ناتھ دروازے کے قریب
انتظار کر رہا تھا۔ وہ تیزی سے قدم اُٹھاتے ہوئے زینے کی طرف بڑھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ محل سے باہر نکل آئے اور رام ناتھ نے اطمینان کا سانس لیتے
ہوئے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ آپ نرملا کے باپ پر ہاتھ نہیں اٹھا سکیں گے۔"

رنبیر نے کہا۔ "اب کشتی والے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں چند دن تک
تمھارے پاس نہیں آسکوں گا۔ جے کرشن جیسے لوگوں کی نیت بگڑتے دیر نہیں
لگتی۔ اگر میری ضرورت پڑے تو میرا ٹھکانا وہی ہے۔"

مندر کی دیوی

روپ وتی ناچ کی مشق کرنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف آرہی تھی۔ اس کا
دل مسرت سے اچھل رہا تھا۔ آج پروہت اور مندر کے چیدہ چیدہ پجاریوں نے
اس کا ناچ دیکھا تھا۔ یہ رسم تھی کہ جب ناچ ختم ہونے پر آتا تھا تو کامنی مندر کی
دیوی کی حیثیت سے تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمالات کا مظاہرہ کرتی تھی لیکن آج جب
کامنی کی باری آئی تو وہ غیر حاضر تھی اور پروہت نے اس کی جگہ روپ وتی کو
کا موقع دیا تھا۔

ناچ کے اختتام پر جب پروہت اور پجاری وہاں سے چلے گئے تو روپ وتی
کے استاد نے اس سے کہا "آج پروہت جی تم سے بہت خوش تھے۔ مجھے یقین
ہے کہ وہ کامنی کے بعد تمھیں مندر کی دیوی بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔" اس کے
بعد داسیوں نے روپ وتی کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور اسے مبارکباد دینے
لگیں۔ اپنی سہیلیوں سے پیچھا چھڑانے کے بعد وہ ایک فاتحانہ شان سے باہر
نکلی لیکن اس کی مسکراہٹیں اضطراب کے بغیر نہ تھیں۔ کبھی اسے کامنی کا خیال
اور اسے اس بات کا افسوس ہوتا کہ کسی دن وہ ہمیشہ کے لیے اس کی

روپوش ہو جائے گی اور کبھی رام ناتھ کی شکل اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی
اور وہ اپنے دل پر ایک ناقابلِ برداشت بوجھ محسوس کرنے لگتی۔

اپنے کمرے سے تھوڑی دور وہ ٹھٹھک کر رہ گئی۔ رام ناتھ ایک پجاری کے
پاس ہی کھڑا تھا۔ وہ ایک ثانیہ کھڑی رہی، پھر کترا کر آگے نکل گئی لیکن چند قدم
چلنے کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ وہ اُس کے پیچھے آرہا ہے۔ وہ ہانپتی کانپتی اور لڑکھڑاتی
ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کمرے کا دروازہ بند کرتی
رام ناتھ دہلیز کے اندر پاؤں رکھ چکا تھا۔

"بھگوان کے لیے یہاں سے چلے جاؤ۔" روپ وتی نے پیچھے ہٹتے ہوئے ملتجی
آواز میں کہا۔

رام ناتھ نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا "میں زندگی سے ہاتھ دھو چکا ہوں
اگر تم چاہو تو پہرے داروں کو بلا لو۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"اپنے دل سے پوچھو۔" رام ناتھ نے یہ کہتے ہوئے کنڈی چڑھا دی۔

"رام ناتھ ہوش کرو۔ تم آگ سے کھیل رہے ہو۔"

"یہ کھیل تمھیں نے تو سکھایا تھا۔ گھبراؤ نہیں روپا! میں تم سے صرف ایک ضروری
بات کہنے آیا ہوں۔"

"بھگوان کے لیے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"نہیں میں اپنی بات ختم کیے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

"میں تمھاری ہر بات کا جواب دے چکی ہوں۔"

"نہیں کئی باتیں ایسی ہیں جن کا جواب تم نہیں دے سکتیں۔ تم مجھے اس
سوال کا جواب نہیں دے سکتیں کہ مندر کی دیویاں جیتے جی مہا دیو کے چرنوں

میں کیسے پہنچ جاتی ہیں۔"

"ایسی باتیں سوچنا پاپ ہے۔"

"نہیں، یہ کہنا پاپ نہیں کہ مندر کی دیویاں مہا دیو کے چرنوں کی بجائے آدم خور مچھلیوں کے پیٹ میں جاتی ہیں۔ یہ کہنا بھی پاپ نہیں کہ وہ پروہت کے گناہوں کی گٹھڑیوں کا بوجھ اپنے سر پر لاد کر مندر سے باہر نکلتی ہیں اور یہ کہنا بھی پاپ نہیں کہ مندر میں کامنی کی جگہ لینے کے بعد تمہارے لیے زندگی کا ہر لمحہ موت سے زیادہ بھیانک ہوگا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو رام ناتھ! بھگوان سے ڈرو۔"

رام ناتھ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن باہر سے کسی نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے روپ وتی کو آواز دی۔ روپ وتی نے سراسیمگی کی حالت میں رام ناتھ کا ہاتھ پکڑ لیا اور سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "بھگوان کے لیے پلنگ کے نیچے چھپ جاؤ۔ جلدی کرو یہ شاید کامنی ہے مندر کی دیوی۔"

باہر سے آواز آئی۔ "روپ وتی! روپ وتی! دروازہ کھولو!"

روپ وتی نے رام ناتھ کو پوری قوت سے پلنگ کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "جی کھولتی ہوں۔"

رام ناتھ پلنگ کے نیچے چھپ گیا اور روپ وتی نے دروازہ کھول دیا۔

کامنی اندر داخل ہوئی۔ کامنی نے بید کے مونڈھے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ تم کسی سے باتیں کر رہی ہو۔"

"میں، میں کبھی کبھی اپنے آپ سے باتیں کیا کرتی ہوں۔" روپ وتی نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ "آج آپ ناچ کے لیے نہیں آئیں۔ میں ارادہ کر رہی تھی کہ آپ کی خیریت پوچھنے آؤں۔"

کامنی نے مغموم لہجے میں کہا۔ "آج رات میں تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاؤں گی۔ میں تمہارے پاس ایک التجا لے کر آئی ہوں۔ دروازہ بند کر دو۔"

روپ وتی نے دروازہ بند کر دیا۔ کامنی نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "میری ماں ... پور میں رہتی ہے۔ وہ ہر تیسرے مہینے مجھے دیکھنے آیا کرتی تھی۔ اب اگلے ... نے اسے یہاں آنا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میری غیر حاضری میں تم اسے یہ نہ سوس ... ہونے دو کہ یہاں اُس کا کوئی نہیں۔"

"آپ کی ماتا کی سیوا میرا دھرم ہے لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ آج رات آپ یہاں سے جا رہی ہیں۔ کیا پروہت نے آپ پر وہ راز ظاہر کر دیا ہے جو آج تک کسی کو معلوم نہیں ہوا۔"

"پروہت کے بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ مجھ پر یہ راز کئی دن پہلے ظاہر ہو چکا تھا۔ جب اس نے مجھے ناچ میں حصہ لینے سے روک دیا تھا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہاں میرے دن ختم ہو چکے ہیں۔"

"کئی دن پہلے؟ وہ کس طرح؟ بھگوان کے لیے مجھے بتائیے۔"

کامنی نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ایسی باتیں مت پوچھو، میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

وہ کمرے سے باہر نکل گئی اور روپ وتی نے دوبارہ دروازہ بند کر لیا۔ رام ناتھ پلنگ کے نیچے سے نکل آیا اور کہا۔ "میں تمہیں اب پریشان نہیں کروں گا۔ اگر تم پر کوئی وقت آیا تو یہ یاد رکھنا کہ میں اپنی جان پر کھیل کر بھی تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"اس وقت میرے لیے سب سے بڑا خطرہ تم ہو۔ بھگوان کے لیے جاؤ، ورنہ میں کمرے سے چلی جاتی ہوں۔"

"ہم بہت جلد ایک دوسرے سے ملیں گے۔" رام ناتھ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ روپ وتی دو زانو ہو کر انتہائی عجز سے یہ دعا کرنے لگی۔ "بھگوان

رام ناتھ کو معاف کر دو۔ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔" پھر اس کے ...
دلکش نغمہ گونجنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

روپ وتی کے کمرے سے نکلنے کے بعد رام ناتھ نے اپنی قیام گاہ کا رخ کیا۔ رقص اور موسیقی کے استادوں کے سوا عام پجاری مندر کے اس حصے میں بہت کم آتے تھے اور رام ناتھ کو خطرہ تھا کہ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ تم کون ہو، تو میں کیا جواب دوں گا۔ آتی دفعہ بھی اس نے خطرہ محسوس کیا تھا لیکن اس وقت اس کے دل کی کیفیت مختلف تھی۔ وہ روپ وتی تک پہنچنے کے لیے بڑے سے بڑے خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھا لیکن اب اس کے دل میں ایک نئی امید کروٹیں لے رہی تھی۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں کسی طرح رنبیر اور سلمان کو تمام حالات سے باخبر کر دوں۔ داسیوں کی قیام گاہ سے نکلنے کے بعد اسے اپنے راستے میں جگہ جگہ پجاری اور پنڈت نظر آئے لیکن اسے ایک پجاری کے لباس میں دیکھ کر کسی نے توجہ نہ کی۔

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ اپنے کمرے میں تھا۔ اس نے جلدی سے اپنا لباس تبدیل کیا۔ پجاری کے لباس کی گٹھڑی بنا کر بغل میں دبائی اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ زینے کے قریب پہنچ کر اس نے گٹھڑی ایک خالی کمرے میں پھینک دی اور نیچے اتر گیا۔ محل سے باہر نکلتے ہی اس نے قلعے کی افواج کے سیناپتی کے دفتر کا رخ کیا۔ سیناپتی رام ناتھ پر بہت مہربان تھا۔ اس نے اطلاع پاتے ہی اسے ملاقات کے لیے بلا لیا۔ رام ناتھ نے سیناپتی سے کہا "مہاراج! میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔"

"کیسی درخواست؟"

"مہاراج! میں انہل واڑہ جانا چاہتا ہوں۔"

"واپس کب آؤ گے؟"

"یہاں آنے سے پہلے مجھے مہاراجہ نے جاگیر عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم ہماری فوج میں نہیں رہنا چاہتے۔"

"مہاراج! جب میری ضرورت پڑے گی میں بن بلائے آجاؤں گا۔"

سیناپتی نے کہا "تم ایک اچھے سپاہی ہو اور مجھے تمہارے جانے کا دکھ ہے۔ لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ انہل واڑہ کے مہاراجہ کے پاس جانے میں جو فائدے ہیں تم ان سے محروم ہو جاؤ۔"

رام ناتھ نے کہا "مجھے جاگیر کا لالچ نہیں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر کسی دن محمود نے سومنات کا رخ کیا تو انہل واڑہ ہمارا سب سے بڑا مورچہ ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ وہاں جا کر قوم کے نوجوانوں کو بیدار کروں۔"

سیناپتی نے اٹھ کر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میں تمہیں خوشی سے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا لیکن انہل واڑہ جانے کے بجائے اس کی منزل بھگوان داس کی قیام گاہ تھی۔

(۲)

اگلی رات کے تیسرے پہر مندر میں ناقوس اور گھنٹیوں کی صدائیں اور پجاریوں کے نعرے اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ مندر کی دیوی مہادیو کے چرنوں میں پہنچ چکی ہے۔

روپ وتی رات کے تیسرے پہر مندر میں ناقوس اور گھنٹیوں کے شور سے جاگ اٹھی اور دیر تک بے حس و حرکت اپنے بستر پر پڑی رہی۔ رات کے وقت کمرے میں گھٹن سی تھی۔ اس لیے اس نے اپنے کمرے کا دروازہ اور کھڑکیاں کھول دی تھیں۔ مندر کے مختلف گوشوں سے ناقوس اور گھنٹیوں کے علاوہ اسے

پجاریوں کے بھجن بھی سُنائی دے رہے تھے۔ پجاریوں کا ایک گروہ بھجن گا...
اس کے کمرے کے قریب آ گیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ کمرے کی کھڑکی اور دروا...
کے سامنے کئی پجاری مشعلیں اٹھائے کھڑے ہیں۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا د...
دھڑکنے لگا۔

ایک پجاری ہاتھ میں مشعل لیے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے
بعد دو اور پجاری اندر آ گئے۔ وہ اُن کی تعظیم کے لیے اُٹھی۔ ایک پجاری نے اُس
پر گنگا جل چھڑکا۔ دوسرے نے پھولوں کا ہار اس کے گلے میں ڈال دیا تیسرے نے
کمرے میں عطر چھڑک دیا اور کمرے کی فضا مہک اٹھی۔ پھر وہ "مہا دیو کی جے" کے نعرے
لگاتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے بعد دو عمر رسیدہ عورتیں کمرے میں داخل
ہوئیں اور روپ وتی کے بازو پکڑ کر باہر لے گئیں ۔۔۔ راستے میں پجاری قطاریں
باندھے کھڑے تھے۔ جب وہ صحن سے گزر رہی تھی تو وہ جھک جھک کر اس کے
پاؤں چھو رہے تھے۔ روپ وتی کا دماغ ساتویں آسمان پر تھا۔ وہ اپنا ماضی بھول
چکی تھی اور مستقبل سے بے پروا تھی۔ اس کے سامنے صرف حال تھا۔

مسرت کے قہقہوں اور خوشی کے نغموں سے لبریز، اب وہ ایک گاؤں کی
بھولی بھالی لڑکی نہ تھی، جس نے ایک معمولی حیثیت کے نوجوان کے لیے محبت کے
گیت گائے تھے بلکہ وہ ایک رانی تھی۔ مہا دیوں کی داسی کو اپنی عظمت کا پورا پورا
احساس تھا۔ صحن سے گزرنے کے بعد وہ ایک کشادہ زینے کے راستے بالائی منزل
میں داخل ہوئی۔ کھلی چھت پر سنگِ مرمر کا فرش بنا ہوا تھا۔ بائیں ہاتھ برآمدے کے
پیچھے چند کمرے تھے، جن کے دریچے سمندر کی طرف کھلتے تھے۔ دائیں ہاتھ ایک
بارہ دری تھی، جس کے ستونوں پر سونے کے خول چڑھے ہوئے تھے۔ داسیاں جوان
کی راہنمائی کر رہی تھیں، اُسے ایک کشادہ کمرے میں لے گئیں۔ کمرے کی سنہری
چھت کے ساتھ جواہرات سے مرصع فانوس لٹک رہے تھے۔ آبنوس کے فرش پر
ہاتھی دانت کے نقش و نگار بنے ہوتے تھے۔ دروازوں اور دریچوں پر زرتار پردے
لٹک رہے تھے۔ دیواروں کے ساتھ ساگوان کی لکڑی کے تختے اس صفائی سے لگے
ہوئے تھے کہ ان کے جوڑ تک دکھائی نہیں دیتے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر
قد آدم آئینے تھے۔ سونے اور چاندی کی چند کرسیوں کے درمیان ایک خوبصورت پلنگ
تھا جو مخمل کی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ داسیاں روپ وتی کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر چلی
گئیں۔

روپ وتی کچھ دیر حیرت و استعجاب کے عالم میں کمرے کا ساز و سامان دیکھتی
رہی۔ پھر اس نے یکے بعد دیگرے برابر والے دو کمروں کا جائزہ لیا۔ ان کمروں میں زیادہ تر
کپڑوں کے صندوق اور آرائش کا سامان تھا۔ وہ واپس آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اچانک
اس نے محسوس کیا کہ اس کے سامنے دیوار میں ایک شگاف پیدا ہو رہا ہے اور وہ بدحواسی
کے عالم میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ شگاف بڑھتے بڑھتے ایک دروازے کے برابر ہو گیا۔
وہ بھاگنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ کسی کی آواز آئی "گھبراؤ نہیں۔"

ایک ثانیہ کے بعد وہ مندر کے بڑے پروہت کو دیکھ رہی تھی۔ پروہت
اطمینان سے آگے بڑھا۔ روپ وتی نے آگے بڑھ کر اس کے پاؤں کو ہاتھ لگایا اور
اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

"تم ڈر گئی تھیں۔" پروہت نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس کا سر
اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

روپ وتی کا سارا جسم لرز اٹھا اور اس نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا "مہاراج!
مجھے معلوم نہ تھا کہ دیوار میں کوئی دروازہ بھی ہے۔"

"یہ ہمارے محل کا راستہ ہے۔ اب تو تمھیں ڈر نہیں لگے گا؟"

روپ وتی نے ایک نظر پروہت کی طرف دیکھا اور اُسے ایک بار پھر پُر
سا محسوس ہونے لگا۔ پروہت نے اپنے سوال کے جواب کا انتظار کیے بغیر کہا "تم
بہت خوش قسمت ہو۔ آج رات تم وہ تاج پہنو گی جس کی تمنا اس ملک کی شہزادیاں
کرتی ہیں۔"

"یہ سب آپ کی دیا ہے مہاراج!"

"نہیں یہ دیوتاؤں کی کرپا ہے۔"

روپ وتی نے ڈرتے ڈرتے کہا "مہاراج! اگر آپ خفا نہ ہوں تو ایک سوال
پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"مندر کی دیوی مہادیو کے چرنوں میں کیسے پہنچ جاتی ہے؟"

پروہت نے جواب دیا "یہ سوال پوچھنا پاپ ہے۔ جب دیوتاؤں کی مرضی
ہو گی تو تمھیں خود بخود اس سوال کا جواب معلوم ہو جائے گا۔ شاید آج رات تم وہ
باتیں سمجھنے لگ جاؤ جو دوسروں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ دن تمھارے آرام کا دن ہے۔"

پروہت اسی راستے واپس چلا گیا اور روپ وتی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ دیر
تک وہ یہ محسوس کرتی رہی کہ وہ مہیب اور پُراسرار آنکھیں اُسے کمرے کی چھت
اور دیواروں سے جھانک رہی ہیں۔

طلوعِ آفتاب سے تھوڑی دیر بعد مندر کا پروہت ایک غیر متوقع پریشانی کا
سامنا کر رہا تھا۔ پانچ پجاری جو کامنی کو کشتی پر بٹھا کر دیوتا کے چرنوں میں پہنچانے
کے لیے گئے تھے، ابھی تک لاپتہ تھے۔ دوپہر کے قریب مندر سے تھوڑی دور ایک
پجاری کی لاش ملی تو اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ کشتی ڈوب چکی ہے اور کامنی کے ساتھ باقی
پجاری بھی آدم خور مچھلیوں کا شکار ہو گئے ہیں۔

شام کے وقت عمر رسیدہ داسیاں جو مندر کی دیوی کی خدمت پر مامور تھیں
وتی کو نہلانے اور اس کے جسم پر خوشبوئیں ملنے کے بعد اُسے نیا لباس پہنا رہی
پروہت دیوار کے خفیہ راستے کی بجائے دروازے سے کمرے میں داخل ہوا
کے ساتھ گیارہ چیدہ چیدہ پجاری تھے۔ ایک پجاری سونے کا طشت اُٹھائے
ئے تھا جس میں مندر کی دیوی کے تاج کے علاوہ بیش قیمت زیورات رکھے
ئے تھے۔ پروہت کے اشارے سے داسیوں نے روپ وتی کو زیورات سے
یا۔ اس کے بعد پروہت نے دونوں ہاتھوں سے تاج اٹھایا اور روپ وتی کے سر
دیا۔ ایک پجاری نے ناقوس بجایا اور آن کی آن میں مندر کے ہر گوشے سے ناقوس
ٹیوں کی صدائیں سنائی دینے لگیں۔ پجاری اور پروہت بھجن گاتے ہوئے واپس
گئے اور روپ وتی کے پاس صرف دو داسیاں رہ گئیں۔

ایک داسی نے آئینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آگے بڑھ کر دیکھیے،
مہارانی معلوم ہوتی ہیں۔"

روپ وتی جھجکتی ہوئی آئینے کی طرف بڑھی۔ آئینے میں آج اُسے اپنی صورت
نظر آ رہی تھی۔ ایک داسی نے کہا "اب آپ آرام کریں۔ جب آپ کی
گی تو ہم آپ کو لے جائیں گی۔"

سیاں کمرے سے باہر نکل گئیں۔ روپ وتی کرسی گھسیٹ کر آئینے کے
بیٹھ گئی۔

(۳)

ات کے وقت مندر کا پروہت، داسیاں اور چیدہ چیدہ پجاری دم بخود ہو
ت کے سامنے نئی دیوی کا رقص دیکھ رہے تھے۔ جب اٹھتی ہوئی لہر کا پانی
پہنچ گیا تو روپ وتی کا ناچ ختم ہوا۔ پجاری "مہادیو کی جے" کے نعرے

بلند کرنے لگے اور مندر میں ناقوس اور گھنٹیاں بجنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں مندر
خالی ہو چکا تھا۔ اٹھتی ہوئی لہر آہستہ آہستہ سومنات کے بت کو اپنے آغوش میں لے
رہی تھی۔ مندر کی طرح قلعے میں بھی ہزاروں انسان "مہادیو کی جے" کے نعرے بلند
کر رہے تھے۔

ناچ سے فارغ ہوتے ہی روپ وتی نے دو عمر رسیدہ داسیوں کی راہنمائی میں
اپنی قیام گاہ کا رُخ کیا۔ داسیاں اُسے کمرے میں چھوڑ کر واپس چلی گئیں۔ روپ وتی
کچھ دیر ایک آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر فانوسوں کی روشنی میں اپنا چہرہ دیکھتی
رہی پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کا دل مسرت کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا۔ تھوڑی
دیر آرام کے بعد اس نے اپنا بھاری تاج اٹھا کر سونے کی تپائی پر رکھ دیا۔ پھر
اُٹھ کر ایک دریچے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ سخت ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کے
باوجود اس کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ اس کے پاس کوئی نہ تھا اور اُسے شدت سے
تنہائی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ اگر میں پروہت سے درخواست کروں
تو وہ ساتھ کے خالی کمرے میں میری کسی سہیلی کو رہنے کی اجازت دے دے گا۔
پھر اسے خیال آیا کہ اس سے پہلے کامنی اس جگہ تنہا رہتی تھی۔ ممکن ہے مندر کی
دیوی کے لیے تنہا رہنا ضروری ہو۔

اچانک اُسے کمرے کی دیوار میں کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور وہ مڑ کر اس
طرف دیکھنے لگی۔ دیوار میں خفیہ دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد پروہت نمودار ہوا۔ اُس کے ہاتھوں میں تر و تازہ پھولوں کے ہار تھے۔
روپ وتی آگے بڑھ کر اس کے پاؤں چھونے کے لیے جھکی۔ پروہت نے کچھ
کہے بغیر اس کے گلے میں ہار ڈال دیے۔ روپ وتی کے سامنے ایک بار پھر
مہیب اور پر اسرار آنکھیں ناچنے لگیں۔

"میرے ساتھ آؤ!" پروہت نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"کہاں مہاراج؟"

"آج میں تمھیں وہ راز بتاؤں گا جو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔" پروہت یہ
کہتے ہوئے خفیہ دروازے کی طرف بڑھا۔

روپ وتی ایک لمحہ کھڑی رہی پھر اس کے پیچھے چل پڑی۔ دروازے سے
آگے ایک زینہ قندیلوں کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ زینے سے اتر کر وہ ایک تنگ
سرنگ میں چلتے رہے۔ یہ راستہ سمندر کے کنارے ایک بلند چبوترے پر ختم ہو گیا۔
اس چبوترے کی سیڑھیاں پانی میں اترتی تھیں۔ پروہت نے چبوترے کے کنارے
کھڑے ہو کر کہا "اب تھوڑی دیر میں سمندر کا پانی اترنا شروع ہو جائے گا۔ وہ
دیکھو پانی آٹھویں سیڑھی سے اوپر آ چکا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مندر میں مہادیو
کی مورتی اب پانی میں چھپ چکی ہے۔ آؤ ابھی تمھیں بہت کچھ دیکھنا ہے۔"

روپ وتی قدرے مطمئن ہو کر پروہت کے پیچھے چل دی۔ اس کا ضمیر اس
بات پر ملامت کر رہا تھا کہ جب پروہت نے اُسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے
کہا تھا تو وہ ڈر کیوں گئی تھی۔ کچھ دور سمندر کے کنارے چلنے کے بعد وہ
ایک کشادہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگے۔ پھر وہ ایک کھلے صحن میں داخل ہوئے
چاند بادلوں کی اوٹ سے نکلا ہوا تھا۔ صحن میں چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ باغیچہ میں
کھلے ہوئے رنگ رنگ کے پھول مسکرا رہے تھے۔ صحن کے درمیان ایک
سنگ مرمر کا تالاب تھا اور تالاب سے کچھ دور آگے روپ وتی اپنے سامنے ایک
عالیشان محل دیکھ رہی تھی۔ محل میں داخل ہونے کے بعد وہ حیران تھی کہ وہاں کوئی
پہرے دار نہ تھا۔ اس کے باوجود محل کا گوشہ گوشہ روشن تھا۔ پروہت
کے پیچھے ایک کشادہ زینے پر چڑھنے کے بعد وہ ایک نہایت شاندار کمرے میں

میں داخل ہوئی۔ اس کمرے کی آرائش وزیبائش دیکھ کر اُسے اپنا کمرہ اس کمرے کے مقابلے میں ہیچ نظر آرہا تھا۔ کمرے کے درمیان مہادیو کا سونے کا بُت نصب تھا اور اس کے اردگرد داسیوں کے چاندی کے بت رقص کرتے دکھائے گئے تھے۔

پروہت نے زرتار پردہ ہٹا کر بغل کے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور روپ وتی کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ روپ وتی اندر چلی گئی۔ کمرہ تیز خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے جو آج تک روپ وتی نے نہیں دیکھے تھے۔ ایک طرف ایک کشادہ پلنگ بچھا ہوا تھا۔ پروہت نے پلنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ روپ وتی!"

"جی.... جی میں یہ گستاخی نہیں کر سکتی۔"

"کیسی گستاخی! تم مندر کی دیوی ہو اور میں تمہاری سیوا کے لیے ہوں۔" پروہت نے یہ کہتے ہوئے دروازہ بند کر دیا اور کنڈی چڑھا دی۔ روپ وتی نے اچانک یہ محسوس کیا کہ اس کے سامنے مندر کا پروہت نہیں بلکہ ایک اور انسان کھڑا ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک اس کا جسم لرز رہا تھا۔ پروہت نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیے اور اس کا چہرہ اپنی ہتھیلیوں کی گرفت میں لے کر اُوپر اٹھایا اور کہا "میری طرف دیکھو روپ وتی! میں مہادیو ہوں۔"

روپ وتی کی نگاہوں کے سامنے تاریکی چھا گئی اور اس تاریکی میں سے پروہت کی ان گنت آنکھیں ناچتی دکھائی دینے لگیں، زیادہ پراسرار، زیادہ مہیب، تھوڑی دیر کے لیے اُس کے جسم کا خون منجمد ہو گیا۔

"ڈرو نہیں رُوپ وتی! ڈرو نہیں۔" پروہت نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیا۔ اچانک رُوپ وتی کی مُردہ رگوں میں خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ اس نے محسوس کیا کہ کسی نے دہکتے ہوئے انگارے اس کے جسم پر رکھ دیے ہیں۔ مندر کی دیوی اور مہادیو کی پجارن ہونے کے باوجود وہ ایک عورت تھی۔ وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پروہت کا ہاتھ جھٹک کر پیچھے ہٹی۔ پروہت آگے بڑھا

کسی نے دروازے کو دھکا دیا اور وہ گھبرا کر اس طرف دیکھنے لگا۔ روپ وتی نے دونوں ہاتھوں سے سونے کا پھول دان اُٹھایا اور آگے بڑھ کر پروہت کے سر پر دے مارا۔ پروہت چکرا کر گر پڑا اور ساتھ ہی کوئی زیادہ شدت سے دروازے کو دھکے دینے لگا۔ روپ وتی نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔ اس کے سامنے تین پجاری کھڑے تھے۔ روپ وتی چلائی "میں نے اُسے مار دیا ہے۔ میں نے مندر کے پروہت کو مار دیا ہے۔ وہ پاپی تھا۔"

ایک پجاری نے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا "آہستہ بولو روپ وتی! میں رام ناتھ ہوں۔" اور وہ نیم بیہوشی کی حالت میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ رام ناتھ کے دو ساتھی اندر آئے۔ اُن میں سے ایک رنبیر اور دوسری کامنی تھی۔ رنبیر نے پروہت کے قریب جا کر اس کی نبض دیکھتے ہوئے کہا "یہ زندہ ہے۔" کامنی نے خنجر نکال کر پروہت پر وار کرنے کی کوشش کی لیکن رنبیر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے کھینچتا ہوا باہر لے آیا۔

"رام ناتھ! رام ناتھ!" روپ وتی نے نحیف آواز میں کہا اور پھر اچانک اس کے ساتھ لپٹ کر سسکیاں لینے لگی۔

"روپ وتی! اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔" کامنی نے کہا۔

روپ وتی کے کانوں کو اس کی آواز مانوس معلوم ہوئی اور وہ چونک کر اُس طرف دیکھنے لگی۔ پھر اچانک بولی "کامنی! کامنی تم!"

"ڈرو نہیں روپا! میں زندہ ہوں۔"

روپ وتی ایک ثانیہ سکتے میں رہی۔ پھر رام ناتھ کو چھوڑ کر کامنی سے لپٹ گئی۔ رنبیر نے کہا "اب ہمیں جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

کامنی نے جواب دیا "اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ صبح تک پروہت کے محل میں کوئی نہیں آئے گا۔"

تھوڑی دیر بعد یہ چاروں پروہت کے محل سے نکلے اور سمندر کے کنارے کنارے چبوترے پر سے گزرتے ہوئے ایک جگہ ٹھہر گئے۔ کنارے سے تھوڑے فاصلے پر ایک کشتی کھڑی تھی۔ ملاحوں نے انھیں دیکھ کر کشتی سیڑھیوں سے لگا دی اور وہ کشتی پر بیٹھ گئے۔ روپ وتی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ وہ رام ناتھ سے پوچھ رہی تھی کہ تم یہاں کیسے پہنچے۔ اس کے جواب میں رام ناتھ اُسے سمجھا رہا تھا۔ "یہ سب کامنی دیوی کی مہربانی ہے۔ اگر یہ ہمارا ساتھ نہ دیتیں تو ہم مندر میں تمھیں کبھی نہ تلاش کر سکتے۔" پھر وہ کامنی کی طرف متوجہ ہوئی تو اس نے بتایا کہ رام ناتھ اور اُس کے ساتھیوں نے اُسے آدم خور مچھلیوں کا شکار ہونے سے بچا لیا تھا۔

جوں جوں کشتی مندر سے دور جا رہی تھی، روپ وتی کا خوف کم ہو رہا تھا۔ اس نے رام ناتھ سے دریافت کیا۔ "اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

رام ناتھ نے مغرب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ جہاز ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ اس پر سوار ہو کر ہم یہاں سے کوسوں دور کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں گے۔"

"لیکن اس ملک میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں پروہت کے آدمی ہمارا پیچھا نہیں کریں گے۔ اگر وہ مر گیا تو مندر میں مجھے نہ پا کر وہ یہ سمجھ جائیں گے کہ اُسے میں نے مارا ہے۔"

زبیر نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "میں نے اُسے دیکھا تھا وہ مرا نہیں۔ اس کی نبض چل رہی تھی۔ اگر وہ ہوش میں ہوتا اور ہم میں سے کسی کو دیکھ کر پہچان لیتا تو ہم یقیناً اسے مار دیتے۔ صبح جب اُسے پجاری اسے کمرے سے باہر نکالیں گے تو وہ تمھارا نام لینے کی بجائے اپنے زخمی ہونے کے بارے میں کوئی بہانہ پیش کرے گا۔"

کامنی بولی۔ "میں جانتی ہوں وہ کیا کرے گا۔ وہ اپنی بدنامی کے ڈر سے صرف پجاریوں کو تمھاری تلاش کا حکم دے گا جو مندر کے ہر راز سے واقف ہیں۔ پھر وہ مشہور کر دے گا کہ میری طرح تم بھی مہادیو کے چرنوں میں پہنچ چکی ہو۔ اس کے بعد شاید دور دراز اور آس پاس کے علاقے میں شاید خفیہ طور پر تمھاری تلاش جاری رہے۔"

تھوڑی دیر بعد روپ وتی اور کامنی آپس میں باتیں کر رہی تھیں اور رام ناتھ زبیر کو سمجھا رہا تھا۔ "اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اور کامنی تمھارے گاؤں چلیں تو تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ یہاں اب تمھارا کوئی کام نہیں۔ سومنات کے آس پاس رہنا تمھارے لیے خطرناک ہے۔"

"نہیں میں یہاں رہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر تمھیں میری مدد کی ضرورت ہوتی تو میں یقیناً تمھارا ساتھ دیتا۔ سلمان تمھیں کسی محفوظ جگہ اتار دے گا۔ اس کے بعد تم سیدھے اپنے گاؤں کا رُخ کرو۔ تمھارے لیے میرے گھر سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہو گی۔ میں یہاں رہنے کے لیے اس دن کا انتظار کروں گا۔ جب سلطان محمود کی فوجیں سومنات کے قلعے پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ چکی ہوں گی۔ میں اپنی آنکھوں سے اس مندر کی تباہی دیکھنا چاہتا ہوں جس کی بنیاد ظلم پر رکھی گئی ہے۔ ظلم کے ایوانوں کی بنیادیں کھودتے کھودتے اب میری زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ سکندر کے بغیر میرے لیے گھر جانے میں کوئی فرق نہیں۔"

کشتی جہاز کے قریب پہنچی تو سلمان جو اپنے ملاحوں کے ساتھ تختے پر کھڑا تھا بلند آواز میں بولا۔ "تم نے بہت دیر لگائی۔ اس لڑکی کا پتہ چلا؟"

زبیر نے جواب دیا۔ "ہم اُسے لے آئے ہیں۔ اُسے مندر سے نکالنے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کسی کو خبر تک نہیں ہوئی۔"

اتنے میں کشتی جہاز کے ساتھ آ لگی اور وہ رسی کی سیڑھی کے ذریعے جہاز پر چڑھنے لگے۔ رام ناتھ روپ وتی کو ہاتھ کے سہارے اوپر چڑھا رہا تھا۔ کشتی کے

تین ملاح جہاز پر آ گئے اور باقی چار وہیں رہے۔ سلمان نے زبیر سے کہا ”اب ضائع کرنے کا وقت نہیں، ہمیں صبح کی روشنی سے پہلے یہاں سے کافی دور نکل جانا چاہیے۔ آپ نے اپنے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟“

زبیر نے جواب دیا ”میں واپس عبداللہ کے پاس جا رہا ہوں۔“

سلمان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ”اچھا خدا حافظ انشاء اللہ ہم بہت جلد ایک دوسرے سے ملیں گے۔“

زبیر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ”آپ نے مندر کے قیدیوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟“

سلمان نے جواب دیا ”آپ ان کی فکر نہ کریں، انھیں کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے گا جو سومنات کے پجاریوں کی پہنچ سے دور ہو۔“

روپ وتی نے دبی زبان میں کامنی سے پوچھا ”قیدی کون ہیں؟“

کامنی نے جواب دیا ”مجھے کشتی پر بٹھا کر لانے والوں میں سے تین پجاری زندہ گرفتار کر لیے گئے تھے۔“

سلمان سے مصافحہ کرنے کے بعد زبیر نے رام ناتھ سے ہاتھ ملایا۔ رام ناتھ کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ سلمان نے جہاز کے بادبان کھولنے کا حکم دیا اور زبیر رسیوں کی سیڑھی سے نیچے اتر کر کشتی میں آ گیا اور کشتی واپس ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد جہاز روانہ ہو گیا۔ رام ناتھ، روپ وتی اور کامنی کچھ دیر جنگلے کے ساتھ کھڑے کشتی کو دیکھتے رہے، پھر کامنی نیند کا بہانہ کر کے وہاں سے چلی گئی۔ روپ وتی ادھر ادھر دیکھ کر رام ناتھ! رام ناتھ! کہتی ہوئی بے اس سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ”رام ناتھ مجھے معاف کر دو۔ مجھے معلوم نہ تھا میں کیا کر رہی ہوں۔“

رام ناتھ نے کہا ”روپا! جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ ایک بھیانک سپنا تھا۔ اسے بھول جاؤ۔ آج کے بعد ہم ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھیں گے۔ ہم ایک بار پھر اپنی اجڑی ہوئی دنیا کو نغموں اور قہقہوں سے بھر دیں گے۔ روپ وتی! آج ہم نے نیا جنم لیا ہے۔ چلو اب تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔ جہاز کے کپتان نے تمھارے اور کامنی کے لیے اپنا کمرہ خالی کر دیا ہے۔“

روپ وتی اس کے ساتھ چل پڑی لیکن چند قدم اٹھانے کے بعد وہ اچانک رک گئی۔ ”ٹھہرو رام ناتھ!“ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے گلے سے جواہرات کا ہار اتارا۔ پھر ہاتھوں، پاؤں اور کانوں کے تمام زیور اتار کر یکے بعد دیگرے سمندر میں پھینکنے لگی۔ آن کی آن میں روپ وتی نے ایک انگوٹھی کے سوا جو بری طرح اس کی انگلی میں پھنسی ہوئی تھی، تمام زیورات سمندر کی نظر کر دیے۔ رام ناتھ نے اپنی جیب سے ایک رومال نکالا اور اسے کھول کر موتیوں کی مالا جو اسے انہل واڑہ کے راجہ نے انعام میں دی تھی۔ روپ وتی کے گلے میں ڈال دی۔

(۴)

پروہت نے رات کے تیسرے پہر ہوش میں آ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن سر میں درد کی ٹیس اٹھی اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے دوبارہ اپنا سر فرش پر رکھ دیا اور لیٹے لیٹے آنکھیں کھول کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک رات کے واقعات کی یاد بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس کے دل و دماغ میں دوڑ گئی۔ وہ اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ نقاہت کے باعث اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ دروازہ باہر سے بند پا کر وہ اپنے نوکروں کو آوازیں دینے لگا۔ پھر اسے خیال آیا کہ صبح تک محل کے اس حصے میں کسی پجاری یا نوکر کو پاؤں رکھنے کی اجازت نہیں۔ وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے سہلاتا ہوا

بستر پر آ بیٹھا۔ اُسے یقین تھا کہ مندر میں کوئی اس کے خلاف روپ وتی کی پکار
نہیں سنے گا۔ روپ وتی کا قلعے میں پہنچ جانا اس کے لیے پریشانی کا باعث ہو سکتا
تھا لیکن اُسے یہ اطمینان تھا کہ پہریدار اُسے مندر کے احاطے سے نکلنے کی اجازت
نہیں دیں گے۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ اس کے سر پر چوٹ لگنے سے پہلے کوئی
دروازے کو دھکے دے رہا تھا لیکن وہ کون ہو سکتا تھا۔ شاید یہ میرا وہم ہو۔ وہ
دیر تک بے حس و حرکت بیٹھا سوچتا رہا۔ بالآخر وہ بستر پر لیٹ گیا لیکن [illegible]
کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔

طلوعِ آفتاب کے بعد ایک پجارن اس سے ناشتے کے لیے پوچھنے آئی۔
باہر سے کنڈی لگی ہوئی دیکھ کر اس نے کسی لونکر کو آواز دی۔ پروہت بستر سے
اٹھا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ پجارن نے باہر سے کنڈی کھول
دی۔ پروہت اپنے کمرے سے باہر نکلا اور پجارن سے کوئی بات کیے بغیر تیزی
سے قدم اٹھاتا ہوا روپ وتی کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔ روپ وتی کے کمرے
سے باہر اس کی خدمت گذار عورتیں حیران اور پریشان کھڑی تھیں۔

"روپ وتی کہاں ہے؟" پروہت نے پوچھا۔

ایک عورت نے جواب دیا "وہ یہاں نہیں ہے مہاراج! ہم صبح سے
اسے تلاش کر رہی ہیں۔"

پروہت کچھ کہے بغیر واپس مڑا۔ قریباً ایک ساعت کے بعد مندر کے چیدہ
چیدہ پجاری خاموشی سے روپ وتی کو تلاش کر رہے تھے۔

اگلی صبح لوگ یہ خوشخبری سن رہے تھے کہ مندر کی نئی دیوی بھی مہادیو کے حضور
میں پہنچ چکی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا لیکن لوگ اُسے روپ وتی کا کمال سمجھتے
تھے اور ہر جگہ اس کے حسن و جمال اور روحانی برتری کی تعریفیں ہو رہی تھیں لیکن

[illegible] نزدیک یہ حادثہ کسی خوفناک انقلاب کی تمہید تھا۔ اُس کے جانبازوں کا ایک
دستہ روپ وتی کی تلاش میں تھا۔

(۵)

زبیر، روپ وتی کو کامنی اور رام ناتھ کے ساتھ سلمان کے جہاز پر پہنچانے کے
بعد عبداللہ کے پاس پہنچا تو سورج نکل چکا تھا۔ رات بھر کی بھاگ دوڑ کے باعث اُس
کا جسم تھکاوٹ سے چُور تھا۔ اس نے عبداللہ کو مندر کے واقعات سنانے کے بعد
کھانا کھایا اور ایک کوٹھڑی کے اندر جا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہا
تھا۔ دوپہر کے وقت وہ بیدار ہوا اور آنکھیں ملتا ہوا کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔

عبداللہ ایک درخت کے نیچے دھونی رمائے بیٹھا ایک اجنبی کے ساتھ باتیں کر
رہا تھا۔ اس نے زبیر کو دیکھتے ہی آواز دی "ادھر آؤ زبیر! تمھارے لیے ایک
خوشی کی خبر آئی ہے۔"

زبیر کا دل دھڑکنے لگا اور اس نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا "کیسی خبر؟"

"تمھاری بہن مل گئی ہے؟"

زبیر کو اچانک اپنی دنیا کی مغموم فضاؤں میں مسرت کے نغمے سنائی دینے لگے
"کب؟ کہاں؟ آپ کو کس نے بتایا؟" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

عبداللہ نے اجنبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اسے عبدالواحد نے بھیجا ہے۔"

اجنبی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور زبیر نے اُس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے
ہوئے کہا "کہاں ہے میری بہن؟"

"وہ آپ کے گھر پہنچ چکی ہے۔"

زبیر کے چند اور سوالات کے جواب میں اجنبی نے شکنتلا کی سرگزشت سُنا دی۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" عبداللہ نے اٹھ کر زبیر کے کندھے
ہوئے کہا۔

زبیر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز
اس نے کلمہ توحید پڑھتے ہوئے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "میں مدت سے
کی صداقت پر ایمان لا چکا ہوں اور آج آپ کے سامنے اس بات کا اعلان
ہوں۔ خدا سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے ہمت و استقامت عطا کرے اور میرے
ایک نیا نام بھی تجویز کیجیے۔"

عبداللہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "تمہاری صورت دیکھنے کے بعد
تمہارا نام تجویز کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ میں نے تمہارے لیے یوسف کا نام
ہے۔ اب تم اپنی بہن کو دیکھنے کے لیے بیقرار ہو گے۔ وہ دیکھو تمہارا گھوڑا تیار کھڑا
زبیر کو چند قدم کے فاصلے پر ایک گھوڑا دکھائی دیا جس پر زین کسی ہوئی تھی
نے کہا "لیکن آپ کو یہ کیسے خیال آیا کہ میں ابھی جانا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ سے
تھا کہ جب تک سومنات فتح نہیں ہو گا۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

عبداللہ نے جواب دیا "عبدالواحد کے مکتوب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ
مدت اس طرف سلطان کی پیش قدمی کا کوئی امکان نہیں۔ سومنات کے
تمام معلومات حاصل کر چکے ہو۔ اس لیے اب یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت
خصوصاً اس صورت میں جبکہ تمہاری بہن صبح و شام تمہاری راہ دیکھتی ہے
ان کی زبانی عبدالواحد کا پیغام سنتے ہی تمہارا گھوڑا تیار کرا دیا تھا
تھے۔"

تھوڑی دیر کے بعد زبیر اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے
شکنتلا کی مسکراہٹیں ناچ رہی تھیں۔

(۶)

اگلے روز روپ وتی گہری نیند سے بیدار ہوئی تو کامنی اس کے پاس بیٹھی
ہوئی تھی۔

"بہت دیر سوئی ہو تم۔" کامنی نے کہا۔

"وہ کہاں ہے؟" روپ وتی نے سوال کیا۔

"رام ناتھ؟ آیا تھا اور تمہیں سوتے دیکھ کر جہاز کے کپتان کے پاس چلا گیا ہے۔"

"اب تو کوئی خطرہ نہیں ہمیں؟" روپ وتی نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اب ہم بہت دور آ چکے ہیں۔"

روپ وتی نے کہا "میں اب بھی یہ محسوس کر رہی ہوں کہ میں نے ایک بھیانک
سپنا دیکھا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ سومنات کے مندر میں ایسی باتیں ہو سکتی ہیں۔"

کامنی نے جواب دیا "بھگوان کا شکر کرو کہ تم بچ کر آ گئی ہو۔"

روپ وتی نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "کامنی میں ایک بات پوچھتی ہوں۔
جب تم مجھ سے آخری بار ملی تھیں تو تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ تم اپنے انجام سے
بے خبر نہیں ہو کیا پروہت نے تمہیں بتا دیا تھا کہ تمہارا وقت آ چکا ہے؟"

"ہاں میرے اصرار پر اس نے مجھے بتا دیا تھا اور اگر وہ نہ بتاتا تو بھی میرے لیے
یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ مندر میں میری زندگی ختم ہونے والی ہے۔"

"تمہیں اس نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ تم سمندر میں پھینک دی جاؤ گی؟"

"نہیں مجھے اس نے یہی بتایا تھا کہ میں مہادیو کے چرنوں میں جا رہی ہوں۔"

"اور تمہیں اس بات کا یقین تھا؟"

"نہیں لیکن اپنے دل کو فریب دینے کے سوا میرے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔"
روپ وتی نے کہا "کامنی جب میں تمہاری صورت دیکھتی ہوں تو مجھے یقین نہیں

آتا کہ کوئی سنگدل سے سنگدل انسان بھی تمھاری جان لے کر خوش ہو سکتا ہے۔"

کامنی نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"روپ وتی! پروہت کے پاپ چھپانے کے لیے میرا بلیدان ضروری تھا۔ کاش تم مجھے نہ بچاتیں۔ اُس کے گناہوں کی گٹھڑی اٹھا کر میرے لیے زندگی ہر لمحہ موت سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔" کامنی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

روپ وتی نے اس کا سر اپنی گود میں لیتے ہوئے کہا۔ "کامنی میری نگاہوں میں تم ایک دیوی ہو۔"

"دیوی!" کامنی نے اپنے ہونٹوں پہ ایک کرب انگیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں، میں دیوی نہیں ہوں۔ اگر میں دیوی ہوتی تو وہ رات جب اس نے میری آبرو پہ ہاتھ ڈالا تھا، میری زندگی کی آخری رات ہوتی۔ اس رات وہ بھولی بھالی لڑکی جو مہادیو کی پجارن بننا چاہتی تھی۔ مر چکی تھی اور وہ کامنی جسے مندر کے پجاریوں نے اگلی صبح دیکھا تھا وہ ایک ایسی عورت تھی جو اپنے ہر پاپ کی قیمت وصول کرنا چاہتی تھی۔ مجھے صرف اس امید نے زندہ رہنے پر آمادہ کر دیا تھا کہ وہ ہیروں اور موتیوں میں تولی جائے گی اور راجے اور رانیاں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے۔"

"کامنی تم نے اپنی ایک بہن کو تباہی سے بچایا ہے۔ میں تمھارے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی۔"

کامنی نے کہا۔ "میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ میں اُس سے اپنا انتقام لینے گئی تھی۔ اگر زبیر میرا ہاتھ نہ روکتا تو میرا خنجر اس کے سینے میں اُتر چکا تھا۔ روپ وتی میں دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ اب زندگی کا ہر لمحہ میرے لیے موت سے زیادہ بھیانک ہے۔"

روپ وتی نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم ہمارے ساتھ چلو گی

کامنی! میں ساری عمر تمھاری سیوا کروں گی۔"

"نہیں میں تمھارے ساتھ نہیں چلوں گی۔" کامنی نے روپ وتی کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "میرا راستہ تم سے الگ ہے۔"

روپ وتی نے پریشان ہو کر کہا۔ "لیکن کہاں جانا چاہتی ہو تم؟"

"اس سوال کا جواب میں نے ابھی نہیں سوچا۔"

باقی سارا دن کامنی بے حد مغموم رہی۔ شام کے قریب وہ روپ وتی کے ساتھ سمندر کا منظر دیکھتی رہی۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ رام ناتھ کافی دیر اُن کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ روپ وتی یہ محسوس کر رہی تھی کہ کامنی کی طبیعت رفتہ رفتہ سنبھل رہی ہے۔ رام ناتھ چلا گیا اور وہ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد سو گئیں۔ صبح کے وقت جب روپ وتی کی آنکھ کھلی تو کامنی وہاں نہ تھی۔ اُس نے سمجھا شاید باہر سمندر کا نظارہ کر رہی ہو گی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ اُس کی تلاش میں نکلی، لیکن کامنی کا کہیں پتہ نہ چلا۔ سلمان کے پوچھنے پر دو ملاحوں نے بیان کیا۔ "کافی رات گئے ہم نے اسے جہاز پر ٹہلتے دیکھا تھا۔ وہ کہتی تھی کہ اندر میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں تھوڑی دیر ہوا خوری کے لیے آئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ جہاز کے دوسرے حصہ کی طرف چلی گئی اور اس کے بعد ہم نے اُسے نہیں دیکھا۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ نیچے اپنے کمرے میں جا چکی ہے۔" سلمان کے حکم سے ملاحوں نے جہاز کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن کامنی کہیں نہ تھی۔ سلمان اور اس کے ساتھیوں کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ سومنات کی دیوی سمندر کے آغوش میں پناہ لے چکی ہے۔ ☆

مفرور

چند دن بعد سلمان نے رام ناتھ اور روپ وتی کو رات کے تیسرے پہر خلیج کچھ کے ساحل پہ اتار دیا اور وہ ریت پر بیٹھ کر صبح کا انتظار کرنے لگے۔ جہاز پر سفر کے آخری دو دن روپ وتی کی طبیعت ناساز رہی تھی لیکن اُس نے رام ناتھ کو پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ رام ناتھ جب کبھی اس کے چہرے پر تھکاوٹ اور پریشانی کے آثار دیکھ کر تشویش کا اظہار کرتا تو وہ اُسے یہ کہہ کر ٹال دیتی کہ یہ سمندر کی ہوا کا اثر ہے جہاز سے اترتے ہی میری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی لیکن ساحل پہ پہنچ کر رام ناتھ نے محسوس کیا کہ اُس کی طبیعت پہلے سے زیادہ مضمحل ہے۔ رُوپ وتی کچھ دیر اُس کے قریب بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی پھر ایک جمائی لینے کے بعد زمین پر لیٹ گئی۔

رام ناتھ نے پریشان ہو کر کہا۔ ”کیوں رُوپ وتی! کیا بات ہے؟“

روپ وتی نے جواب دیا۔ ”کچھ نہیں یونہی لیٹ گئی ہوں۔ رات جہاز پہ مجھے بالکل نیند نہیں آئی۔“

رام ناتھ نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”تمھیں تو بخار ہو رہا ہے۔“

روپ وتی نے کہا۔ ”نہیں، مجھے بخار نہیں۔ یہ تمھارا وہم ہے مجھے صرف تھوڑی

...م کی ضرورت ہے۔“

رام ناتھ نے کہا۔ ”سلمان کہتا تھا کہ اس جگہ آس پاس ماہی گیروں کی کئی بستیاں ہیں۔ ...پہنچ ہوتے ہی کسی بستی میں پہنچ جائیں گے۔ وہاں تم اچھی طرح آرام کر سکو گی۔“

روپ وتی نے کہا۔ ”نہیں نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم اس علاقہ سے فوراً نکل جائیں۔

طلوع سحر کے ساتھ انھیں کوئی دو کوس کے فاصلے پر ایک بستی کے آثار دکھائی دیے ...وہ اس طرف چل دیے۔ بستی سے کوئی آدھ کوس کے فاصلے پر روپ وتی زمین پر بیٹھ گئی ...اس نے کہا۔ ”مجھے ذرا دم لینے دو رام ناتھ! میں تھک گئی ہوں۔“

رام ناتھ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ روپ وتی اپنے گلے سے موتیوں کی مالا اتارتے ہوئے ...نے لگی۔ ”رام ناتھ اسے چھپا کر اپنے پاس رکھ لو۔ اسے پہن کر میرا بستی میں جانا ٹھیک نہیں“۔ ...رام ناتھ نے روپ وتی کے ہاتھ سے مالا لی اور قمیص کی اندرونی جیب میں رکھ لی۔ تھوڑی ...دیر بعد آرام کر کے وہ پھر اُٹھ کر رام ناتھ کے ساتھ چل پڑی۔ لیکن بستی تک پہنچتے پہنچتے ...وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی۔

ماہی گیروں کی یہ بستی پچاس ساٹھ جھونپڑیوں پر مشتمل تھی۔ بستی کا چوہدری رام ناتھ ...کو اونچی ذات کا آدمی سمجھ کر اپنے گھر لے گیا۔ روپ وتی باقی تمام دن اور اگلی رات بخار میں ...مبتلا رہی۔ رام ناتھ کو اس بستی کے ماہی گیروں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہاں سے آٹھ کوس ...کے فاصلے پر ایک بہت بڑا قصبہ ہے اور وہاں اچھے وید موجود ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن ...اس نے بستی میں ٹھہرنے کی بجائے روپ وتی کو وہاں لے جانے کا فیصلہ کیا۔ بستی کے چوہدری ...نے چار نوجوان بلائے اور وہ روپ وتی کی کھاٹ اُٹھا کر رام ناتھ کے ہمراہ چل دیے۔

...دوپہر کے قریب یہ لوگ قصبہ میں پہنچ گئے۔ رام ناتھ سیدھا وہاں کے مشہور ترین ...طبیب کے پاس پہنچا۔ طبیب نے ان کے آرام کے لیے اپنے گھر کا ایک کمرہ خالی کر دیا۔

رام ناتھ کے پاس سونے کے جو چند سکّے تھے وہ اس نے وید کو پیش کر دیے۔

لیکن تین دن کے علاج کے بعد اُسے محسوس ہونے لگا کہ روپ وتی کی حالت اور خراب ہو رہی ہے۔ وہ پھر کسی اور طبیب کا پتہ لگانے کی غرض سے مقامی سردار کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا کہ آج کل انہل واڑہ کا شاہی وید مندھیر آیا ہوا ہے۔ اگر تم وہاں پہنچ سکو تو مریضہ کی جان بچ سکتی ہے لیکن اس سے علاج کرانا معمولی آدمی کا کام نہیں۔ وہ صرف سونے کی چمک دیکھ کر بات کرتا ہے۔

رام ناتھ نے پہلی بار انہل واڑہ کے راجہ سے اپنے ذاتی تعلقات جتانے کی ضرورت محسوس کی اور اس نے سردار کے سامنے راجہ کے ساتھ اپنی پہلی ملاقات کا واقعہ بیان کر دیا۔ سردار اس قدر مغلوب ہوا کہ اس نے روپ وتی کو مندھیر پہنچانے کے لیے اپنا رتھ اور بہترین بیل پیش کر دیے۔ اگلے دن رام ناتھ اور روپ وتی رتھ پر سوار ہو کر مندھیر روانہ ہو گئے۔

(۲)

انہل واڑہ کے شاہی طبیب منوراج کا آبائی گھر مندھیر میں تھا اور وہ ہر دوسرے تیسرے مہینے چند دنوں کے لیے انہل واڑہ سے مندھیر آیا کرتا تھا۔ یہاں صرف چند اُمراء ایسے تھے جو اس سے علاج کرا سکتے تھے۔ دولت کی اس کے پاس کمی نہ تھی۔ راجہ نے اُسے ایک بہت بڑی جاگیر دے رکھی تھی لیکن اس کے باوجود وہ پرلے درجے کا لالچی تھا۔ عوام میں اس کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ وہ مریض کی شکل دیکھتے ہی اس کی امارت یا غربت کا اندازہ کر لیتا ہے۔ مندھیر میں راجہ کا چچا ٹھاکر رگھوناتھ اس کا سرپرست تھا اور وہ کسی بیماری کے بغیر بھی اُسے طرح طرح کی دوائیں کھلایا کرتا تھا۔

ایک صبح منوراج بستر سے اُٹھ کر پوجا پاٹ کی تیاری کر رہا تھا کہ اس کے نوکر نے اطلاع دی۔ "ایک نوجوان آپ سے ملنے پر بضد ہے۔"

منوراج نے پوچھا۔ "کون ہے وہ؟"

"مہاراج! مجھے معلوم نہیں، وہ کوئی اجنبی ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ اس وقت ہم کسی سے نہیں ملا کرتے۔"

"مہاراج! میں نے اُسے بہت سمجھایا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں آپ سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اس نے پوچھنے سے پہلے ہی دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا تھا۔ میں نے اسے یہ بھی سمجھایا کہ ہمارے مہاراج عام لوگوں کو منہ نہیں لگاتے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں منہ مانگی قیمت دینے کے لیے تیار ہوں۔"

منوراج نے کہا۔ "اچھا بلاؤ اُسے۔"

نوکر باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان کو لے کر آیا۔ یہ رام ناتھ تھا۔ منوراج کو اس کے چہرے پر امارت کی بجائے تھکاوٹ، پریشانی اور بے بسی کے آثار دکھائی دیے۔ رام ناتھ کے کپڑے بھی کافی میلے ہو چکے تھے۔ شاہی طبیب کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ رام ناتھ کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے نوکر پر برس پڑا۔

"احمق... تم بالکل گدھے ہو۔ میں نے تمھیں کیا کہا تھا؟"

رام ناتھ نے کہا۔ "مہاراج! میں بہت دور سے آپ کا نام سن کر آیا ہوں جلدی کیجیے، میرے ساتھ چلیے۔"

منوراج نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ "جس اُلو نے تمھیں میرے پاس بھیجا ہے وہ میرے نوکر سے بھی زیادہ بیوقوف ہوگا۔"

رام ناتھ نے اپنے جیب میں ہاتھ ڈال کر موتیوں اور ہیروں کی مالا نکالی اور منوراج کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مہاراج! لیکن اگر آپ مجھے بھکاری سمجھتے ہیں تو اسے ابھی سے اپنے پاس رکھ لیجیے۔"

منوراج تھوڑی دیر کے لیے دم بخود رہ گیا۔ پھر مالا کو ایک سرے سے
اٹھاتے ہوئے بولا۔ "یہ تم نے کہاں سے لی ہے؟"

"یہ چوری کا مال نہیں مہاراج!"

منوراج نے نوکر کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ باہر نکل گیا۔ پھر وہ مالا کو اپنی
پر رکھ کر رام ناتھ کی طرف متوجہ ہوا۔ "مریض کہاں ہے؟"

"مہاراج! وہ دھرم شالہ میں ہے۔"

"دھرم شالہ میں!"

"جی ہاں! ہم آدھی رات کے بعد یہاں پہنچے تھے۔ اس لیے وہیں ٹھہرنا پڑا۔"

"آپ کو سیدھا میرے پاس آنا چاہیے تھا۔"

"مہاراج! لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ آپ صبح سے پہلے کسی سے نہیں ملتے۔"

منوراج نے کہا۔ "یہ پہلا موقع ہوگا کہ میں کسی کو دھرم شالہ میں دیکھنے جاؤں
گا۔ تم فوراً واپس جاؤ اور دروازے پر میرا انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

"مہاراج! جلدی کیجیے، مریضہ کی حالت بہت خراب ہے۔" رام ناتھ یہ کہہ کر
نکل گیا اور منوراج دوبارہ مالا کو غور سے دیکھنے لگا۔

منوراج کی بیوی نے عقب کے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "آپ کس سے
باتیں کر رہے تھے؟"

منوراج نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور مالا کو ایک سرے سے پکڑ کر اس کی
آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ "یہ دیکھو!"

بیوی کی آنکھیں خوشی سے چمک اُٹھیں اور اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر
مالا شوہر کے ہاتھ سے لے لی۔

منوراج نے کہا۔ "اگر یہ نقلی نہیں تو اس کی قیمت کوئی راجہ ہی ادا کر سکتا ہے۔"

"آپ نے کہاں سے لی ہے؟"

"یہ مجھے ایک معمولی سا آدمی دے گیا ہے۔ وہ مجھے کسی کے علاج کے لیے بلانے

بیوی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ کوئی راجہ آپ کے پاس بھیس بدل کر آیا ہو۔"

منوراج نے کہا۔ "انہل واڑہ سے ہیروں کا بہت بڑا تاجر ٹھاکر رگھوناتھ کی
کے لیے زیورات لے کر آیا ہوا ہے۔ وہ مالا کو دیکھتے ہی اس کی قیمت بتا دے گا۔"

"تو پھر جلدی اس کے پاس جائیے۔"

"میں پہلے مریض کو دیکھ آؤں، پھر اسے یہیں بلالوں گا۔"

لیکن بیوی ایسے معاملات میں انتظار کرنے کی قائل نہ تھی۔ جونہی منوراج گھر سے
اس نے ایک نوکر کو بلایا اور اُسے حکم دیا کہ فوراً ٹھاکر رگوناتھ کے مہمان خانے سے
ل واڑہ کے جوہری کو بلا لاؤ۔ ٹھاکر رگوناتھ کا محل زیادہ دور نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں
ر جوہری کو لے آیا۔ منوراج کی بیوی نے اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد اُسے مالا دکھائی تو
ں نے حیران ہو کر پوچھا۔ "یہ مالا آپ کے ہاتھ کیسے آئی؟"

"کیوں کیا بات ہے؟" منوراج کی بیوی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"آپ کو معلوم نہیں کہ یہ مالا راجہ کی ہے؟"

"مہاراجہ کی؟"

"جی ہاں! یہ انھیں میں نے ہی بنا کر دی تھی۔ اس میں دو ہیرے ایسے ہیں جو دس
الے میرے پاس تھے۔ مہاراجہ وید جی پر بہت مہربان معلوم ہوتے ہیں لیکن وید جی
نے کبھی نہیں بتایا کہ وہ اتنا بڑا انعام حاصل کر چکے ہیں۔"

منوراج کی بیوی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "یہ مالا انھیں راجہ نے نہیں بلکہ ایک
آدمی نے دی ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"ہمیں معلوم نہیں، وہ ابھی ابھی انھیں کسی مریض کے علاج کے لیے بلا

جوہری نے کہا۔ "آپ کو یقین ہے کہ وہ چور نہیں تھا؟"

"میں نے تو اُسے دیکھا بھی نہیں۔"

"تو پھر اچھی طرح سوچ لیجیے، کہیں ویدجی کی بدنامی نہ ہو۔"

منوراج کی بیوی نے کہا۔ "شاید نوکر کو معلوم ہو کہ وہ کون تھا۔ ٹھہریے میں اسے بلاتی ہوں۔" اور وہ دروازے کی طرف جاکر نوکر کو آوازیں دینے لگی۔

نوکر اندر آیا۔ جوہری نے اس سے سوال کیا۔ "تمھیں معلوم ہے، ویدجی کس کے علاج کے لیے گئے ہیں؟"

"جی وہ دھرم شالہ کی طرف گئے ہیں۔ جو آدمی اُنھیں لے جانے کے لیے آیا تھا، وہ کہتا تھا کہ مریض دھرم شالہ میں ہے۔"

جوہری نے منوراج کی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "ویدجی مجھ پر بہت مہربان ہیں لیکن میں راجہ کا نمک کھاتا ہوں۔ ایسی بات چھپانا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ ویدجی کو بدنامی سے بچانے کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ چور کو بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ابھی ٹھاکرجی کے پاس جاتا ہوں۔ آپ کا فائدہ بھی اسی میں ہے۔ وہ آدمی جس نے یہ مالا چُرائی ہے کوئی معمولی چور نہیں ہوگا۔ آپ اپنے نوکر کو دھرم شالہ بھیج دیں تاکہ جب تک ٹھاکرجی کے سپاہی چور کو گرفتار کرنے کے لیے نہیں پہنچتے وہ اس کا خیال رکھے۔"

منوراج کی بیوی نے ملتجی آواز میں کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ ہم بے قصور ہیں۔ ہمیں بدنامی سے بچانا آپ کا کام ہے!"

جوہری نے جواب دیا۔ "آپ فکر نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر چور پکڑا گیا تو وہ

ویدجی کو بڑے سے بڑے انعام کا حقدار سمجھیں گے۔"

(۳)

روپ وتی کی نبض دیکھنے کے بعد منوراج نے رام ناتھ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ "آپ کی بیوی ہے؟"

رام ناتھ نے جواب دیا۔ "جی..... جی ہاں!" اور روپ وتی نے بستر پر لیٹے لیٹے رام ناتھ کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

روپ وتی کی بیماری کے متعلق چند باتیں پوچھنے کے بعد منوراج نے کہا۔ "آپ کو پریشان نہیں کرنی چاہیے۔ یہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا علاج میرے گھر پر ہو لیکن آج انھیں تکلیف دینا ٹھیک نہیں۔ میں ابھی جا کر نوکر کے ہاتھ دوا بھیجتا ہوں۔ اگر کل تک انھیں کچھ فائدہ ہو گیا تو میں اُنھیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔ شام کو میں اُنھیں پھر دیکھنے آؤں گا۔ ممکن ہے میں دوپہر کے وقت بھی آجاؤں۔"

رام ناتھ نے التجا کی۔ "ضرور آئیے۔ اب مجھے صرف آپ کا آسرا ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں، میں انھیں اپنی بیٹی سمجھتا ہوں۔"

منوراج دھرم شالہ سے باہر نکلا تو اُسے تھوڑی دور اپنا نوکر آتا ہوا دکھائی دیا۔ نوکر کے چہرے پر بدحواسی کے آثار دیکھ کر منوراج کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ رُک کر انتظار کرنے لگا۔ نوکر اس کے قریب پہنچا۔ منوراج نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے مالا کے بارے میں اہل واڑہ کے جوہری کی معلومات بیان کر دیں۔

تھوڑی دیر کے لیے منوراج کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ بالآخر اس نے کہا۔ "ہم دروازے پر سپاہیوں کا انتظار کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ چور نہیں لیکن وہ مالا اگر راجہ کی ہے

توہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم کسی بات میں دخل نہ دیں۔"

منوراج کو دھرم شالہ کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر بہت سے آدمی جمع ہو
یہ بات اس کے لیے بہت پریشان کن تھی۔ تھوڑی دیر بعد ٹھاکر کے سپاہی آ
تو وہ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے آگے بڑھا اور سپاہیوں کے افسر سے کہنے
اوّل تو وہ مجھے چور معلوم نہیں ہوتا۔ اگر وہ چور ہے تو بھی میں نہیں چاہتا کہ
شہر میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ میں ایک چور کی بیوی کے علاج کے لیے دھرم
میں آیا تھا۔ ٹھاکر جی بھی میری بدنامی پسند نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ بہتر ہو گا
اسے کسی بہانے سے باہر لے آؤں اور جب ہم گلی میں پہنچیں تو آپ اُسے گرفتار کر
سپاہیوں کے افسر نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور منوراج دھرم شالہ
اندر چلا گیا۔ جب وہ رام ناتھ کے کمرے میں داخل ہوا تو رام ناتھ روپ وتی کا سر
رہا تھا۔ اس نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔"آپ واپس آ گئے مہاراج!"

"ہاں! آپ میرے ساتھ چلیں۔ دوا کے استعمال کے بارے میں آپ کو بہت
سی باتیں سمجھانی ہیں۔"

رام ناتھ نے قدرے پریشان ہو کر روپ وتی کی طرف دیکھنے لگا۔ روپ وتی نے
نحیف آواز میں کہا۔"جائیے۔ میری فکر نہ کیجیے۔"

رام ناتھ منوراج کے ساتھ دھرم شالہ سے باہر آ گیا۔ جب یہ دونوں ایک کھلے
میدان سے گزر کر تنگ گلی میں داخل ہوئے تو ٹھاکر کے سپاہیوں نے اچانک رام ناتھ
کو گھیرے میں لے لیا۔ رام ناتھ تھوڑی دیر چیخنے چلانے اور قوت آزمائی کرنے کے بعد
آٹھ دس آدمیوں کی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ منوراج اتنی دیر میں تیس چالیس
قدم آگے جا چکا تھا۔ رام ناتھ چلا رہا تھا۔"مجھے چھوڑ دو! بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو
میں راجہ کا دوست ہوں۔" اور سپاہی قہقہے لگا رہے تھے۔

(۴)

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ ایک عالی شان محل کے کشادہ کمرے میں ٹھاکر رگھوناتھ
کے سامنے کھڑا تھا۔ منوراج اور اہل واڑہ کا جوہری ٹھاکر کے دائیں بائیں کرسیوں پر
رونق افروز تھے۔ فوج کے چند سپاہی اور افسر رام ناتھ کے اردگرد کھڑے تھے۔

رگھوناتھ نے رام ناتھ کو مالا دکھاتے ہوئے کہا۔"یہ مالا تم نے کہاں سے لی ہے؟"

رام ناتھ نے جواب دیا۔"مہاراج! یہ مجھے مہاراجہ نے دی تھی۔"

"ہمارے مہاراجہ نے؟"

"جی ہاں!"

"کب؟"

"مہاراج! اس سوال کا جواب آپ مہاراجہ سے پوچھ لیتے تو آپ کے سپاہیوں
کو مجھے گرفتار کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ یہ مالا مجھے مہاراجہ نے اس دن دی تھی جب
وہ جنگل میں شیر کا شکار کھیل رہے تھے اور میں نے انھیں موت کے منہ سے نکالا تھا۔
انھوں نے مجھے اپنا ہاتھی بھی دیا تھا۔"

رگھوناتھ اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ فوج کا افسر جو رام ناتھ کے پیچھے کھڑا تھا، آگے
بڑھا اور اُس نے غور سے رام ناتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"مہاراج! میں شکار میں
مہاراجہ کے ساتھ تھا۔ یہ وہی ہیں۔ اگر میں انھیں پہلے دیکھ لیتا تو سپاہی ایسی غلطی
نہ کرتے۔"

رگھوناتھ نے پریشانی کی حالت میں جوہری اور منوراج کی طرف دیکھا اور پھر
اچانک آگے بڑھ کر مالا رام ناتھ کے گلے میں ڈال دی۔ منوراج اور جوہری بدحواسی کی
حالت میں کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

رام ناتھ نے مالا اتارتے ہوئے کہا "نہیں مہاراج! میں یہ مالا وید جی کو دے چکا ہوں اور دی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔ آپ اگر مجھ پر کوئی احسان کرنا چاہتے ہیں تو وید جی سے کہیے کہ وہ مریضہ کی جان بچانے کی کوشش کریں۔"

"مریضہ تمھاری بیوی ہے؟"

"جی.... جی ہاں وہ میری بیوی ہے۔"

رگھوناتھ نے کہا "اب تم دھرم شالہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ آج سے تم میرے مہمان ہو۔ میرے آدمی تمھارے ہمراہ جاکر تمھاری بیوی کو یہاں اٹھالائیں گے اور وید جی اس کے علاج کے لیے یہیں ٹھہریں گے۔ یہ مالا اپنے پاس رکھو، ہم وید جی کو اس کی قیمت ادا کریں گے۔"

منوراج اپنا کھسیانا پن چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے آگے بڑھا اور اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "مہاراج! میں اُن سے معافی مانگتا ہوں۔ بھگوان جانتا ہے میری خواہش یہی تھی کہ جب ان کی بیوی تندرست ہوجائے تو یہ مالا اُنھیں واپس کردوں۔ مجھے صرف یہ ڈر تھا کہ یہ اتنی قیمتی چیز کہیں کھو نہ بیٹھیں۔ سیٹھ جی کی غلطی کے باعث انھیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔"

جوہری نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا "مہاراج! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مالا اُنھیں مہاراج نے خود دی ہے۔"

رام ناتھ نے مالا منوراج کو پیش کرتے ہوئے کہا "نہیں مہاراج! مالا اب آپ کی ہے۔ میں ان کی جان بچانے کے بدلے میں دنیا کے تمام خزانے آپ کے قدموں میں ڈھیر کرسکتا ہوں۔"

"مجھے زیادہ نادم نہ کیجیے۔" منوراج نے یہ کہتے ہوئے مالا رام ناتھ کے ہاتھ سے لے کر زبردستی اس کے گلے میں ڈال دی۔

ٹھاکر رگھوناتھ کے چار نوکر رام ناتھ کے ساتھ دھرم شالہ کی طرف گئے اور تھوڑی دیر بعد روپ وتی کو پالکی میں بٹھا کر اس کے محل میں لے آئے۔ رگھوناتھ نے اپنے وسیع محل کا ایک حصہ رام ناتھ کے سپرد کردیا۔ روپ وتی قریباً ایک ہفتہ زندگی اور موت کے درمیان لٹکتی رہی۔ شہر کے معزز گھرانوں کی عورتیں محض ٹھاکر کو خوش کرنے کے لیے روپ وتی کی تیمارداری کے لیے آیا کرتی تھیں۔ رام ناتھ نے احتیاط کے طور پر روپ وتی کا نام بدل کر ساوتری رکھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود عورتوں کی آمد و رفت کے باعث وہ ہر اس بات سے فکرمند رہتا کہ اگر کسی نے روپ وتی کو پہچان لیا تو کیا ہوگا۔

دوسرے ہفتے روپ وتی کا بخار اُتر گیا لیکن وہ اس قدر لاغر ہوچکی تھی کہ اُس کی صورت پہچاننا بھی مشکل تھا۔ ٹھاکر کی دو نوکرانیاں روپ وتی کی خدمت پر مامور تھیں۔ تیسرے ہفتے روپ وتی نوکرانی کا سہارا لے کر چند قدم چلنے پھرنے کے قابل ہوچکی تھی۔ اس عرصہ میں رام ناتھ کئی بار ٹھاکر سے یہ درخواست کرچکا تھا کہ اُسے محل سے باہر کسی مکان میں رہنے کی اجازت دی جائے لیکن ٹھاکر رگھوناتھ ہر بار یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ جب تک تمھاری بیوی بالکل تندرست نہیں ہوجاتی تم میرے مہمان ہو۔

محل کے نوکروں کی زبانی رام ناتھ کو یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ ٹھاکر کی شادی ہونے والی ہے اور دور دراز سے سینکڑوں مہمان اس تقریب میں حصہ لینے کے لیے جمع ہوں گے۔ وہ روپ وتی کو ان کی نگاہوں سے دور رکھنے کے لیے شادی سے پہلے محل خالی کردینا ضروری سمجھتا تھا لیکن روپ وتی ابھی تک ایک لمبے سفر کے قابل نہ تھی۔ شاہی طبیب منوراج اس کی حالت کے متعلق ٹھاکر اور رام ناتھ کے سامنے اطمینان کا اظہار کرنے کے بعد واپس انہل واڑہ جاچکا تھا لیکن اس نے سختی سے اس بات کی تاکید کی تھی کہ مریضہ کو چند ہفتے مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ مندر میں منوراج

کاایک شاگرد اپنے استاد کی ہدایات کے مطابق ہر روز اُسے دیکھنے کے لیے آیا کرتا تھا۔

ایک دن اُس نے ٹھاکر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ” مہاراج میری بیوی اب بالکل ٹھیک ہے اور میں آپ کے احسان کا بدلہ عمر بھر نہیں دے سکوں گا۔ لیکن میں ایک بار پھر آپ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ مجھے محل سے باہر کسی مکان میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ اگلے ہفتے آپ کے سینکڑوں مہمان اس محل میں جمع ہو جائیں گے۔ میں نے شہر میں ایک مکان کا بندوبست کر لیا ہے۔ اس لیے آپ مجھے اپنی خوشی سے وہاں رہنے کی اجازت دے دیں۔“

رگھوناتھ نے جواب دیا ” تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے کوئی مہمان تم سے زیادہ عزیز نہیں ہوگا۔ پھر بھی میں تمھاری مرضی کے خلاف تمھیں یہاں ٹھہرانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ لیکن میں تمھیں کسی معمولی مکان میں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ شہر کی دوسری طرف میرا ایک مکان خالی پڑا ہے اگر تمھارا یہ خیال ہے کہ میری شادی کے موقع پر اس محل میں مہمانوں کی بھیڑ تمھیں پریشان کرے گی تو تم وہاں چلے جاؤ۔ میں نے راجہ کو بھی تمھارے متعلق اطلاع بھیج دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب وہ میری شادی پر یہاں آئیں گے تو سب سے پہلے تمھارے متعلق پوچھیں گے۔ وہ انھی دنوں سے کنٹھ کوٹ چلے گئے ہیں ورنہ اب تک تمھارے پاس اُن کا ایلچی آچکا ہوتا۔“

اگلے دن رام ناتھ اور روپ وتی محل چھوڑ کر رگھوناتھ کی ایک پرانی حویلی میں چلے گئے۔ رگھوناتھ کے نوکر یہاں بھی ان کی خدمت کے لیے موجود تھے۔ محل سے ایک عمر رسیدہ خادمہ بھی جسے روپ وتی کے ساتھ بہت اُنس ہو چکا تھا، اُن کے ساتھ آ گئی تھی۔ اس حویلی کے پاس ہی ایک اور عالیشان مکان تھا۔ رام ناتھ اور روپ وتی کو نوکروں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ مکان اس شخص کا ہے جس کی لڑکی سے ٹھاکر رگھوناتھ کی شادی ہونے والی ہے اور اسے حال ہی میں [illegible] علاقے میں جاگیر ملی ہے؟

(۵)

ایک دن روپ وتی اپنی عمر رسیدہ نوکرانی کے ساتھ کوٹھے کی چھت پر کھڑی ٹھاکر رگھوناتھ کی برات دیکھ رہی تھی۔ راجہ، ٹھاکر اور شاہی گھرانے کے چند افراد ہاتھیوں پر اور اُن کے پیچھے بڑے بڑے سردار اور عہدیدار گھوڑوں پر سوار تھے۔ ٹھاکر نے شادی کے موقع پر جمع ہونے والے بھانڈوں اور مسخروں کو راجہ کی آمد سے پہلے ہی انعامات دے کر رخصت کر دیا تھا۔ تاہم ڈھول پیٹنے اور شہنائیاں بجانے والوں کی ایک پوری فوج برات کے ہمراہ تھی۔

جب برات آگے نکل گئی تو روپ وتی جو اپنے مکان کی چھت پر کھڑی کھڑی تھک گئی تھی، نیچے آکر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد بوڑھی خادمہ بھی نیچے اُتر آئی اور اُس نے روپ وتی کے کمرے میں داخل ہو کر کہا ” یہ اچھی بات نہیں ہوئی۔ میں نے اُس لڑکی کو دیکھا ہے۔ بھگوان کی سوگند وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ٹھاکر کی عمر اس کے باپ سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔“

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اندر آیا اور اس نے روپ وتی کو دیکھتے ہی کہا ” تمھاری طبیعت کیسی ہے روپا؟“

” میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ اس نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا ” چھت پر کھڑی کھڑی برات دیکھتے دیکھتے تھک گئی تھی۔“

رام ناتھ نے کہا ” میں ایک بہت اچھی خبر لایا ہوں۔ مہاراج مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر بعد جب بارات واپس چلی جائے گی تو ٹھاکر کے محل میں اُن کا دربار لگے گا اور جس شخص کو سب سے پہلے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے گا، وہ میں ہوں۔ میں ذرا دیر سے آؤں تو گھبرانہ جانا۔“

روپ وتی نے کہا ” رام ناتھ! مجھے ڈر لگتا ہے۔ بہتر ہے کہ ہم یہاں سے فوراً

روانہ ہوجائیں، اب میں سفر کرسکتی ہوں۔"

رام ناتھ نے کہا "تم فکر نہ کرو روپ وتی! اب میں راجہ بھیم دیو کی پناہ میں ہوں۔ اب اگر پروہت بھی یہاں آجائے تو وہ اپنی رسوائی کے خوف سے تمھارے متعلق زبان نہیں کھول سکے گا۔"

روپ وتی نے خوفزدہ ہو کر کہا "تو تمھارا مطلب ہے کہ ہم یہیں رہیں گے۔"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ میں ..... میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمھیں چند دن اور آرام مل جائے۔ پھر تم جانتی ہو کہ راجہ کے مہمانوں کی حیثیت سے ہمارے لیے سفر کرنا بہت آسان ہوگا۔"

رام ناتھ یہ کہہ کر چلا گیا اور روپ وتی خیالات کی دنیا میں کھو گئی۔ وہ چند دن سے محسوس کر رہی تھی کہ نئے مکان میں منتقل ہونے کے بعد رام ناتھ گرد و پیش کے خطرات سے بے پروا ہوتا جارہا ہے اور ٹھاکر کی دوستی آہستہ آہستہ اس کے دل میں یہ احساس پیدا کر رہی ہے کہ وہ دنیا میں بے یار و مددگار نہیں۔ شہر کے لوگ انھیں شوہر اور بیوی سمجھتے تھے۔ رام ناتھ کو گزشتہ واقعات نے مذہب اور سماج کی ہر رسم سے باغی کر دیا تھا۔ اس نے روپ وتی کو سومنات کے پروہت کے ہاتھوں سے چھینا تھا۔ اس نے دیوتاؤں اور ان کے پجاریوں کا مذاق اڑایا تھا اور اب اُن تمام واقعات کے بعد روپ وتی کے ساتھ شادی رچانے کے لیے وہ کسی پنڈت کی خدمات حاصل کرنا مضحکہ خیز سمجھتا تھا لیکن روپ وتی سومنات کے پجاریوں اور پروہت سے نفرت اور حقارت کے باوجود سماج کے آئین کی زنجیریں توڑنے پر آمادہ نہ ہو سکی۔ وہ مرد اور عورت کے ایسے تعلقات کا تصور کرنے کے لیے بھی تیار نہ تھی جو مذہب اور سماج کی رسوم کلیتاً آزاد ہوں۔ اپنے مذہب کے بارے میں اس کے دل میں گوناگوں خیالات کا ایک طوفان موجزن تھا لیکن یہ طوفان صرف سومنات کے مندر کے چند پجاریوں اور

پروہت کی بدعنوانیوں کے خلاف تھا۔ اسے پجاریوں سے نفرت تھی۔ لیکن دیوتاؤں کا خوف اب بھی اس کے دل پر حاوی تھا۔ اس نے دلائل سے زیادہ اپنے آنسوؤں سے رام ناتھ کو یہ ماننے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ شوہر اور بیوی کا ناطہ جوڑنے کے لیے سماج کی رسوم کی پابندی کریں گے اور اس مقصد کے لیے خطرے کی حدود سے باہر نکل جانا ضروری تھا۔ اس کے لیے قنوج میں زنبیر کا گاؤں ایک ایسا قلعہ تھا جہاں وہ کسی خطرے کے بغیر اپنی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ روپ وتی رام ناتھ سے کہا کرتی تھی "جب ہم وہاں پہنچ جائیں گے تو مجھے یہ کہتے ہوئے بھی ڈر محسوس نہیں ہوگا کہ میں سومنات کے مندر سے بھاگ کر آئی ہوں۔ سومنات کا کوئی پجاری مسلمانوں کے خوف سے ہمارا پیچھا نہیں کرے گا۔ زنبیر خوشی سے اپنے محل کے قریب ہمیں جھونپڑی بنانے کی اجازت دے دے گا۔ پھر جب تم کھیتوں میں کام کیا کروگے تو میں تمھارے لیے کھانا لے کر آیا کروں گی۔ تم گایا کروگے اور میں اطمینان سے بیٹھ کر سنا کروں گی۔"

کبھی کبھی رام ناتھ بھی اس کے ساتھ مستقبل کے تصورات میں کھو جاتا لیکن بعض اوقات اس کے جذبۂ خود پسندی کو ٹھیس لگتی اور وہ کہتا "نہیں روپا! تم ایک کسان یا چرواہے کی بیوی بننے کے لیے پیدا نہیں ہوئیں۔ میں زنبیر کے محل کے پاس تمھارے لیے ایک جھونپڑا نہیں بلکہ ایک عالیشان محل تعمیر کروں گا۔ میں ایک سپاہی ہوں، میری تلوار راجوں اور مہاراجوں سے خراج وصول کرے گی۔ جب تک میرے سینے میں ایک سپاہی کا دل ہے میرے لیے شہرت اور کامیابی کے راستے کھلے رہیں گے۔ اہل واڑہ کے مہاراجہ نے اپنی مالا اتار کر میرے گلے میں ڈالی تھی۔ قنوج کے گورنر نے مجھے اپنا دوست بنایا۔ سلطان محمود نے میری بہادری کا اعتراف کیا تھا۔ اگر مجھے یہاں اپنے متعلق اطمینان ہوتا تو میں سیدھا راجہ کے دربار میں چلا جاتا اور پھر تم دیکھتیں بڑے بڑے سرداروں کی بہو بیٹیاں تمھیں پرنام کرنے آتی ہیں۔" رام ناتھ کے منہ

سے ایسی باتیں سُن کر روپ وتی کا دل بیٹھ جاتا اور وہ گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش
کرتی۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ جلد از جلد قنوج پہنچ جائے۔ بخار
اتر جانے کے بعد وہ ہر روز یہ کہا کرتی "میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ میں اب سفر کر
سکتی ہوں۔ ہمیں یہاں نہیں رہنا چاہیے۔ بھگوان کے لیے جلدی یہاں سے نکل چلو
مجھے ڈر لگتا ہے۔" لیکن ویدجی نے یہ کہا ہوا تھا کہ مریضہ ابھی سفر کرنے کے قابل نہیں
اسے چند ہفتے مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ اس وجہ سے رام ناتھ سفر کا خطرہ مول
لینے کے لیے تیار نہ تھا۔

(۶)

آدھی رات ہونے کو تھی لیکن رام ناتھ واپس نہ آیا۔ روپ وتی انتہائی پریشانی کی
حالت میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ بوڑھی نوکرانی دیر تک اس سے باتیں کرنے کے
بعد اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ رام ناتھ کا اتنی دیر تک گھر سے باہر رہنا خلاف معمول
تھا اور جوں جوں رات زیادہ ہو رہی تھی، روپ وتی کی ناراضگی خوف میں تبدیل ہو
رہی تھی۔ بالآخر اُسے صحن میں رام ناتھ کی آواز سنائی دی اور اس کا دل مسرت سے
اچھلنے لگا۔ وہ کرسی سے اٹھی اور دروازے میں کھڑی ہو کر باہر دیکھنے لگی۔ رام ناتھ
چوکیدار سے باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اچانک اس نے دروازے میں روپ وتی کو دیکھا
اور تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا "تم ابھی تک جاگ رہی ہو روپا؟"

روپ وتی نے پیچھے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے شکایت کے لہجے میں
کہا "آپ کو یہ کیسے خیال آیا کہ مجھے نیند آ گئی ہو گی۔"

رام ناتھ نے اُس کی شکایت پر توجہ دینے کی بجائے اپنی کمر سے زری کی پیٹی
کر تلوار اُتار دی اور روپ وتی کو دکھاتے ہوئے کہا "دیکھو روپ وتی! ...

...نے دی ہے۔"

تلوار کی نیام سنہری تھی اور اس کا دستہ ہیروں سے مزین تھا۔ روپ وتی نے کہا۔
"بھگوان کا شکر ہے کہ ایسی خوبصورت چیز نے تمہیں گھر آنے کا راستہ نہیں بھلا دیا؟"

رام ناتھ نے دروازہ بند کر دیا اور آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے
افسوس ہے کہ میں نے تمہیں اتنی دیر پریشان رکھا۔ مہاراجہ کا حکم تھا کہ میں رات کے
وقت اُن کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ اس کے بعد وہ دیر تک میرا گانا سنتے رہے اور مجھے
اپنی مرضی کے خلاف ان کے پاس بیٹھنا پڑا۔ میں تمہارے لیے ایک بہت اچھی خبر لایا
ہوں۔"

روپ وتی نے کہا۔ "میرے لیے سب سے اچھی خبر یہی ہو سکتی ہے کہ ہم کل یہاں
سے چلے جائیں۔"

رام ناتھ نے کہا "نہیں روپ وتی! اب ہمیں در در کی ٹھوکریں نہیں کھانا پڑیں
گی۔ آج سے میں سردار رام ناتھ ہوں۔ راجہ نے بھرے دربار میں یہ اعلان کیا ہے کہ
آج سے تمہارے دوست میرے دوست اور تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔
مہاراجہ نے مجھے پورے آٹھ گاؤں جاگیر میں دیے ہیں۔"

"نہیں نہیں۔" روپ وتی نے سراپا التجا بن کر کہا۔ "بھگوان کے لیے یہاں رہنے
کا خیال دل سے نکال دو۔"

رام ناتھ نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "روپ وتی! تمہیں پریشان
ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے یہاں کوئی خطرہ نظر آتا تو میں انہل واڑہ کی سلطنت
کو ٹھکرا دیتا لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم قنوج کی نسبت اس جگہ کم محفوظ نہیں۔ یہ
وہم تھا کہ سومنات کے پجاری ہماری تلاش کر رہے ہیں۔ آج ٹھاکر کے دو
...وں سے ملاقات ہوئی۔ وہ کہتے تھے کہ سومنات کی نئی دیوی پہلی رات ہی دیوتا

کے چرنوں میں پہنچ گئی تھی اور اگلے دن پروہت نے دیوی کا تاج ایک اور لڑکی کے
سر پر رکھ دیا تھا۔ پروہت مرا نہیں زندہ ہے۔ پجاری کہتے تھے کہ گزشتہ دنوں رات
کے وقت سیڑھی پر سے پھسل جانے کے باعث پروہت کے سر پر زخم آگیا تھا۔
مہاراجہ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے پجاری نے تمہارے فوراً غائب ہو جانے کی
وجہ یہ بیان کی ہے کہ مہادیو نئی دیوی پر بہت مہربان تھے۔"

روپ وتی نے کہا۔ "تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب مجھے کوئی خطرہ نہیں
لیکن تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ پجاری درپردہ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"نہیں روپ وتی! پجاری جس مقصد سے یہاں آئے ہیں وہ بھی مجھے معلوم ہو
ہے۔ ٹھاکر جی نے مجھے بتایا تھا کہ سومنات کی طرف مسلمانوں کی پیش قدمی کا خطرہ
آئے دن بڑھ رہا ہے اور پروہت نے ان پجاریوں کو مہاراجہ سے مشورہ کرنے
بھیجا ہے۔ اب تمہاری تلاش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مجھے ایسا معلوم ہوتا
ہے اگر کوئی پجاری تمہیں پہچان بھی لے تو وہ یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ تم روپ وتی ہو
اگر تم خود بھی برسرِعام شور مچاؤ تو وہ یہ کہیں گے یہ کوئی دیوانی ہے۔ وہ روپ وتی
جو مندر کی دیوی تھی، زمین پر نہیں آکاش میں رہتی ہے؟"

روپ وتی نے کہا۔ "فرض کرو اس شہر میں مجھے کوئی ایسی لڑکی مل جائے جس
نے مجھے مندر میں دیکھا ہو تو کیا ہو گا؟"

رام ناتھ نے اطمینان سے جواب دیا۔ "کچھ نہیں، اول تو ایسی تمام لڑکیاں
سن چکی ہوں گی کہ مندر کی روپ وتی کسی اور دنیا میں جا چکی ہے۔ پھر تم ان سے
کہو گی کہ میرا نام روپ وتی نہیں ساوتری ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ تمہارے
پروہت اور پجاریوں کے بیانات جھٹلانے کی بجائے یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں گی
روپ وتی اور ساوتری ایک ہی صورت کی لڑکیاں ہیں۔"

روپ وتی نے کہا۔ "لیکن اگر یہ بات پروہت تک پہنچ جائے کہ اس شہر میں روپ وتی
شکل کی ایک اور لڑکی ہے تو دنیا کی کون سی طاقت ہے جو مجھے اس کے انتقام سے
بچا سکے گی؟ راجہ اور ٹھاکر کے لیے اس کا معمولی اشارہ بھی حکم کے برابر ہو گا اور
پہلے اس کے کہ میری آواز میرے ہونٹوں سے باہر نکلے میرا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔
کسی کو اس بات کا علم تک نہیں ہو گا کہ پروہت نے اپنا پاپ چھپانے کے لیے موت
کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ بے شک راجہ اور ٹھاکر تم پر مہربان ہیں لیکن پروہت کے
ماتھے پر بل دیکھ کر انھیں ہمارے بارے میں یہ پوچھنے کی بھی جرأت نہیں ہو گی کہ ہم
نے کیا جرم کیا ہے۔"

رام ناتھ نے کہا۔ "روپ وتی تم ایسی باتیں کیوں سوچتی ہو۔ ہم سومنات سے
کوسوں دور ہیں۔ میں انہل واڑہ کی سلطنت میں ایک سردار کی حیثیت رکھتا ہوں۔
راجہ بھیم دیو مجھے صفائی کا موقع دیے بغیر تمہیں پروہت کے حوالے نہیں کرے گا اور
پروہت اگر بیوقوف نہیں تو اپنی بدنامی کے ڈر سے مجھ سے اُلجھنا پسند نہیں کرے گا۔"

روپ وتی نے مایوسی کے انداز میں کہا۔ "مندر میں مجھے کبھی موت کا ڈر محسوس
نہیں ہوا تھا لیکن تمہاری دنیا میں آنے کے بعد موت کا تصور میرے لیے بہت بھیانک
ہو چکا ہے۔ اب میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ اب میرے دیوتا تم ہو۔"

رام ناتھ نے اپنی کرسی آگے گھسیٹ لی اور روپ وتی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے
ہوئے کہا۔ "تمہارے بغیر میری زندگی بے معنی تھی۔ اب میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سب
تمہارے لیے ہے۔ میں تمہاری یہ غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس شہر میں
رہنا چاہتا ہوں۔ راجہ انہل واڑہ کے آس پاس مجھے جاگیر دینا چاہتا تھا لیکن میں
نے یہ بہانہ کیا کہ مجھے شکار کا شوق ہے۔ اس لیے مجھے مشرقی سرحد کے جنگلات کے پاس
رہنے کی اجازت دی جائے۔ راجہ نے میری یہ درخواست خوشی سے مان لی ہے

اور مجھے سرحد کے پاس آٹھ گاؤں عطا کر دیے ہیں۔ ان بستیوں سے آگے وسیع جنگل ہیں جہاں کہیں کہیں نیچ ذات کے چرواہے رہتے ہیں۔ میں اس جنگل کا جو حصّہ آباد کروں گا وہ بھی میری جاگیر ہوگا۔ راجہ نے چند برس قبل شکار کے دنوں میں اپنے قیام کے لیے دریا کے کنارے ایک مکان بنوایا تھا۔ اب وہاں سرحدی بستیوں کی حفاظت کے لیے فوج کا ایک دستہ رہتا ہے۔ میں نے اس علاقے کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ میرے وہاں پہنچتے ہی یہ مکان خالی کر دیا جائے گا۔ سپاہیوں کے لیے مجھے جھونپڑیاں بنوانی پڑیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مقام سومنات کے پجاریوں کی پہنچ سے بہت دور ہوگا اور ہم وہاں آزادی سے زندگی بسر کر سکیں گے۔ میں کسی برہمن کو پکڑ لاؤں گا اور ہم چپ چاپ شادی کی رسمیں پوری کر لیں گے۔ جنگل میں جو لوگ رہتے ہیں وہ زیادہ تر بھیل ہیں۔ کبھی کبھی یہ لوگ سرحد کی بستیوں میں چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے آجاتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے اگر میں ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے کی بجائے اچھا سلوک کروں تو یہ امن پسند ثابت ہو سکتے ہیں۔ تمہاری صحت ذرا ٹھیک ہو جائے تو میں چند دن کے لیے وہاں جاؤں گا اور ضروری انتظامات کے بعد تمہیں اپنے ساتھ وہاں لے جاؤں گا۔ میں تمہارے یہاں چند ہفتے اور ٹھہرنے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ بیماری کے باعث تمہاری صورت اس درجہ بدل چکی ہے کہ تمہیں دیکھ کر کسی کو اس بات کا شک نہیں ہو سکتا کہ تم ہی روپ وتی ہو۔"

روپ وتی نے کہا۔ "لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں یہ نہیں سمجھ سکی کہ تم نے قنوج جانے کا ارادہ کیوں بدل دیا ہے۔ میں یہ جانتی ہوں کہ تم ایک عام آدمی کی بجائے ایک سردار بننا چاہتے ہو لیکن کیا زنبیر اور قنوج کے گورنر کی دوستی تمہارے کسی کام نہ آتی۔ کیا وہاں ہم اپنے گزارے کے لیے صرف چند کھیت حاصل کر لینے کے بعد زیادہ خوش نہ ہوتے؟"

رام ناتھ نے جواب دیا "روپ وتی! اگر میں قنوج کے مستقبل سے مطمئن ہوتا تو بڑی سے بڑی جاگیر ٹھکرا کر بھی وہاں چلا جاتا لیکن قنوج اور اس کی ہمسایہ ریاستوں کے لیے ابھی تک یہ خطرہ موجود ہے کہ محمود کی فوجیں کسی دن واپس چلی جائیں گی اور وہاں کے ہندو ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جن پر مسلمانوں سے دوستی کا الزام ہوگا۔ ان حالات میں زنبیر جیسے لوگوں کی جانیں خطرے میں ہوں گی۔ میں تنہا ہوتا تو یقیناً زنبیر کے پاس رہنا پسند کرتا لیکن تمہارے لیے میں ایسے تمام خطروں سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ تمہاری تسلی کے لیے میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں قنوج کے حالات سے باخبر رہوں گا اور جونہی اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہاں ہمارا مستقبل محفوظ ہے ہم وہاں چلے جائیں گے۔"

روپ وتی نے کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ تم سومنات پر مسلمانوں کے حملے کے خطرے کے باوجود اس علاقے کو محفوظ سمجھتے ہو؟"

رام ناتھ نے جواب دیا "مجھے اُن سے کوئی خطرہ نہیں۔"

روپ وتی نے پوچھا "کیا راجہ کے جاگیردار ہوتے ہوئے تم مسلمانوں کے خلاف اس کا ساتھ نہیں دو گے؟"

رام ناتھ نے جواب دیا "نہیں یہ جاگیر میں نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کا وعدہ کر کے حاصل نہیں کی بلکہ راجہ کی جان بچانے کا صلہ ہے۔ مجبوری کی حالت میں میں ہر وقت سرحد عبور کر کے قنوج یا کسی اور ریاست میں پناہ لے سکوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ راجہ کے دوش بدوش کھڑا ہو کر بھی میں اپنی تلوار مسلمانوں کے خلاف نہیں اٹھا سکوں گا لیکن تمہیں ابھی ایسی باتیں سوچ کر پریشان نہیں ہونا چاہیے جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔ سردست سرحد کے علاقے قنوج سے کم محفوظ نہیں۔ اچھا اب تم آرام کرو۔"

رام ناتھ اُٹھ کر برابر کے کمرے کی طرف بڑھا لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر
اُسے کوئی خیال آیا اور اس نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا "روپ وتی ٹھاکر کی دلہن کو
تمام بڑے بڑے سرداروں کی بیویوں نے تحائف پیش کیے ہیں۔ اب چونکہ یہ مشہور
ہو چکا ہے کہ تم میری بیوی ہو اور ٹھاکر کے مجھ پر احسانات بھی ہیں۔ اس لیے
تمھیں ٹھاکر کی دلہن کو کوئی بہت قیمتی تحفہ پیش کرنا چاہیے۔ انہل واڑہ کا جوہری
ابھی تک یہیں ہے، میں اس سے مل چکا ہوں، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک
ہفتے کے اندر اندر انہل واڑہ سے کنگن کا ایک خوبصورت جوڑا منگا دے گا اور قیمت
بعد میں وصول کرے گا۔ ٹھاکر کا دل رکھنے کے لیے میں نے اُسے یہ کہہ دیا تھا کہ میری
بیوی کی طبیعت ٹھیک نہیں اور وہ تندرست ہوتے ہی ٹھاکرانی کو پرنام کرنے کے
لیے حاضر ہو گی۔"

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ دوسرے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا لیکن روپ وتی
بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدل رہی تھی۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی ان
دیکھی قوت رام ناتھ کو اس کے ہاتھوں سے چھین کر کہیں دور لے جا رہی ہے۔ اس
کے دل سے بار بار یہ آواز نکل رہی تھی۔ "رام ناتھ! تم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے
ہو۔"

(۷)

اگلے دن مہاراجہ بھیم دیو نے اپنی راجدھانی کی طرف کوچ کیا۔ روانہ ہونے سے
پہلے اس نے ٹھاکر رگھوناتھ کو ہدایت کی کہ رام ناتھ کو اس کی جاگیر میں آباد کرنے
کے لیے ہر ممکن مدد دی جائے۔ روپ وتی کو یقین ہو چکا تھا کہ رام ناتھ قنوج نہیں
جائے گا چنانچہ اب وہ کسی تاخیر کے بغیر سرحد پر اپنے نئے گھر میں منتقل ہونے پر
بضد تھی۔ وہ صبح شام رام ناتھ سے کہا کرتی تھی، "میں اب سفر کر سکتی ہوں۔ اب

ہمیں فوراً یہاں سے چلے جانا چاہیے۔" لیکن رام ناتھ ہر بار یہ کہہ کر ٹال دیا کرتا تھا
کہ ابھی تم کمزور ہو اگر راستے میں دوبارہ بیمار ہو گئیں تو اس دور افتادہ مقام پر کسی اچھے
طبیب کی خدمات حاصل کرنا ممکن نہ ہو گا۔

ٹھاکر رگھوناتھ کی شادی سے چار دن بعد روپ وتی کا اصرار شدید ہو گیا اور
رام ناتھ مجبور ہو کر کہنے لگا "اچھا تو میں کل اپنی جاگیر دیکھنے چلا جاؤں گا اور پانچ چھ
روز میں ضروری انتظامات کرنے کے بعد واپس آ کر تمھیں اپنے ساتھ واپس لے جاؤں
گا۔ اس عرصہ میں تمھاری حالت اور بھی اچھی ہو جائے گی۔"

اگلی صبح چھ سوار جنھیں ٹھاکر نے رام ناتھ کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ حویلی سے
باہر کھڑے تھے اور رام ناتھ صحن میں روپ وتی سے رخصت ہو رہا تھا۔ "رام ناتھ دیر
نہ لگانا۔" روپ وتی نے سراپا التجا بن کر کہا۔

رام ناتھ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد واپس آ
جاؤں گا۔ اگر جوہری میری غیر حاضری میں کنگن لے آئے تو خادمہ کو ساتھ لے کر
ٹھاکر کے گھر چلی جانا۔ میں شہر کے دکاندار کو کپڑوں کے لیے کہہ آیا ہوں۔ وہ ایک بہترین
جوڑا ٹھاکر کی بیوی کے لیے اور دوسرا تمھارے لیے پہنچا دے گا۔ ابھی جب میں ٹھاکر
کے پاس گیا تھا تو انھوں نے تمھارے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے بتایا کہ اب تمھاری صحت
بہت اچھی ہے اور تم ایک دو دن میں ٹھاکرانی کو پرنام کرنے آؤ گی۔"

روپ وتی نے کہا "جلد آنا میں بہت ڈرتی ہوں۔"

"تم ٹھاکر کے گھر جانے سے ڈرتی ہو۔ اب تو اس کے مہمان بھی جا چکے ہیں۔"

"نہیں.... مجھے کوئی خدشہ نہیں۔ صرف تمھاری فکر ہے۔ اب تم سردار بن چکے
ہو، مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمھیں میرے ہاتھوں سے چھین نہ لے۔"

"روپ وتی! مجھے صرف موت تمھارے ہاتھوں سے چھین سکتی ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔" روپ وتی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "میں پگلی ہوں۔ جاؤ تمہارے ساتھی باہر انتظار کر رہے ہیں۔"

رام ناتھ دروازے کی طرف بڑھا۔ روپ وتی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ رام ناتھ نے ایک ثانیہ کے لیے مڑ کر روپ وتی کو دیکھا اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد روپ وتی حویلی سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سُن رہی تھی۔

پہچان

دو دن بعد روپ وتی اپنی خادمہ کے ہمراہ رگھوناتھ کے محل میں داخل ہوئی۔ خادمہ ایک چاندی کی طشتری اٹھائے ہوئے تھی۔ جس کے اوپر ایک ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ ٹھاکر کی ایک خادمہ جو ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ انھیں ایک کمرے کے سامنے ٹھہرا کر چلی گئی۔ چند لمحات کے بعد اس نے واپس آ کر روپ وتی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ روپ وتی اپنی خادمہ کے ہاتھ سے طشتری لے کر اندر چلی گئی۔

ٹھاکر کی بیوی ایک کشادہ چوکی پر بیٹھی تھی، جو مخمل کے گدیلوں اور زرتار جھالروں سے آراستہ تھی۔ روپ وتی ایک ہاتھ سے طشتری سنبھالتے ہوئے آگے بڑھ کر جھکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کا پاؤں چھونے لگی۔ ٹھاکرانی نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا تو اس نے جلدی سے اپنے دونوں گھٹنے فرش پر ٹیک دیے اور ادب سے سر جھکاتے ہوئے طشتری آگے کر دی۔ ٹھاکر کی بیوی نے رومال اٹھا کر اس کا تحفہ دیکھے بغیر طشتری اس کے ہاتھ سے لے لی اور اپنے قریب رکھ لی۔

روپ وتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ٹھاکر کی بیوی نے پہلی بار اس کا چہرہ غور سے دیکھا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم! تم یہاں!"

روپ وتی نے گردن اُٹھائی اور اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کے [illegible]
سامنے نرملا کھڑی تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے ہٹی اور ایک کرسی پر گر پڑی۔ اس کا [illegible]
سر چکرا رہا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے تاریکی چھا رہی تھی۔ چند لمحات کے [illegible]
نرملا کو بھی اپنے گرد وپیش کا ہوش نہ رہا۔ وہ سکتے کے عالم میں اپنی اس سہیلی کی طرف
دیکھ رہی تھی جس کے بارے میں سومنات کے پجاریوں نے چند دن قبل [illegible]
تھی کہ وہ دیوتا کے چرنوں میں پہنچ چکی ہے۔ آہستہ آہستہ روپ وتی کا مرجھایا ہوا
اور اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اس لڑکی سے مختلف دکھائی دینے لگیں جس کے [illegible]
میں اس نے زندگی کی تمام دلفریبیاں، سرمستیاں اور رعنائیاں دیکھی تھیں۔

روپ وتی کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں آہستہ آہستہ زندگی کے آثار نمودار ہونے
لگے لیکن خوف کے باعث اس کے چہرے میں جو تغیر آچکا تھا وہ نرملا کی سراسیمگی [illegible]
کرنے کے لیے کافی تھا۔

ہوش میں آتے ہی روپ وتی کی قوت مدافعت بیدار ہوگئی۔ اس نے ڈوبتی [illegible]
آواز میں کہا "معاف کیجیے، میں بہت بیمار رہی ہوں۔ مجھے چکر آ گیا تھا۔"

نرملا نے کہا "آپ کو ایسی حالت میں تکلیف نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"میرا خیال تھا کہ میں اب ٹھیک ہوگئی ہوں۔"

نرملا نے قدرے توقف کے بعد کہا "میں آپ کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ [illegible]
نام کیا ہے؟"

"جی میرا نام ساوتری ہے۔"

"آپ کی کوئی بہن سومنات کے مندر میں تو نہیں تھی؟"

"جی نہیں۔"

"سومنات کے مندر میں ایک لڑکی کی شکل بالکل آپ جیسی تھی۔ آپ کو [illegible]

یوں معلوم ہوا جیسے وہ لڑکی رُوپ بدل کر یہاں آگئی ہے۔"

روپ وتی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا "ایک ہی صورت کی دو لڑکیاں دیکھ کر گھبرانے کی کیا بات تھی؟"

نرملا نے جواب دیا "بات دراصل یہ تھی کہ وہ لڑکی مندر کی دیوی بنتے ہی دیوتا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ مجھے وہ بہت یاد آیا کرتی ہے۔"

"اور آپ نے یہ سمجھا کہ آپ کی یاد نے اُسے میرے روپ میں آپ کے پاس پہنچا دیا ہے۔"

"نہیں میں تو ڈر ہی گئی تھی۔"

روپ وتی نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "اب تو مجھے دیکھ کر آپ نہیں ڈریں گی نا؟"

"نہیں۔ لیکن آپ وعدہ کریں کہ تندرست ہونے کے بعد آپ مجھ سے ملنے آیا کریں گی۔"

روپ وتی نے جواب دیا "ضرور آیا کروں گی۔"

نرملا نے قدرے بے توجہی سے طشتری پر سے کپڑا اُٹھایا۔ طشتری میں زری کی ساڑھی کے اُوپر چاندی کی ایک ڈبیہ رکھی تھی۔ اُس نے ڈبیہ کھولی اور کنگن نکال کر دیکھنے لگی۔

"بہن! تم نے بہت تکلیف کی۔" نرملا نے کہا۔

"مجھے امید ہے کہ آپ ایک غریب بہن کا تحفہ نہیں ٹھکرائیں گی۔"

نرملا نے کنگن دوبارہ ڈبیہ میں رکھ دیے اور کہا "آپ یقین کریں کہ میں اسے بہترین تحفہ سمجھتی ہوں۔ مجھے زیور پہننے کا شوق نہیں، لیکن آپ کا یہ تحفہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا۔"

(۲)

روپ وتی رخصت ہونے کے لیے اجازت لینے کا ارادہ کر رہی تھی کہ نرملا کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ٹھاکر اندر داخل ہوا۔ روپ وتی جلدی سے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"ارے ساوتری! تم کب آئیں؟" ٹھاکر نے پوچھا۔

"مہاراج! میں ابھی آئی ہوں۔"

"اب تو تمھاری صحت اچھی معلوم ہوتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ نرملا کی طرف متوجہ ہوا۔ "یہ ہمارے نئے جاگیردار کی دھرم پتنی ہیں۔ ان کے پتی نے اپنی جان پر کھیل کر ہمارے مہاراجہ کی جان بچائی تھی۔"

روپ وتی کے چہرے پر دوبارہ پریشانی کے آثار نمودار ہونے لگے، اُس نے نرملا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "اب مجھے اجازت دیجیے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔"

نرملا نے جواب دیا۔ "بہت اچھا آپ جا کر آرام کریں، لیکن دوبارہ ملنے کا وعدہ نہ بھولیں۔"

روپ وتی نے ٹھاکر اور ٹھاکرانی کو پرنام کیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ ٹھاکر نرملا کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ نرملا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "جب میں سومنات میں تھی تو وہاں محل میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ ایک سپاہی نے مجھے اُس کے متعلق بتایا تھا کہ اس نے راجہ کو چیتے کے حملے سے بچایا ہے۔"

ٹھاکر نے کہا۔ "یہ وہی ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ راجہ نے اسے سومنات جانے کے لیے اپنا ہاتھی دیا تھا اور وہاں ہمارے محل میں ہی رہا تھا۔"

"کیا نام ہے اس کا؟"

"رام ناتھ!"

"آپ اس لڑکی کا نام جانتے ہیں؟"

"ہاں! اس کا نام ساوتری ہے۔"

"آپ کو معلوم ہے اس کا گھر کہاں ہے؟"

ٹھاکر نے جواب دیا۔ "رام ناتھ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ سومنات آنے سے پہلے اپنی بیوی کو اُس کے باپ کے گھر چھوڑ آیا تھا۔ ساوتری کا باپ کالنجر کی سرحد پر کسی گاؤں میں رہتا تھا۔ جب مسلمانوں کی فوج گوالیار فتح کرنے کے بعد کالنجر کی طرف بڑھی تو ساوتری کا باپ سرحدی فوج کے چند دستوں کے ساتھ اپنے علاقے کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا۔ ساوتری کی ماں پہلے ہی مر چکی تھی۔ باپ کی موت کے بعد اُس نے ایک وفادار نوکر کو ساتھ لیا اور رام ناتھ کی تلاش میں نکل پڑی۔ اتفاق سے انھیں یاتریوں کا ایک قافلہ مل گیا اور یہ ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ادھر رام ناتھ کالنجر کے حالات سنتے ہی ساوتری کا پتہ لگانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ ممکن تھا کہ رام ناتھ کالنجر کی خاک چھانتا رہتا اور ساوتری سومنات میں اسے تلاش کرتی پھرتی، لیکن بھگوان نے ان پر دیا کی اور سومنات سے تیس چالیس کوس ادھر ہی ان کا ملاپ ہو گیا۔ رام ناتھ نے واپس سومنات جانے کی بجائے انہل واڑہ پہنچنے کا ارادہ کیا، لیکن راستے میں اُس کی بیوی بیمار ہو گئی۔ جب وہ یہاں پہنچے تو ساوتری کی حالت بہت خراب تھی۔ اس لیے میں نے انھیں اپنے پاس ٹھہرا لیا۔"

یہ افسانہ رام ناتھ نے ٹھاکر اور شہر کے دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے چھپنے کے لیے تراشا تھا۔ لیکن ٹھاکر سے چند اور باتیں معلوم کرنے کے بعد نرملا کے شکوک پھر تازہ ہو گئے۔ اُس پر یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ رام ناتھ وہی نوجوان ہے، جسے اس نے سومنات میں دیکھا تھا۔ لیکن روپ وتی کے متعلق وہ جس قدر سوچتی تھی اُسی قدر اُس کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ٹھاکر نے پوچھا ـــ "تم کیا سوچ رہی ہو؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "کچھ نہیں۔ میں اس بات پر حیران ہوں کہ ساوتری کی شکل بالکل اس لڑکی جیسی ہے، جسے میں نے سومنات کے مندر میں دیکھا تھا۔"

ٹھاکر نے کہا۔ "اس میں حیران ہونے کی کون سی بات ہے۔ دنیا میں کئی انسانوں کی صورتیں آپس میں ملتی ہیں۔"

نرملا نے کہا۔ "لیکن میں تو اس لڑکی کو دیکھ کر ڈر سی گئی تھی۔ آپ نے پجاریوں کی زبانی اُس لڑکی کے بارے میں سُنا ہوگا جو سومنات کی دیوی کا تاج پہنتے ہی دیوتاؤں کے پاس پہنچ گئی تھی۔ میں نے ساوتری کو دیکھا تو یوں معلوم ہوا کہ مندر کی دیوی ایک نئے روپ میں یہاں آ گئی ہے۔ لیکن جب اس سے بات چیت ہوئی تو میرا ڈر جاتا رہا اور میں نے محسوس کیا کہ روپ وتی جو مندر کی دیوی بنی تھی اس لڑکی سے بہت زیادہ خوبصورت تھی۔ پھر بھی میں اس قدر بدحواس تھی کہ اس لڑکی کو اپنی طرف سے کوئی تحفہ نہ دے سکی۔ وہ میرے لیے بہت قیمتی تحفہ لائی ہے یہ دیکھیے۔" نرملا نے چاندی کی ڈبیہ اٹھائی اور کھول کر ٹھاکر کے سامنے کر دی۔

ٹھاکر نے ڈبیہ سے کنگن نکال کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "واقعی یہ بہت اچھے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ساوتری ہمارے گھر سے خالی ہاتھ گئی ہے۔"

نرملا نے کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ میں خود اس کے پاس جاؤں اور اپنی طرف سے ایک ہار پیش کروں۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوگا۔ ہمارے مہاراج' رام ناتھ پر بہت مہربان ہیں اور اس کی بیوی کی عزت کرنی چاہیے۔ اس کا گھر تمہارے پتاجی کے مکان کے قریب ہے ـــ تم جب چاہو پالکی میں بیٹھ کر وہاں چلی جاؤ۔"

"تو میں کل ضرور جاؤں گی۔ میرا ارادہ ہے کہ وہاں سے پتاجی کو بھی دیکھتی آؤں۔"

"بہت اچھا۔" ٹھاکر یہ کہتے ہوئے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

دن کے تیسرے پہر نرملا کی آنکھ کھلی تو ایک خادمہ نے آ کر کہا۔ "تھوڑی دیر پہلے ٹھاکر جی آپ کو دیکھنے آئے تھے۔ لیکن آپ گہری نیند سو رہی تھیں اور انہوں نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ ٹھاکر جی کو اطلاع ملی ہے کہ سومنات کے پروہت جی مہاراجہ سے ملنے انہل واڑہ جا رہے ہیں۔ کل رات وہ یہاں ٹھہریں گے آج وہ یہاں سے پندرہ بیس کوس کسی سردار کے پاس ٹھہر گئے ہیں۔ ٹھاکر جی ان کے سواگت کے لیے گئے ہیں۔ وہ رات پروہت جی کے پاس رہیں گے اور کل دوپہر تک انہیں ساتھ لے کر واپس آ جائیں گے۔"

(۳۳)

اگلی صبح روپ وتی اپنے مکان کے ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ خادمہ بھاگتی ہوئی آئی اور اُس نے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "ٹھاکر جی کی بیوی آئی ہیں۔"

ایک ثانیہ کے لیے روپ وتی کا خون منجمد ہو کر رہ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ اُٹھی اور لرزتی، کانپتی اور ڈگمگاتی ہوئی اس کے استقبال کے لیے کمرے سے باہر نکلی۔ اتنی دیر میں نرملا برآمدے میں آ چکی تھی۔

نرملا نے کہا۔ "آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "آیئے تشریف رکھیے۔"

"میں آپ کو زیادہ پریشان نہیں کروں گی۔" نرملا نے اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

روپ وتی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ کو یہ کیسے خیال آیا کہ میں آپ

کو دیکھ کر پریشان ہوگئی ہوں۔ تشریف رکھیے۔"

نرملا نے روپ وتی کی خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم جاؤ اور یہ دروازہ بند کر دو۔ میں ان سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

خادمہ نے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا تو روپ وتی نے اور زیادہ سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "تنہائی کے لیے پچھلا کمرہ زیادہ موزوں ہوگا۔"

"چلیے!"

روپ وتی اور نرملا عقب کے کمرے میں چلی گئیں۔ یہ کمرہ نسبتاً تاریک تھا۔ نرملا اور روپ وتی آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ نرملا خاموشی سے روپ وتی کی طرف دیکھ رہی تھی اور روپ وتی کا دل دھڑک رہا تھا۔ بالآخر نرملا نے اپنے گلے سے ایک ہار اتارتے ہوئے کہا۔ "میں کل آپ کو یہ تحفہ دینا بھول گئی تھی، لیجیے!"

"نہیں، یہ آپ کے گلے میں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

"میرے پاس اور بہت سے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میری شادی ہی زیورات سے ہوئی ہے۔" یہ کہتے ہوئے نرملا نے روپ وتی کے گلے میں ہار ڈال دیا۔

چند لمحات دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔ پھر نرملا نے کہا۔ "آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ میں کافی مدت سومنات کے مندر میں رہ چکی ہوں۔ آج مجھے پتہ چلا کہ آپ کے پتی اُسی محل میں ٹھہرے تھے جہاں میں رہتی تھی۔"

روپ وتی محسوس کر رہی تھی کہ اس کے دل کی دھڑکن بند ہو رہی ہے۔ نرملا نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کے پتی کو دیکھا تھا وہاں اُن کا ایک دوست بھی تھا۔ اس کا نام رنبیر تھا۔"

روپ وتی نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں... میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں کبھی سومنات نہیں گئی۔ میں کالنجر سے اُن کی تلاش میں آئی تھی۔ ہمارا قافلہ ابھی سومنات سے

کئی کوس دور ہی تھا کہ وہ مل گئے۔ میں بیمار تھی، اس لیے وہ مجھے یہاں لے آئے۔"

نرملا نے کہا۔ "میں نے تو یہ نہیں کہا کہ آپ وہاں گئی تھیں، لیکن میرا خیال تھا شاید آپ کے پتی نے کبھی آپ سے رنبیر کا ذکر کیا ہو۔ میں اُس کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتی ہوں۔"

روپ وتی نے ڈوبتے ہوئے دل کو سہارا دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "ابھی تک انھوں نے میرے سامنے اس نام کے کسی دوست کا ذکر نہیں کیا لیکن میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب وہ آئیں گے تو میں اُن سے ضرور پوچھوں گی۔"

"نہیں نہیں، آپ انھیں یہ نہ بتائیں کہ میں نے رنبیر کے بارے میں پوچھا ہے، بھگوان کے لیے ایسا نہ کیجیے۔"

"اچھا، نہیں پوچھوں گی!"

"آپ کے پتی کب واپس آئیں گے؟"

"وہ سات دن کا وعدہ کر کے گئے ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ جلد آجائیں گے۔"

نرملا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا اب میں جاتی ہوں۔"

روپ وتی ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوگئی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ایک بہت بڑی مصیبت ٹل گئی ہے ——— نرملا دو قدم اٹھانے کے بعد اچانک رک گئی اور مڑ کر روپ وتی کی طرف دیکھنے لگی۔ روپ وتی ایک بار پھر اپنے دل میں ناخوشگوار دھڑکنیں محسوس کرنے لگی۔

نرملا بولی۔ "آج باقی دن میرا گھر رہنا ضروری ہے، ورنہ میں شام تک آپ سے باتیں کرتی۔ آپ کیوں نہیں آتیں میرے ساتھ۔ چلیے آپ یہاں اکیلی کیا کریں گی۔ ہم دونوں پالکی میں بیٹھ جائیں گی، آج ہمارے گھر سومنات کے بڑے پروہت جی

آرہے ہیں۔ میں انھیں کہوں گی کہ وہ آپ کی صحت کے لیے پرارتھنا کریں۔ پتھیّا!

روپ وتی کے لرزتے ہوئے ہونٹوں سے "نہیں نہیں" کی آواز نکلی اور وہ ایک بے جان شے کی طرح فرش پر گر پڑی

نرملا ایک ثانیہ کے لیے مبہوت سی ہو کر رہ گئی اور پھر بھاگتی ہوئی برآمدے میں گئی اور خادمہ کو آوازیں دینے لگی۔

تھوڑی دیر بعد جب روپ وتی کو ہوش آیا تو وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور نرملا اس کے سرہانے بیٹھی اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھی۔ بوڑھی خادمہ کے علاوہ چار عورتیں جن میں دو نرملا کے ساتھ آئی تھیں اور باقی حویلی کے نوکروں کی بیویاں تھیں، اُس کے گرد کھڑی تھیں۔

روپ وتی نے نرملا کے چہرے پر اپنی نظریں گاڑ دیں۔ نرملا کو ان خاموش نگاہوں میں اس بے گناہ مجرم کی فریاد سنائی دی، جس کے سر پر جلاد کی تلوار چمک رہی ہو۔ اس نے باقی عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "انھیں کمزوری کے باعث چکر آگیا تھا، اب تم میں سے کسی کو یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں"

روپ وتی نے ہاتھ کے اشارے سے نرملا کی تائید کی اور تمام عورتیں باہر نکل گئیں۔ پھر اُس نے اچانک اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کیا کرنا چاہتی ہیں" نرملا کے رہے سہے شکوک دُور ہو چکے تھے۔ اُس نے کہا۔ "روپ وتی! تمھیں مجھ سے اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تھا"

روپ وتی کی نگاہیں ایک بار پھر نرملا کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ چند لمحات کے بعد اُس نے بے اختیار آگے جھک کر نرملا کے پاؤں پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ "نرملا! میں اپنے لیے نہیں رام ناتھ کے لیے رحم کی بھیک مانگتی ہوں اگر مجھ سے کوئی پاپ ہوا ہے تو اس کی سزا رام ناتھ کو نہیں ملنی چاہیے۔ بھگوان کے لیے مجھے پروہت کے حوالے کرنے کی بجائے اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دو۔ اور مجھ سے کوئی پاپ بھی تو نہیں ہوا۔ تم یہ نہیں کہو گی کہ ایک عورت کے لیے اپنی عزت بچانا پاپ ہے۔"

روپ وتی سسکیاں لے رہی تھی۔ نرملا نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "میری بہن! میں تمھارے لیے اپنی جان تک قربان کر دوں گی۔ لیکن مجھے بتاؤ تو سہی یہ کیا راز ہے؟"

روپ وتی نے کہا۔ "یہ نہ پوچھو نرملا! بھگوان کے لیے! یہ نہ پوچھو۔ تمھیں میری باتوں پر یقین نہیں آئے گا۔ سچائی کا چہرہ تمھارے لیے اس قدر بھیانک ہوگا کہ تم میری بوٹیاں نوچنے کے لیے تیار ہو جاؤ گی۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے اسے تمھارے کان برداشت نہیں کر سکیں گے۔ تم مجھے پگلی کہو گی۔ تم میری دشمن بن جاؤ گی۔"

"تمھیں بھگوان کی سوگند مجھ سے کوئی بات نہ چھپاؤ۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔ اگر تمام دنیا تمھیں جھوٹی کہے تو بھی مجھے تمھاری بات پر اعتبار ہوگا۔"

روپ وتی نے نرملا کے چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے اپنی سرگزشت شروع کر دی۔ روپ وتی کی سرگزشت کے اختتام پر اسے بار بار تسلیاں دینے کے بعد جب نرملا اس کے گھر سے نکلی تو اس کے خیالات کی دنیا میں ایک تلاطم آچکا تھا۔ موہنات کے متعلق محبت اور عبودیت کے جذبات جو اس کی مغموم زندگی کا آخری سہارا تھے، نفرت اور حقارت میں تبدیل ہو چکے تھے۔ بوڑھے ٹھاکر کے ساتھ شادی کرنے کے بعد وہ زندگی کی آرزوؤں اور مسرتوں سے کنارہ کش ہو چکی تھی۔ اپنے باپ کی خواہشات پر قربان ہوتے ہوئے اُسے اگر کوئی اطمینان تھا تو یہ کہ میری اس قربانی سے دیوتا خوش ہوں گے۔ میری زندگی کے اداس لمحات اُن کی یاد سے معمور ہوں گے۔ میں ان پنڈتوں اور پروہتوں کی سیوا کروں گی ــــ جو دن رات دیوتاؤں کی یاد میں مگن رہتے

ہیں میں ٹھاکر کی دولت سے غریبوں اور ناداروں کی مدد کروں گی۔ دیوتا مجھ پر خوش ہوں گے اور موت کے بعد میرا جنم اس جنم سے بہتر ہوگا۔ لیکن روپ وتی کی سرگزشت سننے کے بعد اس کے حسین تصورات کی دنیا بھی ویران ہو چکی تھی۔ اس کا حال اور مستقبل ایک لق و دق میدان تھا اور ماضی کی طرف لوٹنا اُس کے لیے ناممکن تھا۔ اُس کی حالت اس مسافر کی سی تھی جو اپنی ساری پونجی کھو بیٹھنے کے بعد راستہ بھی بھول چکا ہو۔

محل کے باہر ہزاروں آدمی سومنات کے پروہت کے انتظار میں کھڑے تھے۔ نرملا کی پالکی دیکھ کر وہ راستے سے اِدھر اُدھر ہٹ گئے اور پالکی محل میں پہنچ گئی۔ نرملا پالکی سے باہر نکلی تو بہت سی عورتوں نے اُسے اپنے جھرمٹ میں لے لیا اور یہ پوچھنے کے لیے بے قرار تھیں کہ پروہت جی کب پہنچیں گے۔ لیکن نرملا انھیں کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی بالائی منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ تنہائی اور بے بسی کے شدید احساس کے باعث اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان اُمڈ آیا۔

وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی: "رنبیر! تم اپنی بہن کی خاطر دنیا کی تمام خوشیاں قربان کر سکتے ہو۔ تم ایک دوست کے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈال سکتے تھے تم نے میرے پتا کو اپنے باپ کا قاتل سمجھتے ہوئے اُس وقت معاف کر دیا تھا' جب تمھارا خنجر اس کی گردن پر تھا۔ تم کامنی اور روپ وتی کو بچانے کے لیے اپنی جان پر کھیل سکتے تھے — لیکن تمھاری نگاہیں میرے دل کی گہرائیوں تک نہ پہنچ سکیں۔ تمھیں میری التجائیں اور میرے آنسو متاثر نہ کر سکے۔ تمھیں یہ کبھی معلوم نہ ہوگا کہ اب صرف تمھاری یاد میری زندگی کا آخری سہارا ہے۔ کاش! تم میرے آنسو دیکھ سکتے، میری آہیں سن سکتے۔ کاش! تمھیں معلوم ہوتا کہ میں روپ وتی سے کہیں زیادہ بے بس اور مجبور ہوں

ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کھانے کے لیے پوچھا لیکن نرملا نے کہا۔ "آج مجھے بھوک نہیں۔" تھوڑی دیر بعد ایک اور خادمہ آئی اور اس نے کہا کہ شہر کے چند معزز گھرانوں کی عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہیں لیکن نرملا نے اُسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آج میرے سر میں درد ہے۔"

خادمہ نے کہا۔ "اگر آپ حکم دیں تو وید کو بلا بھیجوں۔"

نرملا نے برہم ہو کر کہا۔ "نہیں' مجھے وید کی ضرورت نہیں، تم جاؤ اور سب نوکرانیوں سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ بلاؤں کوئی میرے کمرے میں نہ آئے۔"

(۴)

غروبِ آفتاب کے قریب محل سے باہر "سومنات کی جے" اور "پروہت کی جے" کے نعرے سنائی دیے۔ نرملا اپنی کھڑکی کھول کر باہر جھانکنے لگی۔ محل کی چار دیواری سے باہر ایک کشادہ میدان میں انسانوں کے ہجوم سے کچھ دور اُسے پچاس ساٹھ سواروں کا ایک دستہ دکھائی دیا۔ ان سواروں کے پیچھے پندرہ بیس ہاتھیوں کی ایک قطار تھی۔ سب سے اگلے ہاتھی کا سنہری ہودج سورج کی آخری شعاعوں سے چمک رہا تھا۔

محل کے دروازے سے تھوڑے فاصلے پر سواروں کا دستہ ایک طرف ہٹ گیا اور لوگ دیوانہ وار نعرے لگاتے ہوئے سب سے اگلے ہاتھی کی طرف بڑھنے لگے۔ اس ہاتھی کا ماتھا موتیوں اور ہیروں میں چھپا ہوا تھا۔ گلے میں سونے کی بھاری زنجیر تھی جس کے ساتھ گھنٹی لٹکی ہوئی تھی اور سنہری ہودج کے کناروں کے نیچے موتیوں کی جھالریں لٹک رہی تھیں۔ ہودج میں سومنات کا پروہت براجمان تھا باقی ہاتھیوں پر سومنات کے پجاری تھے اور اُن سے پیچھے سواروں کا ایک اور

دستہ دکھائی دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پروہت ٹھاکر رگھوناتھ کے ساتھ صحن میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے چند پجاری اور شہر کے معززین تھے۔ صحن میں جمع ہونے والی عورتیں آگے بڑھ بڑھ کر اُس کے پاؤں چھونے لگیں

"دھوکا، جھوٹ، فریب" نرملا کے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے اور وہ دوبارہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔

عورتوں کا جوش و خروش ختم ہوا تو ٹھاکر نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو خاموش کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "پروہت جی مہاراج بہت تھکے ہوئے ہیں۔ انھیں صبح سویرے یہاں سے کوچ کرنا ہے، اس لیے اب انھیں آرام کی ضرورت ہے۔ مہاراجہ سے ملاقات کے بعد واپسی پر آپ یہاں دو تین دن ٹھہریں گے اور آپ سب کو ان کی سیوا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لیے اب آپ اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔"

نرملا دیر تک کرسی پر بیٹھی رہی۔ کمرے میں تاریکی چھا رہی تھی۔ ایک خادمہ اس کے کمرے میں آئی اور اُس نے چراغ روشن کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے دن کے وقت کچھ نہیں کھایا، اگر اجازت ہو تو آپ کا کھانا لے آؤں؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "ہاں لے آؤ۔ ٹھہرو! ٹھاکر جی نے میرے متعلق تو کسی سے نہیں پوچھا؟"

"جی نہیں! وہ ابھی تک اوپر نہیں آئے، وہ مہمانوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔"

"سارے مہمان یہیں ٹھہریں گے؟"

"جی نہیں۔ صرف پروہت جی اور چند پجاری یہاں ٹھہریں گے۔ باقی سب مہمان خانے چلے گئے ہیں۔"

"اچھا اب تم کھانا لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد نوکرانی کھانا لے آئی، نرملا چند نوالے کھانے کے بعد کچھ دیر بیٹھی رہی۔ پھر یکایک اکتاہٹ محسوس کرتے ہوئے اٹھی اور برابر کے کمرے میں جا کر ایک پلنگ پر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ٹھاکر کمرے میں داخل ہوا اور شکایت کے لہجے میں بولا۔ "نرملا! تمھیں پروہت جی کے سواگت کے لیے نیچے ضرور آنا چاہیے تھا۔"

"میرے سر میں درد تھا۔" نرملا نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اور پھر اتنے آدمیوں کے سامنے جاتے ہوئے مجھے کچھ جھجک سی محسوس ہوتی تھی"

"شہر کے آدمیوں کو تو میں نے اُسی وقت بھیج دیا تھا۔ اب پروہت جی کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں تنہا ہوں گے۔ صرف میں نے تمھارے پتا جی کو روک لیا ہے پروہت جی کے پاؤں چھونا تمھارا فرض ہے انھوں نے خود تمھارے متعلق پوچھا تھا۔ وہ تمھیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

ٹھاکر نرملا کے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر نکل گیا۔ پروہت کو کھانا کھلانے کے بعد ٹھاکر پھر آیا اور نرملا کچھ کہے بغیر اُس کے ساتھ چل پڑی۔ نچلی منزل کے روشن کمروں میں چند موٹے تازے پجاری جن کے سر منڈے ہوتے تھے خوش گپیوں میں مصروف تھے اور ٹھاکر کے نوکر ان کی سیوا کے لیے دروازوں کے سامنے کھڑے تھے۔ پروہت کے کمرے تک پہنچتے پہنچتے نرملا کے دل میں نفرت اور حقارت کا طوفان اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ پروہت ایک زرنگار چوکی پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ جے کرشن اُس کے سامنے ایک کرسی پر ادب سے ہاتھ باندھے اور سر جھکائے بیٹھا تھا۔ نرملا چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر اس نے ٹھاکر کی پریشانی میں مزید اضافہ کرنے کے لیے پروہت

کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنے باپ کے پاؤں چھونے کی کوشش کی۔
اُس کا بازو پکڑ کر جلدی سے اٹھا اور اُسے پروہت کی طرف دھکیلتے ہوئے بولا۔
جی مہاراج کے پاؤں چھوؤ۔ راجے اور مہاراجے سب ان کے دروازے کے
بھکاری ہیں۔"

نرملا نے مجبوری اور بے بسی کی حالت میں اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ پروہت کے
پاؤں پر رکھ دیے اور پروہت نے بے پروائی سے ایک ہاتھ اس کے سر پر رکھتے
ہوئے کہا۔ "سکھی رہو بیٹی!"

نرملا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ٹھاکر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "آج ان
کی طبیعت ٹھیک نہ تھی۔"

پروہت نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھیے ٹھاکر جی! تم
بھی بیٹھ جاؤ بیٹی!"

نرملا پیچھے ہٹ کر اپنے باپ کے قریب بیٹھ گئی اور ٹھاکر اُس کے ساتھ دوسری
کرسی پر بیٹھ گیا۔ ٹھاکر نے کہا۔ "مہاراج! نرملا ہر روز آپ کو یاد کیا کرتی تھی۔"

پروہت نے نرملا کے مرجھائے ہوئے چہرے پر آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن
آج تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمیں دیکھ کر ڈر گئی ہے۔"

ٹھاکر نے جواب دیا۔ "مہاراج! کبھی کبھی دیوتاؤں کا پریم پجاریوں کے دل میں
خوف بھی پیدا کر دیتا ہے اور نرملا تو بات بات پر خوف زدہ ہو جایا کرتی ہے۔ پرسوں
ایک عجیب واقعہ پیش آیا تھا۔ ہمارے ایک نئے جاگیردار کی بیوی عرصہ سے بیمار تھی۔
پرسوں وہ نرملا کے لیے شادی کا تحفہ لے کر آئی۔ جب میں نے انھیں دیکھا تو ان کے
چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ میں نے ......"

نرملا نے انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں ٹھاکر کی طرف دیکھا اور

موضوع بدلنے کی غرض سے کہا۔ "اس وقت مہاراج کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔
آپ انھیں ....."

پروہت نے اطمینان سے کہا۔ "نہیں ٹھاکر جی کو اپنی بات ختم کرنے دو۔"

نرملا کا دل بیٹھ گیا۔ ٹھاکر نے کہا۔ "میں نے ان سے پوچھا آپ اس قدر پریشان
کیوں ہیں؟ کہنے لگیں جو لڑکی ابھی مجھ سے مل کر گئی ہے۔ اس کی شکل سومنات کے مندر
کی اس دیوی سے ملتی ہے جو پہلی رات ہی دیوتا کے چرنوں میں پہنچ جانے کے باعث
ملک بھر میں شہرت حاصل کر چکی ہے۔"

پروہت پر سکتہ طاری ہو چکا تھا، لیکن نرملا کے سوا اُس کے دل کی صحیح کیفیت
کا کسی کو علم نہ تھا۔ ٹھاکر نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مہاراج! دنیا میں کئی
انسانوں کی شکلیں آپس میں ملتی ہیں اور دیکھنے والا اکثر دھوکا کھا جاتا ہے لیکن نرملا کو
تو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ مندر کی دیوی ہے اور ایک نئے روپ میں اُسے
دیکھنے آئی ہے، پھر میں نے جب سمجھایا کہ اس لڑکی کا نام روپ وتی نہیں ساوتری ہے
اور وہ سومنات سے نہیں بلکہ کالنجر سے آئی ہے تو بڑی مشکل سے ان کی غلط فہمی دور ہوئی۔"

جے کرشن نے اچانک پروہت کی طرف دیکھا اور گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا ہوا
مہاراج آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

پروہت کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں زندگی کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے
نحیف آواز میں کہا۔ "ہیں... میں ٹھیک ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم کیا کہہ رہے
تھے، یہی کہ کسی لڑکی کی شکل روپ وتی سے ملتی ہے؟"

"نہیں مہاراج! نرملا کو شک ہوا تھا اور یہ ڈر گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ نرملا نے روپ وتی کو سومنات میں دیکھا ہوگا۔ لیکن اس میں ڈرنے
کی کیا بات تھی۔ کئی صورتیں آپس میں ملتی ہیں۔"

"ہاں مہاراج! جب میں نے اسے سمجھایا تو یہ خود ہی مان گئی کہ یہ لڑکی روپ وتی سے مختلف ہے۔"

"اور وہ لڑکی یہیں رہتی ہے۔"

"ہاں مہاراج!"

"اپنے پتی کے ساتھ!"

"ہاں مہاراج! لیکن آجکل اس کا پتی مشرقی سرحد پر اپنی جاگیر دیکھنے گیا ہوا ہے۔ لڑکی چونکہ بیماری کے باعث سفر کرنے کے قابل نہ تھی، اس لیے وہ اسے یہیں چھوڑ گیا ہے۔"

"کب بیاہ ہوا تھا ان کا؟"

"اس بات کا مجھے صحیح علم نہیں، لیکن اُس لڑکی کا پتی یہ کہتا تھا کہ وہ سومنات کی یاترا پر جانے سے پہلے شادی کر کے آیا تھا۔"

"تو وہ اس شہر کا رہنے والا نہیں؟"

"نہیں مہاراج! وہ قنوج کا باشندہ ہے۔ جب وہ سومنات کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں اُسے ہمارے مہاراج شکار کھیلتے ہوئے مل گئے تھے۔ اس نے مہاراج کی جان بچائی تھی۔ مہاراج اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسے آدمی کی عزّت کرنی چاہیئے۔ کیا نام ہے اُس کا؟"

"رام ناتھ!"

نرملا کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی خطرے کو سر پر دیکھ کر اس کی مدافعانہ قوتیں بیدار ہو چکی تھیں۔ اس نے کہا "مہاراج! ٹھاکر جی مجھ پر ہنستے ہیں لیکن اگر آپ اُس لڑکی کو دیکھیں تو معمولی فرق کے سوا وہ آپ کو روپ وتی دکھائی دے گی۔ وہ معمولی فرق بھی دور سے نہیں نزدیک سے دکھائی دیتا ہے۔ اگر آپ ٹھہرتے تو میں

دیکھتے ہی اُسے بُلا لیتی۔"

پروہت نے ایک کھوکھلی ہنسی ہنستے ہوئے کہا "ہمیں دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں صرف ایک ہی روپ وتی تھی۔ اب تم جا کر آرام کرو۔ جے کرشن تم بھی جاؤ۔ ٹھاکر جی آپ ذرا ٹھہریں۔"

(۵)

نرملا کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ پروہت ٹھاکر سے کیا باتیں کرنا چاہتا ہے۔ ٹھاکر کو وہاں سے نکالنے کے لیے اُسے ایک ہی تدبیر نظر آئی۔ اُس نے کرسی سے اُٹھ کر دو تین قدم اُٹھائے اور پھر اچانک اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں دباتے ہوئے فرش پر بیٹھ گئی۔ ٹھاکر گھبرا کر اٹھا اور جے کرشن نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "کیا ہوا بیٹی؟"

"مجھے چکر آ گیا تھا۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔" نرملا نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ ٹھاکر بھی گھبرایا ہوا آگے بڑھا۔ اُس نے نرملا کا دوسرا بازو پکڑتے ہوئے پروہت کی طرف دیکھا اور کہا "میں انھیں اُوپر پہنچا کر ابھی آتا ہوں۔"

پروہت نے جواب دیا "ہاں، ہاں! جائیے، اور دیکھیے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہم ان کے لیے مہادیو سے پرارتھنا کریں گے۔"

نرملا ایک طرف ٹھاکر اور دوسری طرف جے کرشن کا سہارا لیے کمرے سے باہر نکلی۔ اپنی چال سے وہ انھیں اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس پر بیہوشی طاری ہو رہی ہے۔ لیکن سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ سنبھلنے کی کوشش کرنے لگی۔

چند سیڑھیاں چڑھنے کے بعد جے کرشن نے قدرے مطمئن ہو کر کہا "ٹھاکر جی میں اسے سنبھالے جاتا ہوں، آپ کسی وید کو بلائیں۔"

”میں ابھی بلاتا ہوں۔“ ٹھاکر یہ کہہ کر نیچے اتر گیا۔

نرملا اچانک اپنے باپ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ ”پتا جی، جلدی اوپر چلیے — میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔“

جے کرشن انتہائی بدحواسی کی حالت میں بڑی مشکل سے اس کی رفتار کا ساتھ دے رہا تھا۔ نرملا اُسے ایک کمرے میں لے گئی اور دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔ ”پتا جی! مجھے ابھی اپنے ساتھ گھر لے چلیں۔ یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ بھگوان کے لیے ٹھاکر جی کو اوپر بلا لائیں۔ آپ ان سے کہیں کہ وید کو بلانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کئی بار اس قسم کا درد ہوا ہے اور اس کی دوا ہمارے گھر میں موجود ہے۔ لیکن مجھ کو ڈر ہے تلاش نہ کر سکیں۔ آپ کو خواہ کوئی بہانہ کرنا پڑے، لیکن مجھے اپنے ساتھ ضرور لے جائیں ورنہ کل آپ میری لاش دیکھیں گے۔“

”لیکن بیٹی! مجھے بتاؤ تو سہی . . . . .“

نرملا نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ ”بھگوان کے لیے اس وقت آپ مجھ سے کچھ نہ پوچھیں۔ مجھے یقین ہے کہ باہر نکل کر میں آپ کی تسلی کر سکوں گی۔ بھگوان کے لیے جائیے!“

جے کرشن کی پریشانی اب اضطراب میں تبدیل ہو چکی تھی، وہ کمرے سے باہر نکلا اور تیزی سے سیڑھیوں کی طرف چلنے لگا۔ برآمدے میں جگہ جگہ چراغ روشن تھے جے کرشن سیڑھیوں سے ابھی چند قدم دور ہی تھا کہ اُسے ٹھاکر دکھائی دیا۔

”آپ کہاں جا رہے ہیں؟“ ٹھاکر نے سوال کیا۔

”میں آپ کو بلانے جا رہا تھا۔ نرملا کی حالت اب بہتر ہو رہی ہے۔“

ٹھاکر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”میں نے وید کو بلانے کے لیے آدمی بھیج دیا ہے۔ وہ ابھی آجائے گا۔“

جے کرشن نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ آپ آدمی کو واپس بلا لیں۔ نرملا کو پہلے بھی کئی بار یہ تکلیف ہو چکی ہے۔ میں نے ایک سنیاسی سے اُس کے لیے دوا لی تھی۔ اُس دوا سے اسے فوراً نیند آجایا کرتی ہے۔ مجھے نرملا نے بتایا ہے کہ اُس دوا کی چند گولیاں اُس نے گھر میں کہیں سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں۔“

ٹھاکر نے کہا۔ ”تو آپ فوراً گھر جا کر دوا لے آئیں۔“

جے کرشن نے کہا۔ ”مجھے ڈر ہے کہ مجھے آنے جانے اور پھر دوا تلاش کرنے میں بہت دیر لگ جائے گی۔ نرملا کہتی ہے کہ اس نے دوا کسی صندوق میں رکھی ہوئی ہے اب مجھے معلوم نہیں وہ کون سا صندوق ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ نرملا کو ساتھ لے جاؤں، اس وقت اس کی حالت کچھ ٹھیک ہے لیکن ایک دو گھڑیاں گزرنے کے بعد اسے پھر دورہ پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسے فوراً گھر پہنچا دیا جائے۔ اگر دوا مل گئی تو کھاتے ہی اسے نیند آجائے گی۔ ورنہ وید کا گھر ہمارے نزدیک ہے میں اُسے وہاں بلا لوں گا۔ مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ پروہت جی آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس لیے مجھے اجازت دیں۔“

”آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ نرملا کو تیار کریں۔ میں ابھی پالکی کا انتظام کر دیتا ہوں۔ پروہت جی سے تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد میں خود آپ کے ہاں آکر اُس کا پتہ کروں گا۔“

جے کرشن نے کہا۔ ”نہیں آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں آپ کو پیغام بھیج دوں گا ورنہ آپ آرام کریں۔“

”اگر اُسے آرام آجائے تو بھی آپ مجھے پتہ دیں۔ اب میں نیچے جا کر پالکی تیار کراتا ہوں۔ آپ نرملا کو نیچے لے آئیں۔“

تھوڑی دیر بعد نرملا پالکی میں سوار ہو کر اپنے گھر کا رُخ کر رہی تھی اور جے کرشن

اس کے ساتھ پیدل چل رہا تھا۔

(۶)

اپنے مکان کی ڈیوڑھی کے قریب جے کرشن نے کہاروں کو روکا اور ڈولی کھلوانے کے لیے آگے بڑھا، لیکن نرملا نے کہا "پتا جی! ٹھہریے، پالکی کو اندر لے جانے کی ضرورت نہیں۔ میں یہیں اُتر دوں گی۔"

جے کرشن نے مُڑتے ہوئے کہا "اچھا بھئی! یہیں اتار دو اور تم جاؤ۔"

جب کہار نرملا کو اتار کر خالی پالکی اٹھانے لگے تو جے کرشن نے اپنی جیب سے چند سکے نکال کر ایک کہار کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "انھیں آپس میں بانٹ لینا۔"

کہار تاریکی میں غائب ہو گئے اور نرملا اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ڈیوڑھی سے ذرا اور دور لے گئی اور کہنے لگی "پتا جی! ہمیں اپنے مکان میں داخل ہونے سے پہلے بہت کچھ سوچنا ہے۔"

جے کرشن نے کہا "اب صاف بات کرو۔ تم کیا چاہتی ہو؟"

نرملا نے کہا "پتا جی! میں آپ کے لیے اپنا بلیدان دے چکی ہوں۔ میں نے اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ میں اس کے بدلے میں آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی لیکن آج میں آپ کے سامنے اپنی جھولی پھیلانے کے لیے مجبور ہوں۔ اپنے لیے نہیں کسی کے لیے۔ میری ذرا سی غلطی سے دو انسان موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔ آپ انھیں بچا سکتے ہیں، لیکن اگر آپ نے کچھ نہ کیا تو مجھے آپ اُن کی تباہی سے نہیں روک سکیں گے۔"

جے کرشن نے کہا "تم رام ناتھ اور اُس کی بیوی کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں! ساوتری وہی ہے جسے سومنات کے مندر میں روپ وتی کے نام سے

پکارا جاتا تھا۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ روپ وتی زندہ ہے؟"

"ہاں! اور اب جب کہ پروہت کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اس شہر میں ہے وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس وقت وہ ٹھاکر سے اُس کے متعلق مشورہ کر رہا ہوگا۔ اب باتوں کا وقت نہیں، ہمیں اُس لڑکی کو اُس کے گھر سے نکالنا ہے اور ہمیں رام ناتھ کو بھی یہ پیغام بھیجنا ہے کہ اُس کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں روپ وتی کی سرگزشت سن چکی ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اگر پروہت میرے ساتھ وہی سلوک کرتا جو اُس نے روپ وتی کے ساتھ کیا ہے تو آپ سومنات کے مندر کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے تیار ہو جاتے۔ روپ وتی دیوتا کے چرنوں میں نہیں پہنچی، بلکہ پروہت سے اپنی عزت بچا کر یہاں آئی ہے، اور اُسے اس دیوتا نے بچایا ہے جس نے اپنے باپ کے قاتل کی گردن پر تلوار رکھنے کے بعد اُسے معاف کر دیا تھا جس نے مجھ سے اپنی بہن کا انتقام لینے کی بجائے مجھے آپ کے پاس بھیج دیا تھا۔ پتا جی! آپ کو زندگی میں نیکی کا ایک موقع ملا ہے، اُسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ میں اُسے یہاں لے آتی ہوں، آپ گھوڑے تیار کرائیں۔ ایک نوکر کو اس کے ہمراہ بھیج دیں اور دوسرے کو رام ناتھ کی طرف روانہ کر دیجیے۔ میں روپ وتی کو بلا لاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں!" جے کرشن نے نرملا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "تم نہیں جا سکتیں۔ اُس کے نوکر تمھیں پہچان لیں گے اور اگر تم روپ وتی کو نکال بھی لائیں تو دنیا کی کوئی طاقت تمھیں پروہت کے انتقام سے نہیں بچا سکے گی۔"

"پتا جی! بھگوان کے لیے مجھے نہ روکیے۔ اگر میں روپ وتی کو نہ بچا سکی تو میں ساری دنیا کو یہ بتاؤں گی کہ اُسے کس جرم کی سزا دی گئی ہے۔ میں ٹھاکر اور

راجہ کے سامنے پروہت کا جرم ثابت کر دوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ میری بوٹیاں نوچنے کے لیے تیار ہو جائیں گے، لیکن میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

جے کرشن نے کہا۔ "تم روپ وتی کو کہاں بھیجنا چاہتی ہو؟"

"اس کے لیے قنوج میں رنبیر کے گھر کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ راستہ صرف سرحد عبور کرنے تک خطرہ ہوگا!"

جے کرشن نے کہا۔ "میں پیارے لال کو اُس کے ساتھ بھیج سکتا ہوں، لیکن اس وقت اسے گھر سے نکالنا آسان نہیں۔ میں اُس کے نوکروں کو دھوکا دینے کے لیے ایک عام سپاہی کا بھیس بدل کر اُس کے گھر جانے کے لیے تیار ہوں۔ میں نوکروں سے کہوں گا کہ مجھے رام ناتھ نے ایک ضروری پیغام دے کر بھیجا ہے، لیکن اُسے یہ کیوں کر یقین آئے گا کہ میں اس کی جان بچانے کے لیے آیا ہوں؟"

نرملا نے اپنے ہاتھ سے کنگن اتار کر جے کرشن کو دیتے ہوئے کہا۔ "یہ کنگن دکھانے کے بعد آپ جو بات اُسے کہیں گے وہ مان جائے گی۔ یہ اُسی نے مجھے دیے تھے۔ میں مکان سے باہر کھڑی رہوں گی۔"

جے کرشن نے کنگن لیتے ہوئے کہا۔ "اب تم میرے ساتھ آؤ۔ پہلے ہمارا گھر جانا ضروری ہے۔ بھگوان کرے اب ہمیں تھوڑا سا وقت مل جائے۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے ڈیوڑھی کی طرف بڑھے۔ جے کرشن نے پہریدار کو آواز دی۔ اُس نے دروازہ کھول دیا۔ ڈیوڑھی کے اندر مشعل جل رہی تھی۔ جے کرشن نے اندر داخل ہوتے ہی پہرے دار سے پوچھا۔ "پیارے لال کہاں ہے؟"

"جی مہاراج! وہ تو شاید سو گیا ہے۔"

"ابھی سے سو گیا ہے۔ جاؤ اُسے جگا کر یہاں بھیجو، اور اس کی جگہ آج تم آرام کرو۔ وہ یہاں پہرا دے گا اور گوبند رام کو بھی یہاں بھیج دو۔"

"بہت اچھا مہاراج!" نوکر یہ کہہ کر چلا گیا۔

جے کرشن نرملا کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم جلدی سے اندر جا کر اپنے لیے کوئی پرانی اوڑھنی لے آؤ۔"

نرملا بھاگتی ہوئی مکان کے اندر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے سر پر ایک پھٹی پرانی اوڑھنی لیے واپس آئی تو جے کرشن، پیارے لال کے ساتھ اپنے کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اپنے سر پر اُس کی میلی کچیلی پگڑی لپیٹ رہا تھا۔ دوسرا نوکر گوبند رام حیرت زدہ ہو کر اُن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"چلیے پتا جی! بہت دیر ہو گئی ہے۔" نرملا نے بے قرار سی ہو کر کہا۔

جے کرشن نے نوکروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "ہم تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہے ہیں۔ تم تین گھوڑے تیار کرو اور ایک لمبے سفر کے لیے تیار رہو۔ باقی نوکروں کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ اگر اصطبل کی طرف کوئی نوکر ہو تو اسے دوسری طرف بھیج دینا۔" جے کرشن، نرملا کے ہمراہ باہر نکل گیا اور نوکر انتہائی بدحواسی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

پیارے لال جے کرشن کے پرانے نوکروں میں واحد آدمی تھا جس نے مصائب کے زمانے میں اُس کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہیں کیا تھا۔ اس کے باقی ساتھی ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے تھے۔ وطن کی یاد اُسے بھی ستایا کرتی تھی لیکن رنبیر کا خوف اُس کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ رنبیر کے گاؤں سے کچھ دور اس کے بھائی اور دوسرے رشتہ دار رہتے تھے۔ اور وہ اس امید پر جے کرشن کا ساتھ دے رہا تھا کہ کسی دن وہ دوبارہ اپنے علاقے پر قبضہ کر لے گا اور اُس کے لیے اپنے گاؤں جانے کا راستہ کھل جائے گا۔

گوبند رام، گوالیار میں نرملا کے ماموں کے ہاں ملازم تھا اور نرملا اُسے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔

مددگار

روپ وتی اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی، لیکن اُس کی آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور کہا۔ "آپ ابھی تک نہیں سوئیں؟"

روپ وتی نے جواب دیا۔ "مجھے نیند نہیں آتی۔"

"دیا بجھا دوں؟"

"نہیں نہیں! میں خود بجھا لوں گی!"

"کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"

"نہیں! تم جا کر سو جاؤ!"

خادمہ ساتھ والے کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد روپ وتی اُس کے خراٹے سن رہی تھی۔ وہ دیر تک بستر پر پڑی رہی۔ پھر اچانک اسے باہر صحن کی طرف کسی کی آواز سنائی دی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ چوکیدار کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ جلدی سے اٹھی اور دروازے سے کان لگا کر سننے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔

"کون ہے؟" اُس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ جاگ رہی ہیں دیوی؟" یہ چوکیدار کی آواز تھی۔

"ہاں، کیا بات ہے؟"

چوکیدار نے کہا۔ "باہر ایک آدمی کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں سردار رام ناتھ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔"

روپ وتی جلدی سے دروازے کی کنڈی کھول کر باہر نکل آئی۔ "آدمی اُن کا پیغام لے کر آیا ہے اور تم نے اُسے باہر روک دیا ہے؟"

"اس وقت کسی کو اندر بلانے کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت تھی۔"

"وہ اکیلا ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ سردار کا پیغام صرف آپ کے لیے ہے۔"

"اچھا اُسے لے آؤ اور دیکھو ہوشیار رہنا۔"

"آپ فکر نہ کریں!"

چوکیدار یہ کہہ کر واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا۔ روپ وتی برآمدے کے ستون کے پاس کھڑی تھی، جب وہ قریب پہنچے تو وہ پیچھے ہٹ کر دروازے کے سامنے روشنی میں کھڑی ہو گئی۔

اجنبی نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "مجھے سردار رام ناتھ نے بھیجا ہے۔ میں آپ کے لیے ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔ شہر سے چند کوس دور میرے گھوڑے نے گر کر دم توڑ دیا تھا ورنہ میں شام سے پہلے یہاں پہنچ جاتا۔"

"وہ کب آئیں گے؟"

"وہ جلد آ جائیں گے۔"

"اور پیغام کیا بھیجا ہے اُنھوں نے؟"

اجنبی نے مڑ کر چوکیدار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے کسی کے سامنے بات

کرنے کی اجازت نہیں۔"

روپ وتی کے اشارے سے چوکیدار ڈیوڑھی کی طرف چلا گیا اور اجنبی نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے دو کنگن نکالے اور روپ وتی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ لیجیے!"

"یہ انھوں نے بھیجے ہیں؟"

اجنبی نے کہا "آپ اندر دیے کے قریب جا کر انھیں غور سے دیکھ لیں، مجھے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس نے بھیجے ہیں۔"

روپ وتی نے کنگن لے لیے اور انھیں دیکھتی ہوئی کمرے میں دیے کے قریب پہنچی۔ ایک ثانیہ کے لیے اُس کا خون منجمد ہو کر رہ گیا۔ اجنبی آگے بڑھ کر دروازے میں جا کھڑا ہوا اور اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا "گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں جے کرشن ہوں، نرملا کا باپ۔ نرملا نے مجھے یہ نشانی اس لیے دی تھی کہ شاید تم مجھ پر اعتبار نہ کرو۔ نرملا اس حویلی کے پیچھے کھڑی ہے۔ وہ اس لیے اندر نہیں آئی کہ تمھارے نوکر اسے پہچان لیں گے۔ اگر تم اپنی اور رام ناتھ کی جان بچانا چاہتی ہو تو میرے کہنے پر عمل کرو۔ ورنہ تمھارے ساتھ میری اور نرملا کی بھی خیر نہیں۔ پروہت کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تم روپ وتی ہو اور شاید تھوڑی دیر میں اُس کے سپاہی اس حویلی کا محاصرہ کر لیں۔ اب سوچنے کا وقت نہیں، میں تمھیں یہاں سے نکالنے کا انتظام کر چکا ہوں۔"

"لیکن رام ناتھ!" روپ وتی نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

جے کرشن نے اس کے قریب جا کر کہا "اگر تم یہاں سے نکل گئیں تو ممکن ہے کہ میں رام ناتھ کی بھی جان بچا سکوں۔ ورنہ تمھاری گرفتاری کے متعلق سُن کر وہ بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اب جلدی یہاں سے نکلو۔ صرف اپنا زیور

لے لو۔ راستے میں کام آئے گا اور دیکھو تمھارے پہرے دار کو بھی یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم باہر جا رہی ہو۔ میں نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ تمھارے اصطبل میں گھوڑا تو ہو گا؟"

"ہاں، اصطبل میں تو ایک کی بجائے تین گھوڑے موجود ہیں۔"

"تو تم میرے ساتھ چلو اور پہرے دار سے کہو کہ مجھے واپس جانے کے لیے گھوڑے کی ضرورت ہے۔ جب وہ اصطبل کی طرف جائے گا تو تمھیں باہر نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ یہی سمجھے گا کہ تم کمرے میں جا چکی ہو۔ حویلی کے پیچھے تمھیں نرملا ملے گی، تم اس کے ہمراہ گھر پہنچ جاؤ۔ میں گھوڑا لے کر وہاں آ جاؤں گا۔ اگر پہرے دار کسی اور نوکر کو جگانے کی کوشش کرے تو اُسے منع کر دینا۔"

روپ وتی نے کنگن جے کرشن کو واپس دے دیے اور ایک صندوق سے اپنے زیورات اور سونے کے سکوں کی ایک تھیلی نکالنے کے بعد جے کرشن کے ساتھ باہر نکل آئی۔ چوکیدار ڈیوڑھی سے باہر صحن میں کھڑا تھا۔ روپ وتی نے اُسے کہا "دیکھو انھیں ابھی واپس جانا ہے۔ اس لیے اصطبل سے ایک گھوڑے پر زین ڈال کر ان کے لیے لے آؤ۔ کسی اور کو ان کے آنے جانے کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ انھیں بہترین گھوڑا دینا ورنہ سردار خفا ہوں گے اور دیکھو دوسرے نوکروں کو جگانے کی ضرورت نہیں۔"

روپ وتی اپنے کمرے کی طرف چل پڑی اور پہرے دار نے اصطبل کا رُخ کیا۔ جب پہرے دار آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو روپ وتی بھاگتی ہوئی ڈیوڑھی کی طرف بڑھی۔ جے کرشن نے جلدی سے کنڈی کھولی اور بھاری کواڑ کھینچ کر روپ وتی کو باہر نکال دیا۔ اس کے بعد اس نے پھر اسی طرح کواڑ بند کر کے کنڈی لگا دی۔

(۲)

تھوڑی دیر بعد حویلی کے پیچھے روپ وتی نرملا کے ساتھ جے کرشن کے مکان کا رُخ کر رہی تھی۔ نرملا اس کی تسلی کے لیے کہہ رہی تھی " وہ نوکر جسے میں تمھارے ساتھ بھیج رہی ہوں، بہت وفادار ہے۔ اس نے ساری عمر گوالیار میں میرے ماموں کے ہاں گزاری ہے۔ میں اُسے وہاں سے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ پتاجی رام ناتھ کو خبردار کرنے کے لیے دوسرا نوکر بھیج دیں گے۔ بھگوان تمھاری مدد کر رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ رام ناتھ تمھیں آملے گا۔ تم رات بھر سفر کرنا اور دن کے وقت کسی جنگل میں آرام کر لینا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھاری صحت ٹھیک نہیں اگر کہیں ٹھہرنے کی ضرورت پڑے تو شہروں کی بجائے کسی چھوٹی بستی میں قیام کرنا۔ سرحد میں داخل ہونے کے بعد تمھیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

روپ وتی نے تشکر کے آنسو بہاتے ہوئے کہا " نرملا! تم دیوی ہو بھگوان کے لیے تم رام ناتھ کو ضرور خبردار کر دینا۔"

"تم فکر نہ کرو!"

روپ وتی نے کہا " نرملا! مجھے رام ناتھ تمھارے دل کا حال بتا چکا ہے۔ رنبیر کو کوئی پیغام بھیجنا چاہتی ہو؟"

"ہاں! اسے صرف یہ بتا دینا کہ نرملا جس سے تم نفرت کرتے تھے، مر چکی ہے۔"

مکان کے قریب پہنچ کر انھیں پیچھے سے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور وہ مڑ کر دیکھنے لگیں۔ جے کرشن نے گھوڑا روک کر اترتے ہوئے کہا " روپ وتی! تم اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ نرملا! تم اس کے پاس ٹھہرو، میں ابھی گوبند رام کو لے کر آتا ہوں۔ مجھے پیارے لال پر اعتبار ہے لیکن اُسے ان سب باتوں کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

جے کرشن بھاگتا ہوا ڈیوڑھی کی طرف بڑھا۔ روپ وتی گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد گوبند رام اور جے کرشن آگئے۔ گوبند رام ایک گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے تھا۔

جے کرشن نے کہا " گوبند رام! تمھاری منزل قنوج کا وہ گاؤں ہے جو کبھی ہمارا تھا۔ اس دیوی کی عزت کے دشمن اس کا پیچھا کریں گے۔ اس لیے ضروری ہے تم جلد سرحد عبور کر جاؤ۔"

نرملا نے کہا " پتاجی! میں اس دیوی کو سب سمجھا چکی ہوں۔ اس لیے آپ انھیں اجازت دیں۔" پھر وہ گوبند رام کی طرف متوجہ ہوئی " چاچا گوبند! اس کی عزت کو میری عزت اور اس کی جان کو میری جان سمجھنا۔"

اچانک جے کرشن کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس نے آگے بڑھ کر روپ وتی سے کہا " تم اپنے پتی کے لیے کوئی ایسی نشانی دے سکتی ہو جسے دیکھ کر وہ میرے ایلچی کی باتوں پر یقین کر لے؟"

"ہاں! وہ میری انگوٹھی پہچان لیں گے۔" روپ وتی نے یہ کہہ کر اپنی انگوٹھی اتاری اور جے کرشن کے ہاتھ میں دے دی۔

(۳)

تھوڑی دیر بعد روپ وتی اور گوبند رام رات کی تاریکی میں روپوش ہو گئے۔ جے کرشن نرملا کے ساتھ اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہوا تو وہاں پیارے لال دو گھوڑوں کی باگیں پکڑے پریشان کھڑا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا " مہاراج گوبند کہاں گیا ہے؟"

" میں نے اسے کسی کو بلانے کے لیے بھیجا ہے۔" جے کرشن نے اُسے ٹالنے کی غرض سے کہا۔

"میں نے دو گھوڑوں کی ٹاپ سُنی ہے، اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟"

"ہاں! اس کے ساتھ ایک اور آدمی گیا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم سردار رام ناتھ کو جانتے ہو؟"

"وہ جنھیں سرحد پر جاگیر ملی ہے؟"

"ہاں!"

"میں اُنھیں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"وہ اپنی جاگیر دیکھنے گئے ہیں اور میں تمھیں ان کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تم سیدھے مشرق کی طرف جاؤ۔ جب دیونگر پہنچو گے تو وہاں سے پندرہ کوس آگے دریا کے کنارے جو بستیاں ہیں، وہ رام ناتھ کی جاگیر ہیں۔"

پیارے لال نے کہا۔ "جی میں اُسے تلاش کر لوں گا۔ اس علاقے میں نیا جاگیردار کافی مشہور ہو چکا ہو گا۔"

"یہ لو۔" جے کرشن نے پیارے لال کے ہاتھ میں روپ وتی کی انگوٹھی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ اُسے دینا اور میری طرف سے کہنا کہ جس لڑکی نے تمھیں یہ انگوٹھی بھیجی ہے وہ قنوج روانہ ہو چکی ہے۔ اس لیے تم شہر واپس جانے کی بجائے قنوج میں اپنے دوست کے پاس پہنچ جاؤ۔"

نرملا نے کہا۔ "نہیں پتا جی! اس کی تسلی کے لیے یہ کافی نہیں ہو گا۔ میں اسے ایک خط لکھ دیتی ہوں۔"

"اپنی طرف سے؟"

"میں اپنا نام نہیں لکھوں گی لیکن وہ سمجھ جائے گا کہ میں کون ہوں؟"

"لیکن اگر تمھارا خط پکڑا گیا تو؟"

"اگر پکڑا گیا تو بھی اُس لڑکی کے دشمن ٹھاکر کے سامنے میرے منہ سے...

...نہیں کریں گے کہ میں نے یہ خط کیوں لکھا ہے۔"

جے کرشن نے بے بس سا ہو کر کہا۔ "نرملا! جو جی میں آئے کرو۔ آج میری عقل ...نہیں کرتی۔ تم نے مجھے ایک ایسی دلدل میں دھکیل دیا ہے جس سے باہر نکلنا ...ے بس کی بات نہیں۔"

"نہیں پتا جی! آج میں آپ کو آکاش کی بلندیوں پر دیکھ رہی ہوں۔ آپ تھوڑی ...انتظار کریں، میں ابھی آتی ہوں اور دیکھیے اب اپنا لباس پہن لیجیے۔"

نرملا مکان کے اندر چلی گئی۔ جے کرشن نے پیارے لال کے ساتھ دوبارہ اپنا ...باس تبدیل کیا اور ڈیوڑھی سے باہر نکل کر صحن میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر ...بعد اس نے پیارے لال کے قریب آکر کہا۔ "تم دروازے کی کنڈی لگا دو اور اگر ...کوئی باہر سے دستک دے تو دروازہ کھولنے سے پہلے گھوڑے اصطبل کی طرف ...ہانک دینا۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

(۴)

نرملا ایک کمرے میں بیٹھی خط لکھ رہی تھی۔ خادمہ نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے تینوں صندوق دیکھ چکی ہوں، مجھے کوئی دوا نہیں ملی۔"

نرملا نے کہا۔ "شاید میں نے پتا جی کے صندوق میں رکھ دی ہو۔ تم سو جاؤ، ...میں اُٹھ کر خود تلاش کرتی ہوں۔"

خادمہ چلی گئی اور اس سے تھوڑی دیر بعد جے کرشن کمرے میں داخل ہوا۔ نرملا نے کہا۔ "پتا جی! میں خط لکھ چکی ہوں۔ دیکھیے!"

جے کرشن نے آگے بڑھ کر خط اُٹھا لیا اور چراغ کی روشنی میں کھڑے ہو کر پڑھنے لگا۔ نرملا کے خط کا مضمون یہ تھا:۔

"بھیّا رام ناتھ!

جب تم ایلچی سے پوچھو گے کہ میں کون ہوں اور کس کی بیٹی ہوں تو تمھاری تسلی ہو جائے گی کہ میں جو کچھ لکھ رہی ہوں جھوٹ نہیں روپ وتی کا بھید کھل گیا ہے، اس میں کچھ میری غلطی تھی۔ وہ دشمن جس کے قبضے سے تم نے اُسے نکالا تھا، اس شہر میں اُسے تلاش کر رہا ہے۔ روپ وتی کہتی تھی کہ رنبیر نے اُسے بہن کہا تھا۔ میں اسے رنبیر کی طرف روانہ کر رہی ہوں۔ اس لیے تم بھی وہاں پہنچ جاؤ۔ واپس آئے تو تمھاری جان خطرے میں ہے۔ ایلچی ہمارا پرانا نوکر ہے اور میں اس کے ہاتھ خط کے علاوہ روپ وتی کی ایک نشانی بھی بھیج رہی ہوں۔

تمہاری ایک بہن"

جے کرشن نے جھنجھلا کر نرملا کی طرف دیکھا اور کہا "اگر تم خط کے نیچے اپنا نام بھی لکھ دیتیں تو اس سے کیا فرق پڑتا۔"

"کچھ نہیں۔" نرملا نے اطمینان سے جواب دیا "پتا جی! اگر میں اپنا نام بھی لکھ دوں اور یہ خط پکڑا بھی جائے تو بھی ٹھاکر کے سامنے میری شکایت کرنے سے پہلے پروہت کو یہ ماننا پڑے گا کہ ساونری روپ وتی ہے اور اس نے اس کے بارے میں جو کچھ مشہور کیا ہے وہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے تھا اور یہ بات ایسی ہے جو پروہت کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ پیارے لال یہ خط کو حفاظت سے پہنچا دے گا۔ آپ صرف اُس سے انعام کا وعدہ کر دیں۔"

جے کرشن نے لاجواب سا ہو کر کہا "چلو اب جلدی کرو!"

وہ دونوں ڈیوڑھی میں آئے۔ جے کرشن نے پیارے لال کو خط دیتے ہوئے کہا "دیکھو پیارے لال! جب تم واپس آؤ گے تو میں تمھاری دونوں مٹھیاں سونے سے بھر دوں گا۔ یہ خط رام ناتھ کے سوا کسی کو نہ دکھانا۔"

نرملا نے کہا۔ "اور میں ٹھاکر سے کچھ زمین بھی دلا دوں گی تاکہ تم اطمینان سے زندگی بسر کر سکو۔ رام ناتھ اگر تم سے میرا اور پتا جی کا نام پوچھے تو بتا دینا۔"

جے کرشن نے کہا۔ "لیکن یہ خط رام ناتھ کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں آ گیا تو میں تمھاری کھال اتروا دوں گا۔ اب شہر سے جلدی باہر نکل جاؤ۔"

پیارے لال نے دروازہ کھولا اور گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا "مہاراج! دوسرے گھوڑے پر کون جائے گا۔"

جے کرشن نے انتہائی ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "دوسرا گھوڑا یہیں رہے گا۔ بھگوان کے لیے اب جاؤ۔"

پیارے لال باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ جے کرشن نے مشعل اٹھاتے ہوئے کہا "نرملا! اب تم اندر جاؤ، مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ مجھے آتے ہی کسی کو ٹھاکر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیج دینا چاہیے تھا کہ تمھاری دوا مل گئی ہے اور تم آرام سے سو رہی ہو۔ اب میں یہ گھوڑا اصطبل میں چھوڑ کر کسی کو وہاں بھیجتا ہوں، ابھی سو نہ جانا۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"آپ مجھ سے صبح تک بات کر سکتے ہیں۔"

اندر جا کر تھوڑی دیر بعد نرملا ایک کمرے میں بیٹھی جے کرشن کا انتظار کر رہی تھی۔ نرملا ذہنی اور جسمانی کوفت کے بعد اب اُسے سکون و اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔ جے کرشن کمرے میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر تشویش اور اضطراب کے آثار دیکھ کر نرملا نے کہا "پتا جی! بھگوان کو خوش کرنے کے بعد آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

جے کرشن نے نڈھال سا ہو کر اس کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
ابھی تک یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ سب کچھ میں نے خواب کی حالت میں کیا ہے۔
معلوم نہیں پروہت جی اس وقت کیا کر رہے ہوں گے۔"

"وہ اب کچھ نہیں کر سکتے۔ صبح تک روپ وتی کوسوں دور جا چکی ہوگی۔
بھگوان کرے کہ پیارے لال رام ناتھ کو بروقت باخبر کر دے۔"

جے کرشن نے کہا "میں اب اُن کے متعلق نہیں، تمھارے متعلق سوچ رہا ہوں۔
پروہت کو جب معلوم ہوگا کہ روپ وتی غائب ہو چکی ہے تو وہ یقیناً تم پر شک
کرے گا اور اس کا انتقام بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"میں اس سے نہیں ڈرتی۔ میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ روپ وتی کو سرحد
عبور کرنے کے لیے وقت مل جائے۔ پتاجی! کیا آپ کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس
سارے کام میں بھگوان نے آپ کی مدد کی ہے۔"

جے کرشن نے تلملا کر جواب دیا "اگر بھگوان میرے حال پر اسی طرح مہربان
رہا تو مجھے یقین ہے کہ دنیا میں میرے لیے سانس لینے کے لیے کوئی جگہ نہیں رہے
گی۔"

نرملا کوشش کے باوجود اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

(۵)

باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور جے کرشن نے گھبرا کر کرسی سے
اُٹھتے ہوئے کہا "کون ہے؟"

ایک نوکر نے جواب دیا "مہاراج! ٹھاکر جی تشریف لائے ہیں۔"

جے کرشن نے نرملا کی طرف دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ وہ فوراً کرسی سے
کر بستر پر لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔

"کہاں ہیں ٹھاکر جی؟" جے کرشن نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

ر کہہ دل کی بجائے ٹھاکر نے کمرے میں پاؤں رکھتے ہوئے جواب دیا "دیکھیے
خود آنا پڑا، نرملا کیسی ہے؟"

"اب سو گئی ہے۔ ہمیں دوا تلاش کرنے میں بہت دیر لگی۔ میں نے ابھی آپ کی
بھیجا ہے وہ شاید آپ کو نہیں ملا۔"

"نہیں، میں بہت پریشان تھا۔ میں فوراً یہاں آنا چاہتا تھا لیکن پروہت جی
تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔"

"تشریف رکھیے۔"

"نہیں، نرملا کی نیند خراب ہوگی۔ میں اب واپس جاتا ہوں۔ آپ بھی آرام
یں۔"

"تھوڑی دیر بیٹھیے۔ نرملا پر صبح تک دوائی کا اثر رہے گا۔ اب اگر اس کے پاس
ڈھول بھی پیٹے تو اُس کی آنکھ نہیں کھلے گی۔ یہ دوا بہت اچھی ہے۔"

"بھگوان کا شکر ہے کہ آپ کو دوا مل گئی۔ ٹھاکر نے اطمینان سے کرسی
بیٹھتے ہوئے کہا۔

جے کرشن نے کہا "پروہت جی مجھے کچھ پریشان نظر آتے تھے۔ آپ سے کوئی
بات تو نہیں کہی انھوں نے؟"

ٹھاکر نے جواب دیا "پروہت جی سومنات کی حفاظت کے بارے میں
راجہ سے مشورہ کرنے جا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ محمود سومنات پر ضرور حملہ
کرے گا اور دیوتاؤں کی مرضی بھی یہی ہے کہ اس کے سپاہیوں کی لاشیں سومنات
دواروں کے سامنے روندی جائیں۔ پروہت جی کی خواہش ہے کہ اگلے مہینے تمام
سومنات میں جمع ہو کر یہ حلف اُٹھائیں کہ خطرے کے وقت اپنے لشکر کے

ساتھ سومنات کی حفاظت کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ ہمارے مہاراج نے انھیں یہ مشورہ دیا تھا کہ انہل واڑہ کی فوج کو سومنات میں جمع ہونے کی بجائے کاٹھیاواڑ کی سرحدوں کی حفاظت کرنی چاہیے لیکن پروہت جی کو یہ اطمینان نہیں کہ انہل واڑہ کی فوج حملہ آوروں کو کاٹھیاواڑ کی سرحدوں پر روک سکے گی۔ اس لیے اب وہ خود مہاراج سے بات چیت کرنے جا رہے ہیں۔ ان حالات میں مَیں بھی اُن کے ساتھ جانا ضروری سمجھتا ہوں۔"

جے کرشن نے پوچھا "آپ کی کیا رائے ہے؟"

ٹھاکر نے جواب دیا "میری رائے بھی یہی ہے کہ جنوب کے تمام راجے سومنات کی حفاظت کے لیے جمع ہو جائیں اور ہم اپنی سرحدوں پر ڈٹ جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم دشمن کو سرحد پہ روک سکیں گے لیکن اگر ہم اُسے نہ بھی روک سکے تو پیچھے ہٹتے ہوئے قدم قدم پہ اس کا مقابلہ کریں گے۔ اس طرح سومنات تک پہنچتے پہنچتے دشمن کی بیشتر قوت زائل ہو چکی ہو گی اور ہمارا وہ لشکر جو سومنات کی حفاظت کے لیے جمع ہو گا، آسانی سے اُسے تباہ کر سکے گا یہاں تک کہ دشمن کا ایک آدمی بھی ہمارے دیوتاؤں کے عذاب سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔ مجھ سے باتیں کرنے کے بعد پروہت جی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ انہل واڑہ جانے سے پہلے شوجی کے مندر کے پجاریوں سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ محل میں آرام کرنے کی بجائے مندر میں تشریف لے گئے ہیں۔"

"اس وقت؟"

"ہاں! میں ابھی انھیں وہاں پہنچا کر آیا ہوں، پروہت جی رتھ پر سوار ہونے کی بجائے مندر تک پیدل گئے ہوں گے۔ وہ تو دیوتا ہیں۔ نیند اور تھکاوٹ کا ان پر کیا اثر ہو سکتا ہے لیکن بعض پجاریوں کا بُرا حال تھا۔ بیچارے چلتے ہوئے

رہے تھے۔"

جے کرشن نے پوچھا "وہ سب پروہت جی کے ساتھ گئے ہیں؟"

"نہیں، صرف سات یا آٹھ پجاری اور ان کے اپنے چند سپاہی۔"

"آپ نے ان کی سیوا کے لیے اپنے سپاہی کیوں نہیں بھیج دیے؟"

"میں تو یہی چاہتا تھا لیکن پروہت جی کہتے تھے کہ ان کے مندر میں جانے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے۔ مندر کے دروازے پر پہنچ کر انھوں نے مجھے بھی رخصت کر دیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ تم نرملا کی خبر لو۔ ہم باقی رات یہیں گزاریں گے۔"

"انھیں معلوم ہے کہ نرملا میرے ساتھ آ گئی ہے؟"

"نہیں، میں نے سوچا کہ وہ پریشان ہوں گے۔ اس لیے نہیں بتایا۔"

جے کرشن نے کہا "تو آپ یہیں آرام کریں۔ میں آپ کو صبح ہوتے ہی جگا دوں گا۔"

"نہیں اب تو صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں۔ مجھے گھر جا کر پروہت جی کا انتظار کرنا چاہیے۔ بھگوان کرے وہ صبح سفر کا ارادہ تبدیل کر دیں، ورنہ میرا بُرا حال ہو گا۔"

جے کرشن نے کہا "ٹھہریے، میں آپ کے لیے رتھ تیار کراتا ہوں۔ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔"

ٹھاکر نے کہا "رتھ کی ضرورت نہیں، میں آپ کا گھوڑا لے جاتا ہوں۔"

اس گفتگو کے دوران نرملا جو بستر پر آنکھیں بند کیے یہ باتیں سن رہی تھی دل میں ایک فیصلہ کر چکی تھی۔ جے کرشن اور ٹھاکر کے اٹھتے ہی اس نے کروٹ لی اور "پانی! پانی!" کہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"میں ابھی لاتا ہوں بیٹی!" جے کرشن یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

ٹھاکر نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اب تمھارا
حال ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ یہاں کب تشریف لائے ہیں؟"

"میں ابھی آیا ہوں!" ٹھاکر یہ کہہ کر نرملا کے بستر کے قریب بیٹھ گیا۔

"آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا۔ مجھے دوا کھاتے ہی نیند آ گئی تھی۔ پتاجی نے
آپ کو پیغام نہیں بھیجا؟"

"نہیں، مجھے ان کا پیغام نہیں مل سکا اور اگر مل بھی جاتا تو بھی تمھیں دیکھے بنا
میری تسلی نہ ہوتی۔ میں صبح سویرے پروہت جی کے ساتھ اہل واڑہ جانے کا
ارادہ کر چکا ہوں۔ وہاں شاید مجھے چند دن ٹھہرنا پڑے۔ اس لیے جانے سے پہلے
تمھارے متعلق اطمینان کرنا ضروری تھا۔ اس تکلیف کا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے۔
میں واپسی پر منوراج کو لیتا آؤں گا۔"

نرملا نے کہا "نہیں، آپ انھیں تکلیف نہ دیں۔ مجھے اس دوا سے فوراً آرام
آجاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے پروہت اور دوسرے مہمانوں کو
پریشانی ہوئی۔"

ٹھاکر نے جواب دیا "نہیں، انھیں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ پروہت
کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تم یہاں آ گئی ہو۔"

نرملا نے کہا "آپ کو رخصت کرنے کے لیے میرا گھر میں ہونا ضروری

ٹھاکر نے کہا "ہاں! تم پروہت جی کے درشن کر لیتیں تو اچھا ہوتا۔ اگر
تمھاری طبیعت ٹھیک ہے تو میں صبح روانہ ہونے سے پہلے تمھارے لیے پالکی بھیج
دوں گا۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ ہی

چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن تمھیں تکلیف ہوگی۔"

"عورت کو اپنے پتی کے ساتھ چلنے میں تکلیف نہیں ہوتی۔"

ٹھاکر نے اپنے دل میں خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ شادی کے بعد نرملا
کے طرزِ عمل نے اُسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ شاید اپنی تمام دولت اس کے
قدموں پر نچھاور کرنے کے بعد بھی اس کی محبت نہ خرید سکے۔ اس نے تشکر کے
جذبات سے مغلوب ہو کر کہا "تو چلو، میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور
کیا بات ہو سکتی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد جے کرشن پانی کا کٹورا اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ نرملا
نے کٹورا اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ ٹھاکر نے جے کرشن کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"آپ اجازت دیں تو میں نرملا کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔"

"اگر نرملا کی طبیعت ٹھیک ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اس وقت...؟"

نرملا نے پانی کے چند گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا "پتاجی! ٹھاکر جی
صبح پروہت جی کے ساتھ جا رہے ہیں اور انھیں رخصت کرنے کے لیے میرا گھر پہنچنا
ضروری ہے۔ تازہ ہوا میں پیدل چلنے سے میری طبیعت اور زیادہ ٹھیک ہو جائیگی۔"

"لیکن یہ عجیب سی بات ہوگی۔ اچھا تمھاری مرضی۔"

تھوڑی دیر بعد ٹھاکر اور نرملا اپنے محل کا رُخ کر رہے تھے۔ ٹھاکر تھکاوٹ سے
نڈھال ہونے کے باوجود بے حد مسرور تھا۔ جے کرشن کے مکان کی ڈیوڑھی سے
نکلتے ہی اُس نے نرملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "نرملا! اب مجھے ہر
قدم پر تمھارے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔"

نرملا نے آہستہ سے جواب دیا "آپ کی سیوا میرا فرض ہے۔"

ٹھاکر نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا "تم
ہو نرملا، اور تمہارا یہ پجاری اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ تم اس سے نفرت نہ کرو
نرملا یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کے ہاتھ پر کسی نے دہکتا ہوا انگارہ رکھ دیا ہے
وہ چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی "چلیے۔"
ٹھاکر نے مغموم لہجے میں کہا "میں جانتا ہوں نرملا! تمہیں میرے سفید بالوں
کے ساتھ پریم نہیں ہو سکتا۔ میں تم سے صرف رحم کی بھیک مانگتا ہوں۔"
نرملا نے کرب انگیز لہجے میں کہا "ایسی باتیں نہ کیجیے۔ میں آئندہ آپ کو
شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ چلیے! آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔"
"نہیں نہیں، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ ایک پجاری کو اپنی دیوی
سے شکایت کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔" ٹھاکر یہ کہہ کر اس کے ساتھ
چل دیا۔

(۶)

گھر پہنچ کر انھیں پتہ چلا کہ پروہت جی ابھی تک نہیں آئے۔ نرملا نے اطمینان
کا سانس لیا۔ جب وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے تو ٹھاکر نے
کہا "نرملا! اب صبح ہونے کو ہے پروہت جی آتے ہی ہوں گے۔ تم لیٹ
جاؤ۔ جب وہ آجائیں گے تو میں تمہیں جگا دوں گا۔"
نرملا نے کہا "مجھ سے زیادہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ
پروہت جی ذرا دیر سے آئیں اور آپ کو تھوڑی دیر آرام کے لیے وقت مل جائے
آپ کو سفر کرنا ہے اور میں تو سارا دن سو سکتی ہوں۔"
ٹھاکر تھکاوٹ سے چور ہو چکا تھا۔ اُس نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا "بہت
اچھا۔ میں ذرا کمر سیدھی کر لوں۔"

نرملا ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھوڑی دیر بعد اسے ٹھاکر کے خراٹے سنائی دے
رہے تھے۔ نرملا نے چراغ کی دھندلی روشنی میں اُس کا چہرہ دیکھا اور اپنی آنکھیں
بند کر لیں۔ اُس کے تصورات ماضی کی طرف دوڑ رہے تھے۔ ماضی جو رنبیر کے سپنوں
سے بھرپور تھا۔ ماضی جہاں اس کی جوانی کے تمام ولولے دم توڑ چکے تھے۔ ماضی
جس کی طرف لوٹنا اس کے بس کی بات نہ تھی اور جس نے اُسے آہوں اور آنسوؤں
کی پونجی دے کر مستقبل کی بھیانک وسعتوں کی طرف دھکیل دیا تھا۔ نرملا کا دم گھٹنے
لگا۔ وہ اٹھ کر بالکنی کی طرف بڑھی اور اپنی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسو پونچھنے کے
کے بعد آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ مشرق کے افق سے صبح کا ستارہ نمودار ہو رہا تھا۔
آہستہ آہستہ ستاروں کی چمک ماند پڑنے لگی اور رات کی تاریکی صبح کے دھندلکے
میں تبدیل ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے محل کی چار دیواری سے باہر گھوڑوں کی
ٹاپ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اُسے چند سوار دکھائی دیے جو اصطبل سے
نکل کر دوسری طرف جا رہے تھے۔ سوار جلد ہی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے
نرملا واپس مُڑنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اسے پروہت جی محل کی طرف آتے ہوئے
دکھائی دیے۔ نرملا جلدی سے کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے ٹھاکر کو بازو سے
پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "پروہت جی آگئے ہیں۔"
ٹھاکر ہڑبڑا کر اٹھا اور اُس نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا "کہاں ہیں پروہت
جی؟"

"وہ نیچے اپنے کمرے کی طرف جا رہے ہیں۔"
"بھگوان کرے وہ سفر کا ارادہ ملتوی کر دیں۔" ٹھاکر یہ کہہ کر لڑکھڑاتا ہوا
دروازے کی طرف بڑھا۔
ایک ساعت کے بعد ٹھاکر واپس آیا تو نرملا کرسی پر بیٹھی اُونگھ رہی تھی۔ "اُف

تم ابھی تک بیٹھی ہوئی ہو۔ تمھیں سو جانا چاہیے تھا۔"

"میں آپ کا انتظار کر رہی تھی۔"

"میں آج نہیں جاؤں گا۔ پروہت جی نے مندھیر جانے کا ارادہ بدل دیا ہے۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مہاراجہ کو یہیں بلا لیا جائے۔ میں نے ان کا پیغام مہاراجہ کو بھیج دیا ہے۔"

نرملا نے کہا۔ "آپ کو جگانے سے پہلے میں نے محل سے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنی تھی میرا خیال ہے کہ چند سوار اصطبل سے نکل کر کہیں گئے ہیں۔"

"ہاں وہ پروہت جی کے محافظ دستے کے آدمی تھے۔ پروہت جی نے انھیں ہمارے پڑوس کے راجوں اور سرداروں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ وہ ان کے درشن کے لیے یہاں پہنچ جائیں۔ پروہت جی نے مجھ سے ایک عجیب سی بات کہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ کہتے ہیں کہ ایک خوبصورت لڑکی سومنات کے مندر میں داسی بن کر آئی تھی۔ لیکن پجاریوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کی جاسوس ہے۔ چنانچہ اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن پچھلے دنوں اچانک وہ قید خانے سے بھاگ گئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مندر کی حفاظت کرنے والی فوج میں بھی بعض آدمی اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ سومنات کے جاسوس کئی دنوں سے اس کی تلاش میں تھے۔ اب انھیں یہ سراغ ملا ہے کہ وہ لڑکی ہمارے شہر میں کسی کے ہاں چھپی ہوئی ہے۔ مجھے اس بات پر یقین نہیں آتا۔ تاہم میں نے پروہت جی کی تسلی کے لیے شہر کی ناکہ بندی کا حکم دے دیا ہے۔ اب میرے سپاہیوں کی مدد سے سومنات کے پجاری شہر کے ہر گھر کی تلاشی لیں گے۔ اگر وہ لڑکی مل گئی تو پجاری اُس کے باقی

ساتھیوں کا کھوج لگانے کے لیے اُسے سومنات لے جائیں گے۔ سومنات کے مندر میں دشمنوں کے جاسوسوں کا ہونا بہت خطرناک ہے۔ میں نے شہر میں یہ ڈھنڈورا پٹوانے کا ارادہ کیا ہے کہ اُس لڑکی کو تلاش کرنے والے کو بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ اب تم آرام سے سو جاؤ۔ پروہت جی آج دوپہر سے پہلے کسی سے ملاقات نہیں کریں گے۔"

نرملا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک بڑھیا ہانپتی کانپتی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کا پیرہن جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور اُس کے چہرے پر ضربوں کے نشان تھے۔ ٹھاکر نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ اس کی پرانی خادمہ تھی، جسے اُس نے رام ناتھ کے گھر بھیجا تھا۔ بڑھیا سسکیاں لیتی ہوئی ٹھاکر کے پاؤں پر گر پڑی۔ چند نوکرانیاں اور نوکر حیران و پریشان دروازے سے باہر کھڑے تھے۔ ٹھاکر نے بڑھیا کے بازو پکڑ کر اُسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ "کیا ہوا امّاں؟"

"مہاراج! مجھے ڈاکوؤں نے مارا ہے۔ وہ رات کے تیسرے پہر حویلی کی دیوار پھاند کر اندر آ گئے تھے۔ انھوں نے چوکیدار اور تین نوکروں کو قتل کر دیا ہے چوتھا نوکر جاں کنی کی حالت میں پڑا ہے۔ پھر انھوں نے مجھے، چوکیدار کی بیوی، اور مالی کی لڑکی کو پکڑ کر ایک کمرے میں بٹھا دیا اور دو آدمی تلواریں سونت کر ہمارے سر پر کھڑے ہو گئے۔ باقی آدمیوں نے مکان کی تلاشی لینے کے بعد ہم سے پوچھا کہ سردار کی بیوی کہاں ہے۔ تم نے اسے کہاں چھپا دیا ہے۔ مہاراج! ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ وہ رات کے وقت اپنے کمرے میں تھی اور میں نے اُسے حویلی سے باہر جاتے نہیں دیکھا۔ لیکن وہ نہیں مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ تم جھوٹ بولتی ہو۔ پھر انھوں نے دوبارہ مکان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن ساوتری وہاں نہیں تھی۔ اس کے بعد انھوں نے کمرے کا دروازہ

بند کر کے ہمیں پیٹنا شروع کر دیا۔ چوکیدار کی بیوی اور مالی کی لڑکی نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ ان کے گھر حویلی کے دوسرے کونے میں ہیں، اور رات کے وقت صرف میں ساوتری کی خدمت میں رہا کرتی ہوں۔ ڈاکوؤں نے اُن کی مشکیں کس کر انھیں کمرے کے اندر بند کر دیا اور مجھے حویلی کے پچھواڑے کھیتوں میں لے گئے۔ وہاں ان کے چند ساتھی کھڑے تھے۔ مہاراج! انھوں نے مار مار کر مجھے بے ہوش کر دیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں ڈر کے مارے حویلی کی طرف نہیں گئی، اور یہاں تک پہنچتے پہنچتے کئی بار گری ہوں۔"

ٹھاکر نے کہا "میرے شہر میں ایسی جرأت کون کر سکتا ہے۔ تم ان میں سے کسی کو پہچان سکو گی؟"

"نہیں مہاراج! انھوں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے۔"

"وہ کتنے تھے؟"

"مہاراج! آٹھ آدمیوں نے حویلی پر حملہ کیا تھا۔ اور تین کو میں نے کھیت میں دیکھا تھا۔"

ٹھاکر نے پوچھا "اور سردار رام ناتھ کی بیوی کے متعلق تمھیں کچھ معلوم نہیں؟"

"نہیں مہاراج! مجھے کچھ پتہ نہیں۔ رات کے وقت سونے سے پہلے میں نے اُسے اُس کے کمرے میں دیکھا تھا۔"

"اب تم یہیں رہو۔" ٹھاکر یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا اور نوکروں کو اپنے راستے سے ہٹاتا ہوا باہر نکل گیا۔

دوپہر کے قریب شہر کے ڈھنڈورچی گلیوں اور کوچوں میں رام ناتھ کے گھر پر حملہ کرنے والے ڈاکوؤں، اس کی بیوی اور سومنات کے قید خانے سے فرار ہونے والی لڑکی کا پتہ دینے والوں کے لیے انعامات کا اعلان کر رہے تھے۔

(۷)

دوپہر سے تھوڑی دیر بعد پیارے لال ایک چھوٹے سے گاؤں میں داخل ہوا۔ وہ تھکاوٹ سے نڈھال تھا اور گھوڑا بھی جواب دے چکا تھا۔ گاؤں کے چوپال سے باہر ایک درخت کے نیچے چند آدمی بیٹھے تھے۔ پیارے لال دیہاتی لوگوں سے کام لینا جانتا تھا۔ ذرا سی دیر میں ایک آدمی نے اس کے گھوڑے کے لیے چارے اور پانی کا انتظام کر دیا اور دوسرا اس کے لیے روٹی، مکھن اور لسی لے آیا۔ اپنا پیٹ بھر لینے کے بعد پیارے لال تھوڑی دیر سستانے کی غرض سے کھاٹ پر لیٹ گیا۔ ایک دیہاتی نے اس سے سوال کیا۔ "مہاراج! آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"مہاراج" کا لفظ سن کر پیارے لال نے اپنے دل میں ایک گدگدی سی محسوس کی اور کہا۔ "تم مندھیر کے ٹھاکر جی کو جانتے ہو؟"

"انھیں کون نہیں جانتا مہاراج! آپ ان کے ....."

پیارے لال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "دیکھو بھئی! تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

ایک عمر رسیدہ آدمی نے کہا۔ "مہاراج! آپ کا گھوڑا بہت تھکا ہوا معلوم ہوتا ہے اگر حکم ہو تو اس کی زین اتار دوں؟"

پیارے لال نے گردن اٹھا کر تحکمانہ انداز میں جواب دیا۔ "نہیں! ہم ابھی روانہ ہو جائیں گے۔"

ایک اور دیہاتی بولا۔ "مہاراج! آپ کا گھوڑا بہت خوبصورت ہے۔"

پیارے لال نے اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم نے اسے بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں پچھلے پہر مندھیر سے نکلا تھا اور اب یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

"اتنی جلدی؟" دیہاتی نے حیران ہو کر پوچھا

"ہاں اور کیا؟"

چند دیہاتی یکے بعد دیگرے اُٹھ کر گھوڑے کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے اس کے کانوں سے لے کر دُم کے بالوں تک کی تعریف شروع کر دی۔ ایک سادہ دل دیہاتی نے پیارے لال سے پوچھا۔ "مہاراج! اس کی قیمت کیا ہو گی؟"

"کیوں! تم اسے خریدنا چاہتے ہو؟" پیارے لال نے اس پر غضب آلود نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

اُس نے کھسیانا ہو کر جواب دیا۔ "نہیں مہاراج! میں نے تو یونہی پوچھا تھا"

"ارے نہیں خرید لو۔ اس کی قیمت صرف ایک گاؤں ہے۔"

سادہ دل دیہاتی بدحواسی کی حالت میں اپنے ساتھیوں کے قہقہے سُن رہا تھا تھوڑی دُور ایک سرپٹ سوار گاؤں کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا اور چند دیہاتی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ پیارے لال بھی اُن کی دیکھا دیکھی کھاٹ سے اُتر کر سوار کے راستے میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں سوار چوپال کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اُس نے گھوڑا روکنے کی کوشش نہ کی۔ دیہاتی گھبرا کر اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ سوار ایک بگولے کی طرح آگے نکل گیا۔ پیارے لال پُوری قوّت کے ساتھ چلّایا "مہاراج رام ناتھ! ٹھہرو! ٹھہرو! رام ناتھ! رام ناتھ!"

لیکن رام ناتھ گرد کے بادلوں میں چھپ چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پیارے لال اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ لیکن رام ناتھ کے گھوڑے کے مقابلے میں اُس کے گھوڑے کی رفتار بہت سُست تھی۔ وہ اس اُمید پر چلتا رہا کہ رام ناتھ کسی نہ کسی جگہ دم لینے کے لیے ضرور ٹھہرے گا۔ راستے میں کوئی بستی

آتی یا کوئی مسافر ملتا تو وہ رام ناتھ کے متعلق پوچھ لیتا۔ اس کے گھوڑے کی رفتار بتدریج کم ہوتی گئی اور تیسرے پہر کے قریب گھوڑا چلتے چلتے رک گیا۔ پیارے لال نے اسے ایڑ لگائی تو وہ چند چھلانگیں لگانے کے بعد پھر رُک گیا۔ پیارے لال مجبوراً نیچے اترا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر پیدل چلنے لگا۔ اس علاقے میں دُور دُور تک جھاڑیوں اور درختوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ پیارے لال شام سے پہلے کسی گاؤں میں پہنچنا ضروری سمجھتا تھا۔ کوئی آدھ کوس چلنے کے بعد اسے گھنی جھاڑیوں کے پیچھے سرپٹ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی اور وہ پگڈنڈی سے ہٹ کر ایک درخت کے اوپر چڑھ گیا۔ پندرہ مسلح سوار جن کے نیزے دھوپ میں چمک رہے تھے پوری رفتار سے اس کی طرف آ رہے تھے۔ وہ جلدی سے نیچے اترا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر گھنی جھاڑیوں کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ آن کی آن میں سوار گرد کے بادل اڑاتے ہوئے آگے نکل گئے۔ پیارے لال گھوڑے کی باگ پکڑ کر پھر پگڈنڈی پر ہو لیا۔ کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تھکا ہُوا گھوڑا گردن جھکائے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ کوئی ایک کوس چلنے کے بعد پیارے لال کو ایک دیہاتی دکھائی دیا جو گدھے پر سوار تھا۔ پیارے لال نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے سوال کیا۔ "یہاں سے اگلا گاؤں کتنی دُور ہے؟"

"مہاراج کوئی دو کوس ہو گا۔"

"تم نے راستے میں ایک سوار دیکھا ہے؟"

"میں نے راستے میں کئی سوار دیکھے ہیں مہاراج! ایک ٹولی تو آگے جا چکی ہے شاید آپ نے بھی دیکھی ہو گی۔"

"ہاں وہ کون تھے؟"

"معلوم نہیں مہاراج! اپنے گاؤں سے نکلتے ہی مجھے اپنے پیچھے ایک فوج دکھائی دی۔ چالیس پچاس سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے مجھ سے آگے نکل گئے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہی سپاہی ایک سوار کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ گدھے سے اتر کر میں ڈر کے مارے ایک جھاڑی کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ سپاہیوں نے اُس سوار سے ہتھیار ڈال دینے کا مطالبہ کیا، لیکن اُس نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ تم کس کے حکم سے مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو، میں ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔"

پیارے لال نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس سوار کے گھوڑے کا رنگ مشکی تھا؟"

"جی ہاں!"

"اچھا پھر کیا ہوا؟"

"پھر ایک آدمی آگے بڑھا۔ اس کی شکل بالکل مندھیر کے مندر کے ایک پجاری سے ملتی تھی جو ہر سال ہمارے گاؤں میں دان لینے آیا کرتا ہے۔ اُس نے سوار کو سمجھایا کہ ہم تمہیں گرفتار کر کے مندھیر لے جانا چاہتے ہیں، وہاں جا کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم نے کیا جرم کیا ہے۔ لیکن سوار نے کہا۔ میں خود ہی مندھیر جا رہا ہوں، تم میرے پیچھے آ سکتے ہو۔ اس کے بعد ایک سپاہی آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ ہم سومنات کے سپاہی ہیں اور پرمہنت جی مہاراج کے حکم سے تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ مندھیر کا ٹھاکر یا انہل واڑہ کا مہاراجہ تمہاری مدد کرے گا۔ سوار نے یہ سنتے ہی تلوار نکال لی اور اُن کا گھیرا توڑ کر ایک طرف نکلنے کی کوشش کی، لیکن ایک سپاہی کا نیزہ اس کے گھوڑے کے سر میں لگا اور گھوڑا دو تین بار اچھلنے کے بعد اپنے سوار سمیت گر پڑا۔ سوار ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا

کہ چند سپاہی اُس کے سر پر نیزے تان کر کھڑے ہو گئے۔ اب اس کے سامنے ہار ماننے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ پھر چار سپاہی گھوڑوں سے اُترے اور اُنھوں نے رسّے سے اس کے ہاتھ باندھ لیے۔ میں نے وہاں سے کھسکنا چاہا لیکن ایک سپاہی نے مجھے دیکھ لیا اور نیزے سے ہانکتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس لے گیا۔ میں نے بڑی مشکل سے انہیں اس بات کا یقین دلایا کہ میں ایک غریب دھوبی ہوں اور صرف ڈر کے مارے جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ ان میں سے چند آدمی قیدی کو لے کر واپس چلے گئے اور باقی آگے نکل گئے ہیں۔ آپ اسے جانتے ہیں مہاراج؟"

"کسے؟"

"اُس سوار کو جسے گرفتار کیا گیا ہے؟"

"نہیں۔" پیارے لال نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا۔

گھوڑا پھر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ پیارے لال نے مڑ کر دھوبی کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بھئی میرے ساتھ ایک سودا کرو گے؟"

"کیسا سودا مہاراج؟"

"اپنے گدھے کے بدلے میرا گھوڑا لے لو۔ اسے کسی دن مندھیر لے آنا، تمہیں انعام ملے گا۔ مجھے اگلے گاؤں سے کوئی سواری مل گئی تو میں تمہارا گدھا وہاں چھوڑ دوں گا۔"

دھوبی نے جواب دینے کی بجائے گدھے کی گردن پر ایک ڈنڈا رسید کیا اور آن کی آن میں جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔

اگلے روز دوپہر کے وقت نرملا اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکاوٹ اور پریشانی کے آثار تھے۔ ٹھاکر رگھوناتھ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے

نرملا کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ پروہت جی نے رام ناتھ کا جرم بتانے سے انکار کر دیا ہے۔"

نرملا نے پوچھا۔ "آپ رام ناتھ سے ملے ہیں؟"

"نہیں، پروہت جی اُس سے کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ اس وقت مندر کی چار دیواری میں قید ہے اور دروازے پر پروہت جی کے آدمی پہرہ دے رہے ہیں۔ شہر کے کسی اور آدمی کو مندر کے قریب آنے کی اجازت نہیں۔"

نرملا نے کہا۔ "کیا آپ کو یہ اختیار بھی نہیں کہ اپنے شہر کے ایک آدمی کی گرفتاری کی وجہ پوچھ سکیں؟"

"پروہت جی کے سامنے میرے تمام اختیارات ختم ہو جاتے ہیں۔"

"آپ اس علاقے کے حاکم ہیں، اگر رام ناتھ نے کوئی جرم کیا ہے تو اسے آپ کی عدالت میں پیش ہو جانا چاہیے اور رام ناتھ ایک عام آدمی نہیں وہ مہاراجہ کا دوست ہے۔"

"پروہت جی اگر چاہیں تو مجھے بھی گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"یونہی، کسی جرم کے بغیر!"

"تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ پروہت جی نے رام ناتھ کو کسی جرم کے بغیر گرفتار کیا ہے؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "نہیں، مجھے سوچنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ رام ناتھ نے کوئی جرم نہیں کیا اور اگر اس نے کوئی جرم کیا ہے تو وہ ایسا ہے جس کے ظاہر ہو جانے سے پروہت جی کو اپنی بدنامی کا خوف ہے۔"

رگھوناتھ نے غصے میں آ کر کہا۔ "نرملا! بھگوان کے لیے ہوش میں آؤ، تمہیں اس محل کے کسی نوکر کے سامنے بھی ایسی باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔"

نرملا نے کہا۔ "مجھ پر خفا ہونے کی بجائے آپ پروہت جی سے یہ پوچھیں کہ مندر

کی دیویاں مہادیو کے چرنوں میں پہنچ کر دوبارہ اس دنیا میں کیسے آ جاتی ہیں؟"

"نرملا! تمہیں کیا ہو گیا ہے، بھگوان کے لیے مجھے پریشان نہ کرو۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

نرملا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ جے کرشن دروازے کے سامنے نمودار ہوا اور وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رگھوناتھ نے بھی کرسی سے اُٹھ کر جے کرشن کا سواگت کیا اور اُسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ آپ کو بلاؤں۔ نرملا بہت پریشان ہے۔ اسے کسی نے پروہت جی مہاراج کے متعلق بہکا دیا ہے۔ آپ اُسے سمجھائیں پروہت جی کے متعلق اپنے دل میں بُرا خیال لانا بھی پاپ ہے۔"

جے کرشن نے انجان بن کر کہا۔ "نرملا! کیا شکایت ہے تمہیں پروہت جی مہاراج کے متعلق؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "کچھ نہیں پتا جی! میں ان سے کہہ رہی تھی کہ اگر پروہت جی رام ناتھ کا کوئی جرم ثابت کر سکتے ہیں تو وہ اسے ان کی عدالت میں پیش کرنے سے کیوں گھبراتے ہیں۔"

رگھوناتھ نے تلملا کر کہا۔ "دیکھو نرملا! میں ایک بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں پروہت جی کے خلاف کچھ نہیں سن سکتا۔"

نرملا کچھ کہے بغیر اُٹھی اور تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ رگھوناتھ نے پریشانی کی حالت میں جے کرشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ بھگوان جانے اسے کیا ہو گیا ہے۔"

جے کرشن نے جواب دیا۔ "آپ کو نرملا کی باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ بہت رحم دل ہے۔ جب ہم قنوج میں تھے تو وہاں بھی یہ بدترین مجرموں کی جان بچانے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ میں اسے سمجھا لوں گا۔"

رگھوناتھ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ اطمینان سے باتیں کریں۔ میں ذرا نیچے جا رہا ہوں۔"

رگھوناتھ کمرے سے باہر نکل گیا اور جے کرشن قدرے توقف کے بعد اُٹھ کر نرملا کے کمرے میں داخل ہوا۔ نرملا صحن کی طرف کھلنے والے دریچے کے سامنے کھڑی تھی۔ جے کرشن نے اُس کے قریب جا کر کہا۔ "بیٹی! تم آگ کے ساتھ کھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر ایسی باتیں پروہت کے کانوں تک پہنچ گئیں تو اس کا انتقام بہت خوفناک ہوگا۔ اگر اسے تمام حالات معلوم ہو جائیں تو اس کے آدمی قنوج کی حدود تک روپ وتی کا پیچھا کریں گے۔ تمہیں اگر میرا یا اپنا خیال نہیں تو کم از کم روپ وتی کی خاطر چند دن کے لیے اپنی زبان قابو میں رکھو۔"

نرملا نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "لیکن پتا جی! وہ رام ناتھ کو قتل کر ڈالیں گے اور روپ وتی اس کے بغیر کیسے زندہ رہ سکے گی۔"

جے کرشن نے جواب دیا۔ "پروہت اسے قتل نہیں کرے گا۔ جب تک روپ وتی اُس کے قبضے میں نہیں آتی، رام ناتھ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ یہ روپ وتی کی خوش قسمتی ہے کہ پروہت کے سپاہی اسے صرف مندھیر اور رام ناتھ کی جاگیر کی بستیوں میں تلاش کر رہے ہیں۔ اگر وہ راستے میں پیارے لال کو پکڑ کر اس کی تلاشی لے لیتے تو تمہارا خط ہماری تباہی کے لیے کافی تھا۔ اب بھی مجھے ڈر ہے کہ اگر اُسے ہم پر شک ہو گیا تو پیارے لال جیسے نوکروں سے سچی بات اُگلوا لینا اُس کے لیے مشکل نہ ہوگا۔ تمہیں نوکروں کے ساتھ ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ہم رام ناتھ کے لیے جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے ہیں۔ اب بھگوان ہی اُسے بچا سکتا ہے۔ ہمارے بس میں کچھ نہیں رہا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم احتیاط سے کام لو گی۔"

"پتا جی، میں وعدہ کرتی ہوں۔" نرملا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

(۹)

مندھیر میں شوجی کا مندر اپنی قدامت، وسعت اور فنِ تعمیر کے لحاظ سے بہت مشہور تھا۔ پتھر کی چار دیواری کے اندر ایک وسیع تالاب تھا اور اس تالاب کے عین درمیان مندر کی پرشکوہ عمارت کھڑی تھی جس کے سنہری کلس، دُور دُور تک دکھائی دیتے تھے۔ اور جس کے اندر ایک ہزار بُت نصب تھے۔ تالاب کے چاروں کناروں سے مندر تک پہنچنے کے لیے سنگِ مرمر کی گزرگاہیں تعمیر کی گئی تھیں۔ ہر روز سینکڑوں یاتری مندر کے تالاب میں اشنان کرنے اور مورتیوں کے سامنے نذرانے پیش کرنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ملک میں شوجی کے کئی اور مندروں کے پجاریوں کی طرح اس مندر کے پجاری بھی سومنات کے بڑے پروہت کو اپنا پیشوا مانتے تھے اور اس کی آمدنی کا ایک حصہ ہر سال سومنات کے مندر کی بھینٹ کیا جاتا تھا۔

گزشتہ دو دن سے یہ مندر سومنات کے پروہت کی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا تھا اور اس کے دروازے تمام یاتریوں کے لیے بند ہو چکے تھے۔ عام پجاریوں کو بھی مندر سے دُور رہنے کا حکم مل چکا تھا۔ دروازوں پر سومنات کے سپاہی پہرا دے رہے تھے۔ سومنات کے پروہت کے ساتھیوں اور مندھیر کے چند پجاریوں کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ عام لوگ صرف یہ جانتے تھے کہ رام ناتھ کو ایک قیدی کی حیثیت سے اس مندر کے اندر لایا گیا ہے اور عنقریب سومنات کے خلاف کسی خطرناک سازش کا انکشاف ہونے والا ہے۔

رام ناتھ مندر کے اندر ایک ستون کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اور ایک سپاہی اس کی ننگی پیٹھ پر کوڑے برسا رہا تھا۔ سومنات کا پروہت اور چند پجاری اُس کے قریب کھڑے تھے۔ جب رام ناتھ نے آنکھیں بند کر کے گردن ڈھیلی چھوڑ دی تو پروہت نے سپاہی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا، اور رام ناتھ کو سر کے بالوں

سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

رام ناتھ نے آنکھیں کھولتے ہوئے جواب دیا۔ "میری جان لینے کے لیے تمہیں بہانے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اسے گھر میں چھوڑ کر گیا تھا۔ اگر وہ میری غیر حاضری میں گھر سے غائب ہو گئی ہے تو تم سے زیادہ اس بات کا کسی اور کو علم نہیں ہو سکتا۔"

ایک پجاری نے کہا۔ "مہاراج! یہ بہت سخت جان ہے۔ اس کا دماغ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا۔"

"اس کا دماغ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے پروہت نے سپاہی کو اشارہ کیا اور اس نے پھر رام ناتھ پر کوڑے برسانے شروع کر دیے۔

تھوڑی دیر بعد جب رام ناتھ کے چہرے سے بے ہوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو پروہت نے کوڑے مارنے والے سپاہی کو ایک بار پھر روکا، اور پانی لانے کے لیے کہا۔ ایک سپاہی نے مندر کے تالاب سے ایک بالٹی میں پانی لا کر رام ناتھ کے قریب رکھ دیا اور کٹورا بھر کر اس کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔ رام ناتھ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پروہت نے سپاہی کے ہاتھ سے پانی کا کٹورا لے کر رام ناتھ کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ لیکن ابھی اس نے ایک ہی گھونٹ حلق سے اتارا تھا کہ پروہت نے کٹورا پیچھے ہٹا کر سارا پانی زمین پر انڈیل دیا اور کہا۔ "اگر پانی پینا چاہتے ہو تو میرے سوال کا جواب دو۔"

رام ناتھ نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر میری جگہ تم اس ستون کے ساتھ بندھے ہوئے ہوتے اور میرے ہاتھ میں کٹورا ہوتا تو اب تک شہر کے ہر آدمی کو یہ معلوم ہو چکا ہوتا کہ روپ وتی کہاں ہے۔"

پروہت نے کہا۔ "تمہارے لیے یہ آخری موقع ہے۔ اس کے بعد میرے دل میں تمہارے لیے رحم کی کوئی گنجائش نہیں ہو گی۔"

رام ناتھ نے قدرے توقف کے بعد جواب دیا۔ "تم مجھ سے صرف روپ وتی کے متعلق کیوں پوچھتے ہو، کامنی کے متعلق کیوں نہیں پوچھتے؟"

پروہت کے چہرے پر اچانک سیاہی پھیل گئی اور اس نے انتہائی سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ "کامنی کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟"

"میں اس کے متعلق یہ جانتا ہوں کہ جب تم نے اسے دیوتا کے پاس بھیجا تھا تو وہ راستے سے لوٹ آئی تھی اور اس کے بدلے تمہارے چند پجاری وہاں پہنچ گئے تھے۔ اگر تم اس کے متعلق کچھ اور پوچھنا چاہتے ہو تو مجھے مندھیر کے ٹھاکر اور انہل واڑہ کے مہاراجہ کے پاس لے چلو۔ بولو خاموش کیوں ہو گئے۔ کیا تم سومنات کی دیوی کے متعلق یہ بھی نہیں جاننا چاہتے کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

پروہت کچھ دیر مبہوت کھڑا رہا پھر اس نے آگے بڑھ کر سپاہی کے ہاتھ سے کوڑا چھین لیا اور بے تحاشا رام ناتھ کو پیٹنا شروع کر دیا۔

"مہاراج! مہاراج!" ایک پجاری نے کہا۔ "یہ بے ہوش ہو چکا ہے، ہمیں ابھی اسے زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کامنی بھی روپ وتی کی طرح روپوش ہو چکی ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ سومنات میں رام ناتھ کے اور ساتھی بھی ہوں گے۔ اسے قتل کرنے سے پہلے ان کا سراغ لگانا ضروری ہے۔"

پروہت نے کوڑا زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اب اس کا ایک پل کے لیے بھی یہاں رہنا ٹھیک نہیں، تم اسے فوراً سومنات لے جاؤ۔ اگر یہ راستے میں کسی سے بات کرنے کی کوشش کرے تو اس کی زبان کاٹ دو۔ میں روپ وتی کو تلاش کرنے کے بعد واپس آؤں گا۔ جاؤ اب تیاری کرو۔"

بہن اور بھائی

رات کے پچھلے پہر شمبھوناتھ محل کے اندرونی دروازے کے سامنے کشادہ چبوترے پر گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کے دائیں بائیں دو اور نوکر چارپائیوں پر لیٹے خراٹے لے رہے تھے۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور فضا میں کسی قدر خنکی تھی۔ ایک پہریدار بھاگتا ہوا چبوترے کی طرف بڑھا اور اس نے شمبھوناتھ کو جھنجھوڑ کر جگاتے ہوئے کہا۔ "چچا شمبھو! اٹھیے سردار رنبیر آ گئے ہیں۔"

شمبھوناتھ نے ہڑبڑا کر بستر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کب آئے؟ کہاں ہیں وہ؟"

پہریدار نے باہر کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اُدھر دیکھیے وہ آ رہے ہیں۔"

شمبھوناتھ کو صحن میں تھوڑی دور ایک مشعل بردار کے پیچھے محل کے چند نوکروں اور پہریداروں کے درمیان رنبیر دکھائی دیا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور سرہانے سے اپنی پگڑی اٹھا کر جلدی جلدی سر پر لپیٹتا ہوا صحن کی طرف بڑھا۔ پگڑی اُس کے سر کی ضرورت سے بہت بڑی تھی۔ چبوترے کی سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے اس کا آخری سرا ابھی تک فرش پر جھاڑو دے رہا تھا۔ پہریدار نے غلطی سے زمین پر

گھسٹتے ہوئے سرے پر پاؤں رکھ دیا اور شمبھوناتھ اپنی گردن میں ایک جھٹکا محسوس کرنے کے بعد پگڑی کے بوجھ سے آزاد ہو گیا۔ عام حالات میں وہ محل کے باقی نوکروں کی ایسی گستاخیاں برداشت کرنے کا عادی نہ تھا، لیکن رنبیر کو قریب آتا دیکھ کر وہ پہریدار کو صرف گدھے کے لفظ سے یاد کرنے کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا اور پگڑی وہیں چھوڑ کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔

"مہاراج! مہاراج! آپ آ گئے۔ بھگوان نے بڑی کرپا کی ہے۔ شکنتلا دیوی مدت سے آپ کی راہ دیکھ رہی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے جھک کر رنبیر کے پاؤں چھونے کی کوشش کی لیکن رنبیر نے جلدی سے اُس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

شمبھوناتھ نے اُس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "مہاراج! ہم بہت پریشان تھے۔ شکنتلا دیوی صبح و شام آپ کی راہ دیکھا کرتی ہے۔ اب بھی آپ کے انتظار میں اُس کے کمرے میں چراغ جل رہا ہوگا۔ وہ اس گرمی میں بھی رات کے وقت وہیں سوتی ہے —— میں اُسے خبر دیتا ہوں مہاراج!"

"نہیں چچا! میں خود اسے جگاؤں گا۔" رنبیر نے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اتنی دیر میں دوسرے نوکر ایک نوکرانی کو جگا کر دروازہ کھلوا چکے تھے۔ رنبیر اندر داخل ہوا اور اندرونی صحن کو عبور کرنے کے بعد بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں وہ اپنے مکان کے ایک روشن کمرے میں کھڑا تھا، اس مسافر کی طرح جو مدتوں ایک بے آب و گیاہ صحرا میں بھٹکنے کے بعد اپنی امیدوں کا نخلستان دیکھ رہا ہو۔

شکنتلا اپنے بستر پر سو رہی تھی، اور وہ یوں محسوس کر رہا تھا کہ وقت کی آندھیاں تھم چکی ہیں۔ اُس کی ننھی بہن ایک عورت بن چکی تھی، لیکن اُس کے چہرے پر ابھی تک ایک بچے کی سی معصومیت تھی۔ رنبیر کچھ دیر بستر کے قریب بے حس و حرکت

کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے لبریز ہو رہی تھیں۔ بالآخر اس نے جھک کر شکنتلا کی پیشانی پر اپنا کانپتا ہوا ہاتھ رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”شکنتلا! شکنتلا!“

”کون؟“ شکنتلا نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

”شکنتلا! شکنتلا! میں رنبیر ہوں۔“ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

شکنتلا چند ثانیے سکتے کے عالم میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ رنبیر نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلا دیے۔ وہ اٹھی اور بے اختیار اپنے بھائی سے لپٹ گئی۔ ”بھیا! بھیا!“ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ الفاظ کا تلاطم ہونٹوں تک پہنچتے پہنچتے سسکیوں میں تبدیل ہو کر رہ گیا اور وہ ایک بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اچانک وہ پیچھے ہٹی اور غور سے رنبیر کا چہرہ دیکھنے لگی۔ رنبیر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

”بھیا! بھیا!“ شکنتلا نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ ”مجھے بتاؤ کیا یہ سپنا تو نہیں؟“

رنبیر نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر دوبارہ اس کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے جواب دیا۔ ”نہیں شکنتلا۔ یہ سپنا نہیں۔ اب ہم ایک دوسرے کے متعلق سپنے نہیں دیکھا کریں گے۔ اب تمہیں اپنے بھائی کے لیے ہر رات دیا جلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“

تھوڑی دیر بعد بہن اور بھائی آمنے سامنے بیٹھے ایک دوسرے پر آنسوؤں سے بھیگی ہوئی مسکراہٹیں نچھاور کر رہے تھے۔ شکنتلا نے کہا۔ ”بھیا! میں اپنے سپنوں میں ہمیشہ یہ دیکھا کرتی تھی کہ آپ رات کے وقت آتے ہیں، اس کھڑکی کے راستے۔“

رنبیر نے جواب دیا۔ ”ایک دفعہ میں اس کھڑکی کے راستے آیا تھا۔ لیکن یہاں تمہاری

جگہ ایک اور لڑکی تھی۔“

”جے کرشن کی لڑکی۔ میں اس کے متعلق سن چکی ہوں، اسے ہماری نوکرانی نے بتایا تھا کہ میرے کمرے میں رات کے وقت لکشمی دیوی آیا کرتی ہے۔ چنانچہ وہ بھی میری طرح ساری رات دیپ جلائے رکھتی تھی۔ گاؤں کی عورتیں یہ بھی کہتی ہیں کہ وہ جے کرشن سے مختلف تھی۔ اسے میرے گم ہو جانے سے بہت دکھ ہوا تھا اور جے کرشن نے صرف اس کے مجبور کرنے پر میری تلاش کے لیے انعام مقرر کیا تھا۔“

رنبیر نے کہا۔ ”شکنتلا! اس وقت میں تمہارے متعلق سننا چاہتا ہوں۔“

شکنتلا بولی۔ ”نہیں بھیا! اس وقت آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ بہت تھکے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ سو کر اٹھیں گے تو میں پھر آپ کے ساتھ باتیں کر سکوں گی۔ یہاں شاید آپ کو گرمی محسوس ہو، میں اوپر بارہ دری میں آپ کا بستر بچھا دیتی ہوں۔“

رنبیر نے جواب دیا۔ ”اب مجھے آرام کی ضرورت نہیں۔ تمہیں دیکھنے سے تھکاوٹ کا احساس نہیں رہا۔“

”تو میں کچھ کھانا لاتی ہوں۔“ شکنتلا یہ کہہ اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

رنبیر نے کہا۔ ”شکنتلا! ٹھہرو! کھانے کی ضرورت نہیں۔ کسی نوکر سے کہو، میرے لیے صرف دہی کا ایک کٹورا لے آئے۔ کھانا میں نے راستے میں ایک سردار کے ہاں کھا لیا تھا۔“

تھوڑی دیر بعد شکنتلا رنبیر کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھی اسے اپنی سرگزشت سنا رہی تھی۔

(۲)

طلوعِ سحر کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ کئی دنوں کی مسلسل بے آرامی کے باوجود

رنبیر کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس تک نہ تھا۔ اچانک اسے دور سے ایک آواز سنائی دی اور اس نے شکنتلا کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرتے ہوئے کہا "یہ کیسی آواز ہے شکنتلا، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گاؤں میں کوئی مسلمان اذان دے رہا ہے۔"

شکنتلا نے غور سے اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے توقف کے بعد کہا "ہاں بھیا! یہاں ایک اجنبی آیا ہوا ہے اور اس کی باتیں سن کر گاؤں کے چند آدمی مسلمان ہو چکے ہیں۔ چچا شمبھو کہتا ہے کہ اس کی زبان میں جادو ہے۔"

"شکنتلا! تم آرام کرو۔ میں ذرا باہر جانا چاہتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے رنبیر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

شکنتلا نے قدرے پریشان ہو کر سوال کیا "بھیا! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"میں آ کر بتاؤں گا شکنتلا!" رنبیر یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

شکنتلا دیر تک پریشانی کی حالت میں بیٹھی رہی پھر اٹھی اور چھت پر جا کر کھلی ہوا میں ٹہلنے لگی۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے اور مشرقی افق پر طلوعِ آفتاب کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ کچھ دیر چھت پر ٹہلنے کے بعد شکنتلا تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی نیچے اتری اور ایک خادمہ کو ناشتہ تیار کرنے کا حکم دے کر پھر اوپر آ گئی۔

"بھیا کہاں گئے ہیں، بہت دیر ہو گئی۔" وہ بار بار اپنے دل میں یہ سوال دہرا رہی تھی۔ بالآخر وہ بارہ دری کے اندر جا کر سنگِ مرمر کے چبوترے پر بیٹھ گئی۔

"شکنتلا! شکنتلا!!" اسے اچانک رنبیر کی آواز سنائی دی، اور وہ اپنے دل میں خوشگوار دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ رنبیر سیڑھیوں سے نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"بھیا!" شکنتلا نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ نے بہت دیر لگائی میں پریشان ہو گئی تھی۔ کہاں گئے تھے آپ؟"

رنبیر نے چبوترے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ شکنتلا۔" شکنتلا بیٹھ گئی اور رنبیر کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ رنبیر نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "شکنتلا! میں تمہیں ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔ لیکن...."

رنبیر مذبذب سا ہو کر شکنتلا کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں بھیا کہو، آپ رک کیوں گئے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم مجھ سے روٹھ نہ جاؤ۔"

"بھیا! میں آپ سے روٹھ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ میرے لیے اچھائی اور برائی کا معیار آپ کی پسند ہے۔ میں جانتی ہوں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یہی نا کہ آپ مسلمان ہو چکے ہیں؟"

"ہاں، لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ یہی کہنا چاہتے تھے نا؟"

"ہاں! میں یہی کہنا چاہتا تھا۔" رنبیر نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"اور آپ اذان سن کر نماز پڑھنے گئے تھے؟"

"ہاں!"

"بھیا! مجھے آپ سے یہ گلہ رہے گا کہ یہ خبر آپ نے سب سے پہلے مجھے کیوں نہ سنائی۔ مجھے تو اسی دن معلوم ہو گیا تھا جب آپ کے دوست یہاں آئے تھے۔"

"کون عبدالواحد؟"

"ہاں!"

"لیکن انھیں تو معلوم نہیں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ میں نے تو اُس دن کلمہ پڑھا تھا جب تمھارے گھر پہنچنے کا پیغام ملا تھا۔"

"انھوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ مسلمان ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی باتیں سننے کے بعد میرا دل گواہی دیتا تھا کہ اُن کا کوئی دوست اُن کے مذہب سے محبّت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ان کا دشمن بھی انھیں قریب سے دیکھنے کے بعد اُن کے مذہب سے نفرت نہیں کر سکتا۔"

"اور مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ میری ننھی بہن میری زبان سے اسلام کا نام سُن کر میرا منہ نوچنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔ آج نماز کے بعد میں نے انتہائی عاجزی سے یہ دعا مانگی تھی کہ خدا تمھیں بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق دے۔"

شکنتلا کی آنکھوں میں مسرّت کے آنسو چھلک رہے تھے۔ اس نے کہا "بھیّا! آپ کی دُعا قبول ہو چکی ہے۔ میں کئی دنوں سے اسلام کی صداقت پر ایمان لا چکی ہوں، اور آج میں گاؤں کی تمام عورتوں کو بلا کر یہ اعلان کر دوں گی کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔"

تھوڑی دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر شکنتلا نے اپنے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا "آپ اس بات پر خفا تو نہیں ہوں گے بھیّا!"

"میں تم سے کبھی خفا نہیں ہو سکتا شکنتلا! مجھے تم پر فخر ہے۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ میری بہن کا ضمیر اس قدر روشن ہے تو میں اتنی مدّت تذبذب کی حالت میں نہ گزارتا۔ میرے لیے دعا کیا کرو کہ خدا مجھے ہمّت اور استقامت دے۔"

"بھیّا! آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میری تمام دعائیں آپ کے لیے ہوتی ہیں۔ میرے علاوہ اس گاؤں کے کئی لوگ آپ کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔"

زبیر نے کہا "آج جب میں نماز کے لیے پہنچا تو جماعت شروع ہو چکی تھی۔ میں پچھلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ نماز کے بعد جب لوگوں نے مجھے دیکھا تو وہ خوشی سے اچھل پڑے۔ امام نے مجھے اٹھ کر گلے لگا لیا۔ میں نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میں آج ظہر کی نماز کے بعد گاؤں کے تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں گا۔"

شکنتلا نے جواب دیا "اسلام کے مبلّغ کی بیوی قریباً ہر روز میرے پاس آیا کرتی ہے۔ میں نے بھی اس سے وعدہ کیا تھا کہ جس دن میرا بھائی آ جائے گا، میں گاؤں کی تمام عورتوں کے سامنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں گی۔"

زبیر نے کہا "فرض کرو اگر میں گمراہی کا راستہ نہ چھوڑتا تو۔"

"بھیا مجھے یقین تھا کہ آپ اسلام کی روشنی سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔"

"صرف عبدالواحد کی باتوں سے تمھیں اس بات کا یقین ہو گیا تھا؟"

شکنتلا نے جواب دیا "مجھے صرف اُس کی باتوں سے ہی اس بات کا یقین نہیں ہوا تھا بلکہ جے کرشن کی بیٹی کے ساتھ جو سلوک آپ نے کیا تھا وہ بھی مجھے اس بات کا یقین دلانے کے لیے کافی تھا کہ آپ کے خیالات میں ایک بہت بڑا انقلاب آ چکا ہے۔ جب میں نے یہ کہانی اسلام کے مبلّغ کی بیوی کو سنائی تھی تو اُس نے بھی یہ کہا تھا کہ تمھارا بھائی دیر تک اسلام سے دور نہیں رہ سکتا۔"

زبیر نے کہا "میں نے دین کے ساتھ اپنا نام بھی تبدیل کر لیا ہے اور آج سے تم اپنے بھائی کو زبیر کی بجائے یوسف کے نام سے پکارا کرو گی۔"

"یوسف! مجھے یہ نام بہت پسند ہے بھیّا — اور آج سے ہم دونوں ایک دوسرے کو نئے ناموں سے پکارا کریں گے۔"

"ابھی تک میں نے تمھارے لیے کوئی نیا نام نہیں سوچا۔"

"آپ کو سوچنے کی ضرورت نہیں، اسلام کے مبلغ کی بیوی مجھے زبیدہ کے نام سے پکارا کرتی ہے اور مجھے یہ نام پسند ہے۔"

شام تک یہ دو نئے نام گاؤں کے ہر بچے اور بوڑھے کی زبان پر تھے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر گاؤں کے نصف سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور مٹی کے اس چبوترے کی جگہ جہاں آٹھ دس آدمی نماز کے لیے جمع ہوا کرتے تھے ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔

رنبیر کے نوکروں میں شمبھو ناتھ نے سبقت کی۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ رنبیر اور شکنتلا مسلمان ہو چکے ہیں تو وہ سیدھا اسلام کے مبلغ کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھنے لگا۔ "یوسف کا کیا مطلب ہے؟"

مبلغ نے جواب دیا۔ "یوسف ایک پیغمبر کا نام ہے۔"

"پیغمبر کون ہوتے ہیں؟"

"خدا اپنے جن بندوں کو انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے انھیں پیغمبر کہا جاتا ہے۔"

"یوسف کے کسی نوکر کا نام آپ کو یاد ہے؟"

"اُن کے کسی نوکر کا نام تو مجھے معلوم نہیں لیکن اس سے تمھارا کیا مطلب ہے؟"

"مہاراج! میرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سردار مسلمان ہو گئے ہیں اور اُنھوں نے اپنا نام بدل کر یوسف رکھ لیا ہے۔ میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپ میرا نام بھی تبدیل کر دیں۔"

"تو آپ پہلے مسلمان ہو جائیں پھر کوئی نام سوچ لیا جائے گا۔"

"میں تیار ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد شمبھو ناتھ محل میں واپس آیا اور تمام نوکروں کو جمع کر کے اعلان

[...] مسلمان ہو چکا ہوں اور میرا نام ابراہیم ہے۔ ہر شخص اچھی طرح سن لے اور اب [...] مجھے کسی نے شمبھو ناتھ کہا تو اس کی خیر نہیں۔"

(۳)

یوسف دن بھر یا تو مسجد کی تعمیر کے کام کی دیکھ بھال میں مصروف رہتا یا [...] پاس کی [...] میں جا کر اسلام کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ زبیدہ گاؤں کے مبلغ [...] بیوی سے قرآن کا درس لیا کرتی تھی۔ گاؤں کی نو مسلم عورتوں کے لیے اس کے [...] کا دروازہ کھلا رہتا اور وہ بھی زبیدہ کے ساتھ قرآن پڑھا کرتی تھیں۔

رات کے وقت سونے سے پہلے بہن اور بھائی دیر تک آپس میں باتیں [...] کرتے تھے، پرانے وقتوں کی باتیں۔ زبیدہ، یوسف کو اپنے مصائب کے دَور [...] تفصیلات سنایا کرتی تھی اور وہ اس کے سامنے نندنہ کی قید کے زمانے کے مختلف [...] واقعات بیان کیا کرتا تھا۔ یوسف کی اکثر داستانوں میں عبدالواحد کا ذکر ضرور آتا تھا۔ [...] بھائی کی طرف سے بے پناہ محبت اور عقیدت کے اظہار نے عبدالواحد کی شخصیت کو [...] زبیدہ کے لیے اور زیادہ پرشکوہ بنا دیا تھا۔ آخری ملاقات کے بعد عبدالواحد اس [...] کی آرزوؤں اور اُمیدوں کا مرکز بن چکا تھا اور وہ مستقبل میں اُس کی دائمی رفاقت [...] کے تصور سے سرشار رہا کرتی تھی۔ لیکن بعض اوقات بھائی کی باتیں سننے کے بعد وہ [...] محسوس کرتی، جیسے وہ محض سپنوں کی دنیا میں جی رہی ہے۔ وہ اکثر سوچا کرتی [...] عبدالواحد سرکشوں کی گردنیں جھکانے، گرے ہوؤں کو سہارا دینے، مظلوموں کے [...] آنسو پونچھنے اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو راستہ دکھانے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ وہ [...] کسی خوبی سے متاثر نہیں ہوا۔ اگر میری جگہ کوئی اور لڑکی مصیبت میں گرفتار [...] تو وہ اُسے بھی اپنی توجہ کا مستحق سمجھتا۔۔۔ ایسے خیالات سے اس کا دل

تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتا۔ پھر وہ پہلی ملاقات کا تصور کرتی اور اس کے ذہن میں اس قسم کے سوالات پیدا ہونے لگتے۔" وہ مجھے دیکھتے ہی تھوڑی دیر کے لیے مبہوت سا کیوں ہو گیا تھا؟ یہ آشا کون ہے؟ اُس نے مجھے اس سوال کا جواب دینے سے انکار کیوں کیا تھا؟"

ایک دن یوسف نندنہ کے کسی قیدی کا حال سنا رہا تھا۔ زبیدہ نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔" بھیا! عبدالواحد کی بیوی زندہ ہے؟"

یوسف نے جواب دیا۔" ابھی تک اس کی شادی نہیں ہوئی۔"

زبیدہ نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا۔" اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"پوچھو!"

"آشا کون تھی؟"

یوسف نے حیران ہو کر کہا۔" تمھیں آشا کے متعلق کیسے معلوم ہوا۔"

" مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ جب آپ کے دوست نے پہلی بار مجھے دیکھا تو اُن کے منہ سے بے اختیار آشا کا لفظ نکل گیا تھا۔ پھر انھوں نے پریشان سا ہو کر کہا تھا کہ تمھاری صورت کسی اور لڑکی سے ملتی ہے اور میری نگاہیں دھوکا کھا گئی تھیں۔ پھر جب وہ یہاں آئے تھے تو میں نے صرف اس خیال سے کہ آشا شاید اُن کی بیوی ہو، اُن سے پوچھنے کی کوشش کی لیکن انھوں نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ ابھی تم اس سوال کا جواب نہ پوچھو۔ جب تمھارا بھائی آئے گا تو وہ تمھیں آشا کے متعلق بہت کچھ بتا سکے گا۔"

یوسف نے پوچھا۔" کیا انھوں نے یہ کہا تھا کہ تمھاری صورت آشا سے ملتی ہے؟"

"ہاں!"

یوسف نے قدرے توقف کے بعد کہا۔" اُنھوں نے مجھے خود آشا کی کہانی سنائی تھی۔ اور یہ اس قدر دردناک ہے کہ تمھیں سن کر تکلیف ہو گی۔"

" میں ضرور سنوں گی بھیا!"

"بہت اچھا!" یوسف نے یہ کہہ کر عبدالواحد اور آشا کی داستان شروع کر دی۔ جب وہ اس المناک کہانی کا آخری حصہ سنا رہا تھا تو زبیدہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ عبدالواحد اب اس کے لیے ایک معمہ نہ تھا، بلکہ ایک ایسا انسان تھا جسے اپنی تمام عظمت اور شوکت کے باوجود کسی کی محبت کے سہارے کی ضرورت تھی۔" کیا میں اس کی آشا بن سکتی ہوں؟" وہ اپنے دل سے بار بار یہ سوال پوچھ رہی تھی۔

بستر پر لیٹنے کے بعد اسے دیر تک نیند نہ آسکی۔ آشا کا لفظ بار بار اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔ پھر وہ سپنوں کی دنیا میں جا چکی تھی۔ وہ آشا تھی اور عبدالواحد کے ساتھ پہاڑوں، ندیوں اور آبشاروں کے دلکش مناظر دیکھ رہی تھی ـــــــ اس کے بعد راجہ کے سپاہی ان کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ ایک بلند پہاڑ پر دوڑ رہے تھے۔ وہ تھک گئی تھی، عبدالواحد اسے سہارا دے رہا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر اُن کے سامنے ایک تاریک کھڈ تھی اور آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ پھر راجہ کے سپاہی انھیں پکڑ کر کالی دیوی کے سامنے لا رہے تھے۔ ایک مہیب انسان چھُرا لیے کھڑا تھا۔ وہ چلّا رہی تھی۔" ہمیں چھوڑ دو۔ بھگوان کے لیے ہمیں چھوڑ دو۔"

(۴)

ایک روز دوپہر کے وقت یوسف ہانپتا ہوا اپنی بہن کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے بلند آواز میں کہا۔" زبیدہ! زبیدہ!! وہ آگئے ہیں۔"

"کون؟" زبیدہ نے چونک کر سوال کیا۔

"عبدالواحد! مجھے ابھی ان کا پیغام ملا ہے وہ غزنی سے قنوج پہنچ گئے ہیں۔ اور میں کل اُن کے پاس جا رہا ہوں۔"

زبیدہ کا چہرہ مسرّت سے دمک اٹھا۔ "آپ واپس کب آئیں گے؟" اس نے پوچھا۔

یوسف نے اس کے سامنے کُرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں ... واپس آجاؤں گا۔"

"انھوں نے آپ کو بُلایا ہے؟"

"نہیں، انھوں نے اپنے ایلچی کو صرف میرا پتہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ایلچی نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اگر بہت زیادہ مصروف نہ ہوتے تو خود یہاں آتے۔ اب میں انھیں یہاں آنے کی دعوت دینے جا رہا ہوں۔ مجھے ان سے ایک کام بھی ہے۔"

"کیسا کام؟" زبیدہ نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہُوئے کہا۔

یوسف نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا۔ "زبیدہ! میں جب بھی تمھارے متعلق سوچتا ہوں، میرے خیالات ادھر اُدھر بھٹکنے کے بعد عبدالواحد پر مرکوز ہو جاتے ہیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس سے بہتر تمھارے مستقبل کا محافظ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم ایک دوسرے کے لیے قدرت کا بہترین انعام ثابت ہوئے۔ میں جانے سے پہلے تم سے اجازت لینا چاہتا ہوں۔"

زبیدہ نے جواب دینے کی بجائے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

یوسف نے قدرے توقّف کے بعد کہا۔ "زبیدہ! تمھیں میرے انتخاب پر اعتراض تو نہیں۔"

زبیدہ کچھ کہے بغیر اُٹھی اور بھاگتی ہُوئی برابر کے کمرے میں چلی گئی۔ یوسف کچھ

دیر تک کرسی پر بیٹھا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "زبیدہ! زبیدہ! ادھر آؤ!"

زبیدہ جھجکتی اور سمٹتی ہُوئی دوبارہ اس کے قریب آکھڑی ہوئی۔ اس کی نگاہیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں اور گالوں پر حیا کی سُرخ و سپید لہریں رقص کر رہی تھیں۔ یوسف نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور کہا۔ "زبیدہ! رام ناتھ اور روپ وتی کو اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا، میں ان کے متعلق پریشان ہوں۔ اگر مجھے تمھارے آنے سے ایک دن پہلے اطلاع مل جاتی تو میں ان کے ساتھ آتا، اب مجھے ڈر ہے کہ وہ کاٹھیا واڑ کی حدُود سے گزرتے ہوئے گرفتار نہ کیے گئے ہوں۔ اگر وہ میری غیر حاضری میں یہاں پہنچ جائیں تو ان کا خیال رکھنا۔ رام ناتھ میرا محسن ہے، اس نے میری جان بچائی تھی۔ ممکن ہے وہ کامنی کو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ کامنی بہت مظلوم ہے اُسے یہ احساس نہ ہونے دینا کہ دُنیا میں اس کا کوئی نہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں بھیّا! میں بڑی بے چینی سے اُن کا انتظار کر رہی ہوں۔"

یوسف نے کُرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا، میں اب جاتا ہوں۔"

"بھیا!" زبیدہ نے جھجکتے ہُوئے کہا۔ "میں آپ سے ایک بات پُوچھنا چاہتی ہوں آپ بُرا تو نہیں مانیں گے؟"

"نہیں پُوچھو!"

"آپ کو معلوم ہے کہ اب نرملا کہاں ہے؟"

"میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ سومنات سے کہاں گئے ہیں لیکن تمھیں اس کا خیال کیوں آیا؟"

"بھیّا! مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ وہ آپ کی طرف سے بہتر سلوک کی حقدار تھی۔ گاؤں کی عورتوں نے مجھے بتایا ہے کہ میرے رُوپوش ہونے کے بعد وہ مندر میں جا کر میرے لیے دُعائیں مانگا کرتی تھی۔ جے کرشن نے اُس کے مجبور کرنے

پر میرا سراغ لگانے والوں کے لیے انعام مقرر کیا تھا۔ اس نے آپ کی جان بچانے کی بھی کوشش کی تھی۔ نوکرانیوں نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے آنسو اس وقت تک خشک نہیں ہوئے جب تک اُسے یہ خبر نہیں مل گئی تھی کہ آپ جان بچا کر نکل گئے ہیں۔ پھر جب اس نے یہ محل چھوڑا تھا تو وہ رو رہی تھی۔ بھائی جان! جب وہ یہاں تھی تو کیا آپ کے دل میں کبھی یہ خیال آیا تھا کہ وہ آپ سے محبت کرتی ہے؟"

یوسف نے جواب دیا: "اُس وقت میں یہی سوچ سکتا تھا کہ وہ جے کرشن کی بیٹی ہے۔"

"اور اب؟"

"اب اس کے متعلق سوچنے سے کیا فائدہ، ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جُدا ہو چکے ہیں۔" یوسف یہ کہہ کر اٹھا اور سفر کا لباس تبدیل کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

(۵)

یوسف کو گئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ سہ پہر کے قریب آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ زبیدہ ایک کمرے کے دریچے کے سامنے بیٹھی باہر جھانک رہی تھی۔ اچانک باہر برآمدے میں سے کسی کے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی اور وہ مُڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ یوسف کمرے میں داخل ہُوا، اور وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ زبیدہ۔" یوسف نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہُوئے کہا۔

زبیدہ بیٹھ گئی۔ یوسف نے اپنی کمر سے تلوار اُتار کر دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دی، اور زبیدہ کے قریب بیٹھ گیا۔ زبیدہ جھکی جھکی نگاہوں سے اپنے بھائی کی طرف

دیکھ رہی تھی، اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ یوسف مسکرایا اور اس کی کائنات مسرت کے قہقہوں سے لبریز ہو گئی۔

"زبیدہ!" یوسف نے کہا: "اگلے چاند کی پانچ تاریخ کو تمھاری برات آ رہی ہے۔ مجھے عبدالواحد کے سامنے التجا کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ جب مَیں نے کہا کہ مَیں ایک درخواست لے کر آیا ہوں تو اس نے کہا۔ ٹھہرو پہلے میری ایک درخواست سُن لو۔ پھر اس کی باتیں سُننے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہُوا کہ اس کی نگاہوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ زبیدہ تم ایک داسی نہیں بلکہ رانی کی حیثیت سے اس کے پاس جا رہی ہو۔ میرا ارادہ تھا کہ تمھاری شادی بڑی دھوم دھام سے کردں، لیکن عبدالواحد ایسی رسُوم کو پسند نہیں کرتا۔ اُس کے ہمراہ برات میں صرف پندرہ بیس آدمی آئیں گے۔ عبدالواحد نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہر سال اپنی رُخصت کے دن یہاں گزاریں گے۔"

شام تک یہ خبر آس پاس کی بستیوں میں مشہور ہو چکی تھی کہ یُوسف کی بہن کی شادی قنوج کے فوجی گورنر سے ہونے والی ہے اور مَردوں اور عورتوں کی ٹولیاں یوسف اور زبیدہ کو مبارک باد دینے آ رہی تھیں۔

گیارہ دن بعد زبیدہ اپنے محل کی چھت پر کھڑی نئے مہینے کا چاند دیکھ رہی تھی۔ پھر ایک صبح وہ دلہن کا لباس پہنے محل کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھی ہُوئی تھی۔ گاؤں کی خواتین کے علاوہ قرب و جوار کے نومسلم اور غیر مسلم سرداروں کی بہو بیٹیاں اس کے گرد جمع تھیں۔ ایک کمسن لڑکی بھاگتی ہُوئی اندرونی صحن میں داخل ہُوئی اور اس نے بلند آواز میں کہا: "برات آ گئی!" آن کی آن میں چند لڑکیاں بھاگ کر بالا خانے کی چھت پر چڑھ گئیں اور باقی عورتیں مکان سے باہر کھلے صحن میں جمع ہو کر برات کا انتظار کرنے لگیں۔

محل کی ڈیوڑھی سے باہر عوام کا ایک ہجوم کھڑا تھا۔ براتی دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑوں سے اُترے اور علاقے کے معززین انھیں پھولوں کے ہار پہنانے لگے۔ براتیوں کی تعداد دولھا سمیت پندرہ تھی۔ اُن میں سے آٹھ فوج کے افسر اور باقی قنوج کے بااثر سردار تھے۔ جب یہ لوگ صحن میں داخل ہُوئے تو عورتوں نے مُلک کی رسم کے مطابق ایک راگ شروع کر دیا۔

برات مہمان خانے کے سامنے ایک وسیع شامیانے کے نیچے بیٹھ گئی ـــ عبدالواحد اپنے لباس سے ایک تُرک معلوم ہوتا تھا۔ شامیانے کے اِرد گرد جمع ہونے والوں کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

تھوڑی دیر بعد جب نکاح کی رسم ادا ہو چکی تھی تو پڑوس کے ایک راجپوت سردار کی لڑکی زبیدہ کے کان میں کہہ رہی تھی: "بھگوان کی قسم تمھارا پتی دیوتا معلوم ہوتا ہے۔"

اگلی صبح کہار زبیدہ کی ڈولی اُٹھا کر باہر نکلے تو یوسف کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو اُمڈ پڑے۔

دروازے سے باہر عبدالواحد اور اس کے ساتھیوں کو رخصت کرنے کے بعد یوسف محل کے اندر داخل ہُوا تو اسے اپنے گردوپیش کی ہر چیز اداس اور مغموم نظر آنے لگی۔ وہ کسی سے بات کیے بغیر بالائی منزل کے ایک کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر کے ایک کرُسی پر بیٹھ گیا: "میری بہن۔ میری شکنتلا۔ میری زبیدہ:" وہ ایک بچّے کی طرح سسکیاں لے رہا تھا ــــ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کون ہے؟" اس نے کہا۔

خادمہ نے آواز دی۔ "مہاراج! میں ہوں۔"

"کیا بات ہے؟"

خادمہ نے جواب دیا۔ "مہاراج! ایک عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"کون ہے وہ؟ میں اس وقت کسی سے نہیں مل سکتا۔"

کسی نے نحیف آواز میں کہا۔ "جی میں رُوپ وتی ہوں۔"

"روپ وتی!" یوسف نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ خادمہ کے ساتھ ...یف اور لاغر عورت کھڑی تھی۔ یوسف چند ثانیے پریشان سا ہو کر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ "رام ناتھ کہاں ہے؟"

روپ وتی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا "مجھے معلوم نہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ یہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ میں مندھیر سے ایک اور آدمی کے ساتھ یہاں پہنچی ہوں۔ بیماری کے باعث مجھے کئی جگہ راستے میں ٹھہرنا پڑا اب تک انھیں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ گرفتار نہ ہو گئے ہوں۔"

یوسف نے کہا "آئیے! اندر بیٹھ کر اطمینان سے بات کیجیے۔"

رُوپ وتی ایک کرُسی پر بیٹھ گئی۔

یوسف نے سوال کیا۔ "آپ ابھی یہاں آئی ہیں؟"

"نہیں، مَیں کل آپ کے گاؤں میں پہنچ گئی تھی۔ لیکن آپ اپنی بہن کی شادی میں مصروف تھے اس لیے مَیں نے آپ کو پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہم گاؤں کے ایک کسان کے گھر ٹھہر گئے تھے۔"

"آپ کے ساتھ کون ہے؟"

"میرے ساتھ جے کرشن کا ایک نوکر ہے۔"

"کون سا جے کرشن؟"

"نرملا کا باپ۔ اگر وہ میری مدد نہ کرتا تو اب تک دوبارہ سومنات پہنچ ...ہوتی۔"

"مجھے تمام حالات اطمینان سے سُنائیے۔" یوسف یہ کہہ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور رُوپ وتی نے تفصیل سے اپنی سرگزشت بیان کر دی۔

یوسف دیر تک سر جھکائے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "ان حالات میں رام ناتھ کو آپ سے کئی دن پہلے یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا مجھے ڈر ہے کہ وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ لیکن آپ گھبرائیں نہیں۔ میں خود مندھیر جا کر اس کا پتہ کروں گا۔ جے کرشن کا نوکر کہاں ہے؟"

رُوپ وتی نے جواب دیا "میں اسے دروازے کے باہر چھوڑ آئی ہوں۔"

یوسف نے کہا "مجھے اگلے ہفتے اپنی بہن کو لینے قنوج جانا تھا۔ اب میں اسے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مندھیر جا رہا ہوں۔ وہ زیادہ دُور نہیں گئے ہوں گے میں تھوڑی دیر میں اُن سے مل کر واپس آ جاؤں گا اور کل سُورج نکلنے سے پہلے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ جے کرشن کے نوکر کا نام کیا ہے؟"

"گوبند رام!" روپ وتی نے جواب دیا۔

"میں اسے مہمان خانے میں بھیج دیتا ہوں آپ یہیں آرام کریں۔ نوکرانی آپ کے لیے کھانا لے آئے گی۔" یوسف یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

دوپہر کے قریب یوسف واپس آ گیا اور اس نے رُوپ وتی سے کہا:

"میری بہن اگلے ہفتے واپس آ جائے گی۔ اگر عبدالواحد کو فرصت ہوئی تو وہ بھی اس کے ساتھ چند یہاں رہے گا۔ آپ کے علاج کے لیے کسی اچھے طبیب کی ضرورت ہے۔ میں نے عبدالواحد سے کہہ دیا ہے اور انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ قنوج پہنچتے ہی ایک تجربہ کار طبیب علاج کے لیے بھیج دیں گے میں علی الصباح گوبند رام کو ساتھ لے کر مندھیر کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ وہاں مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔"

دشمن کے گھر میں

شام کے وقت نرملا پائین باغ میں گھوم رہی تھی کہ اچانک گوبند رام اپنی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ خوف اور اضطراب کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی آگے بڑھی۔ گوبند رام نے ہاتھ باندھ کر پرنام کرتے ہوئے کہا "میں رُوپ وتی کو وہاں چھوڑ آیا ہوں۔"

نرملا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا "تم واپس کب آئے؟"

"میں ابھی یہاں پہنچا ہوں۔ سردار گھر پر نہیں تھے اس لیے میں خود ہی آپ کو اطلاع دینے آ گیا ہوں ـــــ میں نے رام ناتھ کے متعلق بہت بُری خبر سُنی ہے اب اسے بچانے کی کوئی صُورت نہیں؟"

"نہیں، اب اس کی مدد کرنا ہمارے بس میں نہیں۔ اور تم بہت دیر میں واپس آئے ہو۔ میں رُوپ وتی کے متعلق بہت پریشان تھی۔"

"اس کی بیماری کے باعث ہمیں راستے میں کئی دن رُکنا پڑا۔"

نرملا نے پوچھا "زبیر اپنے گھر میں تھا؟"

گوبند رام نے جواب دیا "ہاں! اور اب وہ میرے ساتھ آئے ہیں۔"

ایک ثانیہ کے لیے نرملا کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آگیا اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: "رنبیر تمھارے ساتھ آیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"میں انھیں دھرم شالہ میں چھوڑ آیا ہوں۔"

"وہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

"رام ناتھ کا پتہ کرنے۔"

"تمھیں اس کی بہن کے بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے۔"

"جی ہاں! جس دن ہم وہاں پہنچے تھے۔ اُسی دن اُس کی بہن کی برات آئی تھی۔ اُس کی شادی قنوج کے مسلمان حاکم سے ہوئی ہے۔"

"مسلمان سے؟"

"جی ہاں رنبیر خود بھی مسلمان ہو چکا ہے۔"

"تم نے یہ بات شہر میں کسی اور سے تو نہیں کہی؟"

"جی نہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کروں گا۔"

"مجھ سے وعدہ کرو کہ تم پتاجی سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"رنبیر کو معلوم ہے کہ تم میرے پاس آئے ہو؟"

"ہاں، انھوں نے خود مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

نرملا نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: "تم انھیں میری طرف سے کہو کہ اگر آپ ابھی تک ہمیں قابلِ نفرت نہیں سمجھتے تو پتاجی کے گھر کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہے، آپ کو دھرم شالہ میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ میری دعوت قبول کرلیں تو انھیں وہاں لے آؤ ـــــ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گی۔ گھر میں کوئی نوکر اگر ان کے متعلق

پوچھے تو اسے کہہ دینا کہ انھیں گوالیار سے میرے ماموں نے کسی ضروری کام کے لیے پتاجی کے پاس بھیجا ہے۔"

گوبند رام نے کہا: "لیکن اگر ٹھاکر جی نے پوچھ لیا کہ آپ اس وقت گھر کیوں جا رہی ہیں تو؟"

"وہ سومنات گئے ہوئے ہیں لیکن اگر وہ یہاں ہوتے بھی تو پتاجی کے گھر جانے کے لیے مجھے ان سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔"

گوبند رام کو رخصت کرنے کے بعد نرملا نے محل کا رُخ کیا۔ وہ اپنے دل میں بیک وقت مسرت، خوف اور اضطراب محسوس کر رہی تھی۔ اُس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پالکی میں بیٹھی اپنے باپ کے مکان کا رُخ کر رہی تھی۔

(۲)

نرملا ایک کمرے کے دروازے میں کھڑی صحن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پیارے لال تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے کہا: "آپ نے مجھے بلایا ہے؟"

وہ بولی "ہاں، میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ پتاجی ابھی تک واپس کیوں نہیں آئے؟"

"جی مجھے تو وہ یہی کہہ کر گئے تھے کہ وہ شام تک واپس آجائیں گے، لیکن ممکن ہے کہ وہ دوسرے گاؤں کی فصل دیکھنے کے لیے چلے گئے ہوں اور آج رات وہیں ٹھہر جائیں۔"

"تم ابھی گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤ اور میری طرف سے یہ پیغام دو کہ ایک مہمان آیا ہے اس لیے آپ ابھی گھر آجائیں۔"

"مہمان کہاں ہیں؟"

"اب تم وقت ضائع نہ کرو۔ جلدی جاؤ، مہمان تھوڑی دیر تک یہاں پہنچ

جائے گا۔"

پیارے لال نے کہا۔ "آپ کو گوبند رام کے متعلق معلوم ہو چکا ہے؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "ہاں! لیکن اب باتوں کا وقت نہیں تم فوراً پتا جی کو لے کر یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

پیارے لال کچھ اور کہنا چاہتا تھا، لیکن نرملا کے تیور دیکھ کر خاموشی سے اصطبل کی طرف چل دیا۔ نرملا کچھ دیر برآمدے میں ٹہلتی رہی پھر کمرے کے اندر جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ رنبیر کے متعلق ہر لحظہ اس کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

یوسف اور گوبند رام جے کرشن کے مکان میں داخل ہوئے۔ گوبند رام نے یوسف کے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ ڈیوڑھی سے آگے ایک خادمہ کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر یوسف سے سوال کیا۔ "آپ گوالیار سے آئے ہیں؟"

یوسف اس سوال کا جواب سوچ رہا تھا کہ گوبند رام بول اٹھا۔ "ہاں! انھیں اندر لے جاؤ۔"

"آئیے!"

یوسف نوکرانی کے پیچھے ہو لیا۔ وسیع صحن سے گزرنے کے بعد وہ ایک برآمدے میں داخل ہوئے اور خادمہ نے ایک روشن کمرے کے دروازے کے سامنے رکتے ہوئے کہا۔ "آپ اندر تشریف رکھیں میں نرملا دیوی کو بلاتی ہوں۔"

یوسف جھجکتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہر لحظہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے دائیں ہاتھ دوسرا دروازہ کھلنے کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نرملا دروازے میں کھڑی تھی۔ یوسف نے نگاہیں جھکا لیں لیکن ایک تصویر بدستور اس کے دماغ کی سطح پر گھوم رہی تھی۔

"تشریف رکھیے۔" نرملا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

یوسف دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

نرملا نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "پتا جی آج فصل دیکھنے کے لیے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ تھوڑی دیر میں آ جائیں گے۔"

یوسف نے کہا۔ "آپ کو معلوم ہے میں کس لیے آیا ہوں؟"

نرملا نے یوسف کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں مجھے معلوم ہے۔ لیکن اب رام ناتھ کو بچانا کسی کے بس کی بات نہیں رہی۔ وہ سومنات کے پروہت کی قید میں ہے۔"

"آپ کو یقین ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے؟"

"ہاں۔ وہ اس کو قتل نہیں کریں گے۔ وہ اسے ہر روز موت سے زیادہ بھیانک سزائیں دینے کے لیے زندہ رکھیں گے۔ وہ اس سے یہ پوچھتے ہوں گے کہ روپ وتی کہاں ہے۔ اسے مندر سے نکالنے والے کون تھے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ آپ کا دوست ہے اور آپ کو اس کی وجہ سے بہت صدمہ ہو گا۔ لیکن کاش میں اس کی مدد کر سکتی۔"

یوسف نے کہا۔ "آپ نے اب تک جو کچھ کیا ہے، اس کے لیے میں آپ اور آپ کے پتا جی کا احسان مند ہوں۔"

"آپ کے منہ سے یہ الفاظ میرے لیے بہت بڑا انعام ہیں۔ میں آپ سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں۔"

"کہیے!"

"میرے ساتھ وعدہ کیجیے کہ آپ سومنات میں رام ناتھ کا پیچھا نہیں کریں گے۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ اس وقت میں وہاں جا کر کچھ نہیں

کر سکتا۔ لیکن اگر کسی دن مجھے اس بات کی اُمید ہوگئی کہ میں اپنی جان پر کھیل کر اپنے دوست کی جان بچا سکتا ہوں تو میں وہاں ضرور جاؤں گا۔"

"میں بھی یہی کہنا چاہتی ہوں کہ اس وقت اگر آپ وہاں جانے کا خطرہ مول بھی لیں تو بھی اپنے دوست کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔"

"میرا فوراً وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں، لیکن وہ دن بہت جلد آرہا ہے جب سومنات کی دیواریں میرا راستہ نہیں روک سکیں گی۔"

کچھ دیر دونوں خاموش رہے پھر نرملا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے لیے کھانا منگاتی ہوں۔"

"نہیں، کھانا میں نے شام ہوتے ہی کھا لیا تھا۔"

"تو میں دودھ لاتی ہوں۔"

"نہیں ابھی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

نرملا مایوس سی ہو کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی اور اس نے کہا۔ "مجھے آپ کی بہن کا سُن کر بہت خوشی ہوئی۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں اس کی شادی پر ایک تحفہ بھیجنا چاہتی ہوں۔"

یوسف مسکرایا۔ "آپ کا تحفہ اُسے مل چکا ہے۔"

"کون سا تحفہ؟"

"وہ کنگن جو آپ وہاں چھوڑ آئی تھیں۔"

"وہ میرے نہ تھے۔" نرملا کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

یوسف نے کہا۔ "آپ کے پتاجی ابھی تک نہیں آئے، میں جانے سے پہلے اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔"

نرملا نے جواب دیا۔ "میں نے انھیں بلانے کے نوکر بھیج دیا ہے، لیکن آج

آپ نہیں جا سکتے۔"

"یہ آپ کا حکم ہے؟"

"نہیں یہ التجا ہے۔ اگرچہ مجھے اب آپ سے التجا کرنے کا بھی حق نہیں رہا۔"

یوسف کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن اچانک اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک کھڈ کے کنارے پہنچ چکا ہے۔ اس کا ضمیر کہہ رہا تھا۔ "یوسف سنبھل جاؤ۔ تم ماضی کو واپس نہیں لاسکتے۔ تمھارے درمیان ایک ناقابلِ عبور دیوار کھڑی ہے۔ تمھارے راستے ہمیشہ کے لیے جُدا ہو چکے ہیں۔" اس نے کرب کی حالت میں آنکھیں بند لیں۔

نرملا شاید اُس کے چہرے سے اس کے دل کی کیفیت کا اندازہ لگا چکی تھی، اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "رنبیر! رنبیر میری طرف دیکھو۔"

یوسف کا سارا جسم کپکپا اُٹھا۔ اس نے گردن اُٹھا کر نرملا کی طرف دیکھا اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یوسف نے دوبارہ آنکھیں نیچی کرتے ہوئے کرب انگیز آواز میں کہا۔ "نہیں نہیں۔ مجھے آپ کی طرف دیکھنے کا کوئی حق نہیں۔ زندگی میں ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جُدا ہو چکے ہیں۔ میرا نام رنبیر نہیں یوسف ہے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ آپ مسلمان ہو چکے ہیں لیکن میں ہر راستے میں آپ کا پیچھا کروں گی۔"

یوسف کی مدافعانہ قوتیں پُوری شدت سے بیدار ہو چکی تھیں۔ اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے بار بار یہ احساس دلانے کی کوشش نہ کریں کہ میں نے یہاں آنے میں غلطی کی ہے۔"

نرملا نے کہا۔ "میں آپ کو جانے سے نہیں روک سکتی لیکن میں آپ کو ہمیشہ پکارتی رہوں گی۔"

یوسف نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "لیکن نرملا اب تمھاری شادی ہو چکی ہے۔"

اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا: "میرا مذاق نہ اڑاؤ رنبیر۔ میرے بلیدان کو شادی نہ کہو۔ مجھے اس سے نفرت ہے۔"

یوسف کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ وہ کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف بڑھا۔ نرملا چلائی۔ "ٹھہرو رنبیر مجھ سے رُوٹھ کر نہ جاؤ۔ میں پگلی ہو[illegible] مجھے معاف کردو۔"

یوسف رُک گیا۔ لیکن اُس میں نرملا کی طرف دوبارہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔

خادمہ ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے کہا "نرملا دیوی، سردار جی مہاراج آگئے ہیں۔"

نرملا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "انھیں یہاں لے آؤ۔"

خادمہ نے مُڑ کر دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔ "وہ آرہے ہیں۔"

یوسف تذبذب کی حالت میں کھڑا تھا، جے کرشن کمرے میں داخل ہوا۔ نرملا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"آپ.....؟" جے کرشن نے یہ کہہ کر اپنی نگاہیں یوسف کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"میں رنبیر ہوں۔"

جے کرشن چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ رنبیر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے..... مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ کسی دن میرے گھر ایک مہمان کی حیثیت سے آئیں گے۔"

یوسف نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کچھ دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

"تشریف رکھیے۔" جے کرشن نے کہا۔

یوسف کرسی پر بیٹھ گیا۔

جے کرشن اُس کے قریب بیٹھ کر نرملا کی طرف متوجہ ہُوا۔ "بیٹھ جاؤ بیٹی! تم نے انھیں کھانا کھلایا ہے یا نہیں؟"

"نہیں پتا جی! یہ ہمارے گھر کا کھانا نہیں کھائیں گے۔"

یوسف نے کہا۔ "میں نے یہاں پہنچنے سے پہلے کھانا کھا لیا تھا۔ لیکن آپ کا گلہ دُور کرنے کے لیے میں دُودھ کے چند گھونٹ پینے کو تیار ہوں۔"

"میں ابھی لاتی ہوں۔" نرملا یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

جے کرشن اور یوسف کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر جے کرشن نے کہا۔ "وہ لڑکی آپ کے پاس پہنچ گئی ہے؟"

یوسف نے جواب دیا۔ "ہاں! میں اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور میری بہن بھی گھر پہنچ گئی ہے۔"

"کب؟"

"وہ گوالیار پر مسلمانوں کے حملے کے فوراً بعد گھر پہنچ گئی تھی۔ مجھے سومنات میں ذرا دیر سے اطلاع ملی۔"

"وہ کہاں تھی؟"

"وہ گوالیار کے ایک غریب کسان کی پناہ میں تھی۔"

جے کرشن نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: "آپ کو شاید میری بات پر یقین نہ آئے لیکن بھگوان جانتا ہے میں ہر روز آپ کی بہن کے لیے دُعائیں مانگا کرتا تھا۔ میری بیٹی کے ساتھ آپ نے جو مروّت کی تھی وہ ایک پتھر کو بھی موم کر

دینے کے لیے کافی تھی۔ آج میری آتما کو جو سکون نصیب ہُوا ہے اس کا اندازہ
شاید آپ نہ لگا سکیں۔"

نرملا چاندی کے کٹورے میں دُودھ لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ یوسف نے
اس کے ہاتھ سے کٹورا لے لیا اور دُودھ پینے کے بعد واپس دیتے ہُوئے کہا "اب تو
آپ کو مجھ سے گلہ نہیں رہا۔"

"نہیں!" نرملا نے اپنے مغموم چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے
ہُوئے جواب دیا۔ خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور نرملا کے ہاتھ سے خالی کٹورا
لے کر باہر چلی گئی۔ نرملا اپنے باپ کے اشارے سے اس کے قریب ایک
کُرسی پر بیٹھ گئی۔

یوسف نے کہا "میں رام ناتھ کا پتہ لگانے آیا ہوں۔"

جے کرشن بولا "مجھے اس کا بہت افسوس ہے۔ میں نے اسے خبردار کرنے کی
کوشش کی لیکن میرے نوکر کی ذرا سی غفلت نے تمام کام بگاڑ دیا۔ اب وہ پروہت کی
قید میں ہے۔ کاش میں اس کے لیے کچھ کر سکتا۔ پروہت کے سامنے اس ملک کے
کسی بڑے سے بڑے راجہ کو بھی دم مارنے کی جُراءت نہیں۔ رام ناتھ کو اب صرف کوئی
غیب کی طاقت ہی بچا سکتی ہے۔"

یوسف نے کہا "سومنات کے آہنی دروازوں کو توڑنے والی قوت ظہور میں
آچکی ہے۔ جس تلوار کو محمود غزنوی نے بے نیام کیا ہے وہ اس ملک میں سسکتی، کراہتی
اور دم توڑتی ہُوئی انسانیت کی پکار کا جواب ہے۔"

جے کرشن نے کہا "آپ کو یقین ہے کہ وہ سومنات تک پہنچے گا؟"

"مجھے یقین ہے۔"

"اور آپ کو ان قوتوں کا بھی اندازہ ہے جو اس کا راستہ روکنے کے لیے

ئد اور منظم ہو رہی ہیں؟"

"ہاں!"

"اور اس کے باوجود آپ یہ سمجھتے ہیں کہ محمود سومنات کو فتح کرلے گا؟"

"ہاں، مجھے یقین ہے کہ اس کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ قدرت نے جس
مقصد کی تکمیل کے لیے محمود غزنوی کو منتخب کیا ہے وہ پُورا ہو کر رہے گا۔ وہ ایک
آندھی کی طرح آئے گا اور سومنات کے دروازے پر پہرہ دینے والی افواج اس
کے سامنے تنکوں کا انبار ثابت ہوں گی۔"

اپنی بیٹی کی زبانی رُوپ وتی کے حالات سننے کے بعد سومنات کے پروہت
سے جے کرشن کی عقیدت نفرت میں تبدیل ہو چکی تھی، لیکن اس کے باوجود ابھی تک
سومنات کے مندر اور اُس کی مُورتی سے اس کی عقیدت میں کوئی نمایاں فرق نہیں
آیا تھا۔ اُس نے گفتگو کا رُخ بدلنے کی نیّت سے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ تھکے
ہُوئے ہیں۔ اب آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

"نہیں، اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔"

"آپ اس وقت کہاں جائیں گے؟"

"میں اب واپس جانا چاہتا ہوں۔"

جے کرشن نے کہا "حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں آپ کو روک نہیں سکتا۔ پروہت
کے جاسوس رام ناتھ کے دوستوں اور ساتھیوں کی تلاش میں ہیں۔ خاص کر اس
شہر میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔"

یوسف نے کہا "جانے سے پہلے میں آپ سے ایک ضروری بات
کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہیے!"

قنوج کے راجہ نے آپ کی جائداد کا ایک حصہ چھین کر میرے پتا کو دے دیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی جو جائداد ہمارے قبضے میں ہے آپ کو واپس لوٹا دی جائے۔ میری بہن بھی اس فیصلے میں شریک ہے۔"

جے کرشن نے حیرت زدہ ہو کر پہلے نرملا اور پھر یوسف کی طرف دیکھا اور کہا "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کا محل اور آپ کی زمین آپ کو واپس دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"

جے کرشن نے مغموم لہجے میں کہا۔ "رنبیر! میں پہلے ہی شرم اور ندامت کے بوجھ تلے پسا جا رہا ہوں، بھگوان کے لیے مجھے اور زیادہ شرمسار نہ کرو۔"

یوسف نے پریشان سا ہو کر کہا۔ "اگر آپ کو میری بات سے صدمہ ہوا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں، لیکن آپ کو میرے خلوص پر شبہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"مجھے آپ کے خلوص پر شبہ نہیں، لیکن اس محل اور زمین کا ذکر میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

یوسف نے کہا۔ "ہمیں ماضی کو بھول جانا چاہیے۔ آپ کی جائداد میرے پاس امانت ہے۔ آپ جب چاہیں اسے واپس لے سکتے ہیں۔"

"لیکن وہ جائداد مجھ سے آپ کے پتا جی نے نہیں بلکہ قنوج کے راجہ نے چھینی تھی ——— اب اس پر میرا کوئی حق نہیں رہا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا اس پر کوئی حق ہے تو میں آپ کے لیے اس حق سے دستبردار ہوتا ہوں۔"

"نہیں! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ آخری فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیں۔ اگر آپ کسی دن اپنے وطن آنے کا فیصلہ کریں تو اپنی جائداد کے متعلق آپ کو میرا وعدہ یاد دلانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

یوسف یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا۔

جے کرشن نے کہا۔ "تھوڑی دیر بیٹھ جائیے۔ میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔" یوسف بیٹھ گیا۔ جے کرشن نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ تم ایک دن مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئے تھے اور آج مجھے قنوج آنے کی دعوت دے رہے ہو۔ میں اس تبدیلی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

یوسف نے جواب دیا۔ "میں جس اندھیری رات میں بھٹک رہا تھا وہ گزر چکی ہے اور اب میں آپ کو صبح کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت میرے سامنے میرے باپ کا قاتل نہیں بلکہ وہ انسان ہے جس نے ایک بے کس لڑکی کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اپنے لیے کوئی زبردست خطرہ محسوس کرتا تو شاید میں رُوپ وتی کی مدد کے لیے آمادہ نہ ہوتا۔"

"سومنات کے دیوتا کی ناراضی مول لینے سے زیادہ خطرناک بات اور کیا ہو سکتی تھی؟"

"میں نے سومنات کے خلاف بغاوت نہیں کی۔ میرا مقصد رُوپ وتی کو پروہت کے ظلم سے بچانا تھا۔"

"وہ دن دُور نہیں جب آپ سومنات کے مندر کو اس کے پروہت سے کہیں زیادہ قابلِ نفرت سمجھیں گے۔ میں نے نندنہ کے قید خانے میں جس آفتاب کی روشنی دیکھی تھی وہ یہاں بھی نمودار ہونے والا ہے۔ میں روشنی دیکھنے کے بعد بھی کچھ عرصہ اپنے توہمات کی تاریکیوں میں بھٹکتا رہا۔ آپ بھی شاید یہی کریں لیکن وہ دن دُور نہیں جب میرا اور آپ کا راستہ ایک ہو گا۔ میری طرح آپ کو اس وقت تک سکون نصیب نہیں ہو گا۔ جب تک کہ آپ ان گنت دیوتاؤں سے مُنہ موڑ کر اس خُدا کی

عظمت اور تقدیس کے سامنے سر نہیں جھکا دیں گے جو زمین اور آسمان کا خالق ہے جس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں۔ وہ بُت جن کی آڑ میں صدیوں سے ایک انسان نے دوسرے انسان کا شکار کھیلا ہے۔ ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گے۔ انسانیت کا بول بالا ہو گا۔ چھوت اور اچھوت ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہوں گے۔ انسان اپنے رنگ اور خون سے نہیں بلکہ اعمال سے پہچانا جائے گا۔

جے کرشن نے کہا "رنبیر تم مسلمان ہو چکے ہو؟"

"ہاں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی چڑھتے ہوئے سورج کی روشنی کے سامنے آنکھیں بند نہیں کریں گے۔ اب مجھے اجازت دیجیے اور یہ یاد رکھیے کہ میں آپ کو کسی شرط کے بغیر قنوج آنے کی دعوت دے چکا ہوں۔"

جے کرشن نے کہا "ٹھہریے! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا آپ کو خوشی حاصل ہو گی۔ دُنیا میں ہر شخص اپنے گرد ایسے آدمی جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے جنھیں وہ اپنے خیال کے مطابق بہترین سمجھتا ہے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے دل میں مجھے اسلام کا پرچار کرنے کا خیال کیسے پیدا ہُوا اور آپ نے اپنے باپ کے قاتل کے بارے میں یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ کسی بلند مقصد کے لیے آپ کا ساتھ دے سکتا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ میرا جُرم معاف کر چکے ہیں، لیکن میں یہ کیسے مان لوں کہ مجھ سے آپ کی نفرت، دوستی میں تبدیل ہو چکی ہے؟"

"آپ کو اس بات پر حیران نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے خود ایک ایسے آدمی نے اسلام کی طرف مائل کیا تھا جسے میں اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ نندنہ کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد میں نے ایک پہاڑی کو اپنا آخری مورچہ بنا لیا تھا۔ اُس نے اپنے سپاہیوں کے ایک دستے کے ساتھ اس پہاڑی کا محاصرہ کر لیا۔ میرے لیے جان

بچا کر بھاگ نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ میرا آخری فیصلہ یہ تھا کہ میں ہتھیار ڈالنے کی بجائے دشمن کے زیادہ سے زیادہ آدمی موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن وہ اپنے سپاہیوں کو پیچھے چھوڑ کر اکیلا بڑھا۔ اُس کی زبان میں جادو تھا اور اس کی باتوں میں آ کر میرے کئی ساتھیوں نے ہتھیار پھینک دیے۔ اس کی میٹھی میٹھی باتیں میرے لیے زہر میں بجھے ہُوئے نشتر تھے۔ اُس کی مسکراہٹ میرے لیے ایک گالی تھی۔ میرا خُون کھول رہا تھا۔ وہ میرے تیر کے سامنے آ چکا تھا اور ایک لمحہ کے لیے میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اپنے مستقبل سے بے پروا ہو کر اُسے موت کے گھاٹ اُتار دوں، لیکن اس نے کوئی ایسی بات کہی جس سے زندہ رہنے کی خواہش مجھ پر غالب آ گئی۔ اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ دُنیا میں میرا بہترین دوست ہے۔ جنگ میں اگر ہم ایک دوسرے کا سامنا کرتے تو شاید وہ میرا یا میں اُس کا قاتل ہوتا۔ لیکن آج میں اُسے اپنا بھائی کہتے ہُوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ اُسے مجھ سے اُس وقت بھی نفرت نہ تھی جب میں اپنی کمان اس کی طرف سیدھی کر چکا تھا۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔"

جے کرشن نے کہا "اور آج آپ یہی خواہش میرے متعلق لے کر آئے ہیں۔"

"ہاں، لیکن میں آپ کو اس وقت تک اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں کہوں گا جب تک کہ آپ کا دل اس کی صداقت کا قائل نہیں ہوتا۔"

جے کرشن نے کہا "اس وقت کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ سردار موہن چند کا بیٹا مجھ سے انتقام لے چکا ہے۔ اب باقی تمام عمر میری آتما کو چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ رنبیر تم نے مجھے قتل نہیں کیا لیکن میری دنیا کو ویران ضرور کر دیا ہے۔ اب مجھے دولت اور زمین کی تمنا نہیں۔ اب مجھے

حکومت کی خواہش نہیں۔ تم نے میری تمام دلچسپیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

یوسف نے کرسی سے اٹھتے ہوئے جواب دیا: "میں بہت جلد اُس دنیا میں آپ کا سواگت گا جو آپ کی دنیا سے کہیں زیادہ وسیع، رنگین اور پُربہار ہے، جہاں آرزوئیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ ظلم اور استبداد کے قلعے جو مظلوم اور بے بس انسانوں کی ہڈیوں پر تعمیر ہوئے ہیں، صرف ایک جھٹکے کے منتظر ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے والوں کا ساتھ نہ دیں۔"

جے کرشن نے اپنی کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا: "کاش یہ باتیں میری سمجھ میں آ سکتیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں اب کسی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

یوسف نے نرملا کی طرف اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا۔ وہ اٹھی اور اپنے باپ کی طرف متوجہ ہو کر بولی: "پتا جی! ٹھہریے میں ان کی بہن کے لیے ایک تحفہ دینا چاہتی ہوں۔" پھر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ٭

(۴)

جے کرشن اور یوسف خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ نرملا دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے چاندی کی ایک ڈبیہ یوسف کو پیش کی۔ یوسف نے ڈبیہ کھول کر ایک خوبصورت انگوٹھی دیکھتے ہوئے کہا: "میری بہن! آپ کا تحفہ دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔"

نرملا کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن جذبات کے ہیجان میں اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی تھی۔ چند لمحات کے لیے اس کی نگاہیں جن میں ہزاروں التجائیں تھیں، یوسف کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ یوسف نے جے کرشن کی طرف مُتوجہ

ہو کر کہا: "چلیے" وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔ نرملا بے حس و حرکت کھڑی برآمدے میں ان کے پاؤں کی آہٹ سُن رہی تھی، اور اس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو گئے۔

جے کرشن، یوسف کے ساتھ کھُلے صحن میں داخل ہوا تو چاند نمودار ہو چکا تھا۔ ڈیوڑھی کے سامنے چند نوکر چارپائیوں پر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جے کرشن نے گوبند رام کو آواز دی اور وہ بھاگتا ہُوا آیا۔ جے کرشن نے کہا: "یہ واپس جا رہے ہیں، ان کا گھوڑا تھکا ہُوا ہے۔ تم ان کے لیے میرا مُشکی گھوڑا تیار کر دو، اور دیکھو پیارے لال کہاں ہے؟"

"مہاراج وہ اپنی کوٹھڑی کی چھت پر سو رہا ہے۔"

"اُسے تم یہاں بھیج دو، اور تم ایک کی بجائے دو گھوڑے تیار کرو۔"

گوبند رام چلا گیا تو یوسف نے جے کرشن سے پُوچھا: "دو گھوڑے کس لیے؟"

جے کرشن نے جواب دیا: "میں ایک نوکر آپ کے ہمراہ بھیجنا چاہتا ہوں اس کا گھر آپ کے گاؤں کے قریب ہے۔ جب میں وہاں سے نکلا تھا تو وہ میرے ساتھ آ گیا تھا۔ اب اُسے اپنے رشتہ داروں کی یاد ستاتی ہے۔ اس نے صرف آپ کے خوف سے وہاں جانے کی جراٴت نہیں کی۔ اب آپ اُسے تسلی دے کر اپنے ساتھ لے جائیں اور اسے اپنے پاس نوکر رکھ لیں۔ وہ تھوڑا سا بیوقوف ہے لیکن وفادار ہے۔ اب اس کا یہاں رہنا ویسے بھی ٹھیک نہیں۔ میں نے اُسے رام ناتھ کو خبردار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ اس نے حماقت سے اگر کسی کو یہ بتا دیا کہ میں نے رام ناتھ کو بچانے کی کوشش کی تھی تو ہماری شامت آ جائے گی۔ لیجیے وہ آ رہا ہے۔"

پیارے لال آنکھیں ملتا ہُوا ان کے قریب پہنچا۔ جے کرشن نے کہا "پیارے لال! تم اپنے گھر جانا چاہتے ہو تو فوراً تیار ہو جاؤ"۔

"مہاراج! آپ کا مطلب ہے کہ میں اپنے گھر جانے کے لیے تیار ہو جاؤں!"

"ہاں! اب تمھیں وہاں جانے میں کوئی خطرہ نہیں۔ سردار رنبیر خود تمھارے ساتھ ہوں گے"۔

"سردار رنبیر!"

"ہاں! سردار رنبیر تمھارے سامنے کھڑے ہیں۔ تم انھیں نہیں پہچانتے"؟

پیارے لال جواب دینے کی بجائے بدحواس سا ہو کر یوسف کی طرف دیکھنے لگا۔

یوسف نے کہا "اب تمھیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، میں تمھاری حفاظت کا ذمہ لے چکا ہوں"۔

جے کرشن نے کہا "جاؤ اب جلدی سے تیار ہو جاؤ، میں نے گوبند رام کو تمھارے لیے گھوڑے پر زین ڈالنے کے لیے کہہ دیا ہے۔ لیکن یہاں کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ یہ کون ہیں"۔

"مہاراج آپ مجھ پر بھروسہ کریں۔ آج تک میں نے رام ناتھ کے متعلق بھی کسی سے کوئی بات نہیں کی، لیکن آپ بُرا نہ مانیں تو صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ وہی ہیں؟"

"ہاں یہ وہی ہیں"۔

"مہاراج! میرا مطلب ہے کہ یہ سردار موہن چند کے بیٹے ہیں؟"

"ہاں، تمھیں یقین نہیں آتا تو جا کر نرملا سے پُوچھ لو، لیکن باتوں میں وقت

ضائع نہ کرو"۔

"مہاراج! مجھے معاف کیجیے، مجھے ان کے یہاں آنے کی اُمید نہ تھی۔ میں ابھی تیار ہو کر آتا ہوں"۔ پیارے لال یہ کہہ کر اپنی کوٹھڑی کی طرف بھاگا۔ وہاں سے ایک لکڑی کا چھوٹا سا صندوق نکال کر باہر چاند کی روشنی میں لے آیا اور اُسے کھول کر ایک چھوٹی سی تھیلی جس میں نقدی تھی اور کپڑوں کے دو نفیس جوڑے نکالے اور ایک گٹھڑی میں باندھ لیے، پھر اُس کے دل میں کوئی خیال آیا اور گٹھڑی بغل میں دبا کر نرملا کی طرف گیا۔ نرملا سے چند باتیں پوچھنے کے بعد اُس کے تمام خدشات دُور ہو گئے اور وہ تیزی سے اصطبل کی طرف بھاگ گیا۔ گوبند رام دو گھوڑے لیے آ رہا تھا۔ اس نے اس کے ہاتھ سے ایک گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا۔ گوبند رام! میں بہت دُور جا رہا ہوں، میری کوٹھڑی میں جتنا سامان ہے وہ سب تمھارا ہے"۔

تھوڑی دیر بعد جے کرشن ڈیوڑھی سے باہر یوسف اور پیارے لال کو الوداع کہہ رہا تھا۔

مُلتان سے آگے

کالنجر کی آخری مہم سے واپسی کے بعد قریباً اڑھائی سال تک سلطان محمود کی
افواج جنوب کی رزمگاہوں کی طرف توجہ نہ دے سکیں۔ اس عرصہ میں سومنات
ہندوستان کا سب سے بڑا دفاعی حصار بن چکا تھا۔ ملک کے سینکڑوں راجے اور سردار
اپنے مضبوط ترین قلعوں کو غیر محفوظ سمجھ کر سومنات کی چار دیواری میں پناہ لے رہے
تھے۔ مختلف مندروں کے پجاری اپنی دولت اور سونے چاندی کی مورتیوں کو وہاں
منتقل کر رہے تھے۔ سومنات کے پجاری ہندو سماج کے سُورماؤں کا خون گرمانے کے
لیے ملک کے طول و عرض میں چکر لگا رہے تھے۔ وہ عوام کو سومنات کی عظمت، قوت اور
ہیبت کے افسانے سنا کر ایک متحدہ محاذ پر جمع ہونے کی ترغیب دیتے۔ آئے دن
مختلف سمتوں سے رضا کاروں کی ٹولیاں سومنات پہنچ رہی تھیں۔ "سومنات چلو"
کی پکار ہندوستان کا قومی نعرہ بن چکی تھی۔ اڑھائی سال کی تیاریوں کے بعد سومنات
کے محافظ یہ سوچ رہے تھے کہ شاید محمود واپس نہ آئے اور ہمیں اپنی قوت کا مظاہرہ
کرنے کے لیے غزنی کا رُخ کرنا پڑے۔

پھر وہ دن بھی آگیا، جب ہندوستان کے شمال میں پانچ دریاؤں کی سرزمین

غازیانِ اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپ سے دہل رہی تھی سلطان محمود نے ۲۲ شعبان
۴۱۶ ہجری کو غزنی سے کُوچ کیا اور ماہِ رمضان کے پندرھویں روز ملتان پہنچ کر
شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کی باقاعدہ فوج تیس ہزار
آزمودہ کار سواروں پر مشتمل تھی، لیکن راستے میں ہر منزل پر رضا کاروں کی ٹولیاں اس
کے ساتھ شامل ہوتی گئیں۔ مُلتان اور سومنات کے درمیان وہ صحرا حائل تھا جس کی
بھیانک وسعتوں میں پاؤں رکھنا موت کو دعوت دینے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ راستے
میں کئی منازل تک سپاہیوں اور ان کے گھوڑوں کے لیے خوراک اور پانی ملنے کی
اُمید نہ تھی۔ سلطان نے ہر سپاہی کی رسد اور پانی اٹھانے کے لیے دو دو اُونٹ
مہیا کیے۔ اس کے علاوہ بیس ہزار اونٹ صرف پانی لادنے کے لیے وقف کر دیے۔
ماہِ رمضان کے اختتام تک ریگستان کے سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ عید کی
نماز کے بعد سلطان محمود منبر پر کھڑا ہو کر اپنی فوج کے سپاہیوں اور رضا کاروں کے
سامنے یہ تقریر کر رہا تھا:

"میرے رفیقو! تم یہ سُن چکے ہو کہ ہم کل یہاں سے کوچ کرنے
والے ہیں۔ ہماری منزل دُور اور راستہ کٹھن ہے۔ سومنات کی جنگ
میرے نزدیک ہندوستان کی سرزمین میں کُفر اور اسلام کا آخری معرکہ
ہے۔ اس جنگ میں ہماری فتح کے بعد آنے والی نسلوں کے لیے اسلام
کی تبلیغ اور اشاعت کے راستے کُھل جائیں گے اور ہماری شکست کے
ساتھ ان لوگوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے جو اس ملک میں انسانیت
کا بول بالا چاہتے ہیں۔ تم وہ خوش نصیب ہو جنھیں قدرت نے باطل کا
آخری حصار توڑنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ شہرت اور ناموری کے
شوق میں ہم کئی ممالک میں گھوڑے دوڑا چکے ہیں لیکن آج میں جس

مقصد کے لیے تمھیں تلوار اُٹھانے کی دعوت دے رہا ہوں وہ میری ذات سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ اگر تم میں سے کوئی ایسا ہے جو صرف میری خوشنودی کے لیے جنگ میں حصّہ لینا چاہتا ہے تو اسے واپس لوٹ جانا چاہیے۔ مجھے صرف ان مجاہدوں کی ضرورت ہے جو شہادت کی تمنا رکھتے ہیں۔ سومنات ان تاریکیوں کی آخری جائے پناہ ہے جن کے تعاقب میں ہم گنگا اور جمنا کی وادیوں میں جا چکے ہیں۔ سومنات کی دیواروں کے سامنے تمھارا مقابلہ ان لوگوں سے ہوگا جو پتھر کی مورتیوں کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔ اُن کی تعداد تمھاری تعداد سے زیادہ اور ان کے وسائل تمھارے وسائل سے زیادہ ہوں گے، لیکن یاد رکھو! جن مجاہدوں کے خون سے تمھارے ماضی کی تاریخ کے روشن ترین صفحات لکھے گئے ہیں ان کی تعداد کفّار کے مقابلے میں ہمیشہ کم تھی۔ ایک ہزار یا ایک لاکھ بھیڑوں کی ممیاہٹ ایک شیر کی گرج کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سومنات کے پجاریوں کو اپنے لشکر کی تعداد پر ناز ہے۔ انھیں اپنے بتوں کی اعانت پر بھروسہ ہے لیکن اگر تم صدقِ دل سے اس بات پر ایمان رکھتے ہو کہ فتح و شکست تمھارے خدا کے ہاتھ میں ہے تو میں تمھیں فتح کی بشارت دیتا ہوں۔ اگر تم صرف خُدا کی خوشنودی کے لیے آگے بڑھنا چاہتے ہو تو کوئی صحرا، کوئی پہاڑ اور کوئی سمندر تمھارا راستہ نہیں روک سکتا۔ اگر تم خدا کے دین کا بول بالا چاہتے ہو تو دُنیا کی تمام عظمتیں تمھارے قدموں میں ہوں گی۔"

اگلی صبح اہلِ ملتان اس عظیم الشان قافلے کو گرد کے بادلوں میں روپوش ہوتا دیکھ رہے تھے، جس کی منزلِ مقصود سومنات تھی۔ دریائے ستلج عبور کرنے کے بعد یہ لشکر اس وسیع صحرا میں داخل ہوا جہاں اُفق پر نیلگوں آسمان کا کنارا ریت کے ٹیلوں سے

لا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس ریگستان میں کہیں کہیں تھوہڑ اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے سوا سبزہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ موسم سرما کے آغاز کے باعث صحرا کی ہوا میں ایک خوشگوار تبدیلی آچکی تھی، دن بھر کی تھکی ماندی فوج جب شام کے وقت پڑاؤ ڈالتی تو صحرا کی خاموش فضا اونٹوں کی بلبلاہٹ اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے گونج اٹھتی۔ رات کے وقت سپاہی ٹھنڈی ریت پر لیٹ جاتے۔ پچھلے پہر پڑاؤ کے ہر گوشے سے نقاروں کی صدائیں انھیں گہری نیند سے بیدار کرتیں۔ پھر مؤذن کی اذان سنائی دیتی اور وہ نماز کے لیے جمع ہو جاتے سُورج کی ابتدائی کرنیں اس قافلے کو اگلی منزل کا رُخ کرتے ہوئے دیکھتیں۔

رسد اور پانی کی تقسیم میں مکمل مساوات کے اصول پر عمل کیا جاتا تھا۔ سُلطان اور بڑے بڑے جرنیلوں کو بھی اتنا ہی راشن ملتا تھا جتنا کہ ایک عام سپاہی کے لیے مقرر تھا۔

راستے میں سلطان نے لودرواہ کے مشہور قلعے پر حملہ کیا۔ اہلِ قلعہ نے کچھ دیر ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کی یلغار کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی۔ سلطان کے سپاہی پتھروں اور تیروں کی بارش سے بے پروا ہو کر سیڑھیوں اور کمندوں کی مدد سے قلعے کی فصیل پر چڑھ گئے اور قلعے کے محافظوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

اس کے بعد قریباً ایک ماہ کے طویل اور صبر آزما سفر کے بعد سلطان کی فوج انہل واڑہ کے سامنے کھڑی تھی۔

(۲)

انہل واڑہ کے مہاراجہ بھیم دیو کی خود اعتمادی بلاوجہ نہ تھی۔ اس کا لشکر قریباً ایک لاکھ سواروں، دو سو ہاتھیوں اور نوّے ہزار پیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اس نے سومنات کے پروہت کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ دشمن کی فوج شمال کے صحرا کو عبور کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ چنانچہ سلطان محمود کو سومنات تک پہنچنے کے

لیے مشرق کی طرف سے ایک طویل چکر کاٹنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اگر اس نے سرحد پر
پہنچنے سے پہلے انہل واڑہ کا رُخ کیا تو ہم شمال مشرقی سرحد پر ہی اُسے روک لیں گے اور اگر
وہ ہم سے ٹکر لیے بغیر براہِ راست سومنات کی طرف بڑھ گیا تو ہم عقب سے حملہ کر کے
اس کی فوج کو تتر بتر کر دیں گے۔ لیکن صحرا کی طرف سے سلطان کی پیش قدمی نے
انہل واڑہ کے در و دیوار پر ایک لرزہ طاری کر دیا۔ راجہ بھیم دیو نے تیس ہزار سپاہی
دشمن کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کر دیے اور باقی فوج کو جو مشرقی سرحد پر متعین
تھی اپنی راجدھانی کی حفاظت کے لیے جمع ہونے کا حکم دیا۔

ایک صبح بھیم دیو اپنے تخت پر رونق افروز تھا۔ سلطنت کے اکابر اور ہمسایہ
ریاستوں کے باجگزار حکمران اس کے دربار میں حسبِ مراتب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

مہاراجہ نے کچھ دیر خاموشی سے حاضرینِ دربار کی طرف دیکھنے کے بعد کہا: ”ہمیں
بے حد افسوس ہے کہ ہمارے چند ساتھی ہمارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں لیکن ہماری
فوج کی تعداد اب بھی دشمن سے کہیں زیادہ ہے۔ ہمیں اس بات کی ہرگز اُمید نہ تھی کہ
دشمن ریگستان کو عبور کرنے کی جرأت کرے گا۔ لیکن اب ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے ہمیں
یقین ہے کہ ہمارے تیس ہزار سپاہی شمال کی سرحد پر ہی دشمن کا راستہ روک لیں گے،
لیکن اگر انہیں دشمن کے دباؤ سے پیچھے ہٹنا پڑا تو سومنات کی جنگ انہل واڑہ کی دیواروں
کے سامنے لڑی جائے گی اور ہم دشمن کو یہ ثابت کر دکھائیں گے کہ انہل واڑہ کے سورما
قنوج، کالنجر اور گوالیار کے سورماؤں سے کہیں مختلف ہیں۔“

ایک باجگزار راجہ نے اُٹھ کر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا: ”مہاراج! اگر اجازت
ہو تو میں کچھ عرض کروں۔“

”کہیے؟“ بھیم دیو نے جواب دیا۔

”مہاراج! ہمارے جو ساتھی یہاں جمع ہونے کی بجائے سومنات چلے گئے ہیں میں

انہیں بزدلی کا طعنہ نہیں دیتا۔ ہمارے ملک کے کئی نجومی یہ بتا چکے ہیں کہ دشمن سومنات
ضرور پہنچے گا۔ آپ کے دربار میں جو راجے اور سردار موجود ہیں اُن میں سے اکثر کی رائے
یہ ہے کہ ملک کے باقی راجاؤں کی افواج کی طرح ہمارے لشکر کو بھی سومنات میں
جمع ہونا چاہیے تھا۔ سومنات کی دیواروں تلے ہم زیادہ خود اعتمادی اور زیادہ جوش و
خروش سے لڑ سکتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر شمال سرحد پر ہماری فوج کو شکست ہوئی
تو انہل واڑہ میں بددلی پھیل جائے گی اور ممکن ہے پھر ہمارے کئی اور ساتھی بھی
یہاں لڑنے کی بجائے سومنات چلے جائیں۔“

راجہ بھیم دیو نے جوش میں آ کر کہا: ”اگر تم میں سے کوئی ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہتا
ہے تو ہم اس کا راستہ نہیں روکیں گے۔ ہم آخری وقت تک اپنے اس عہد پر قائم
رہیں گے کہ محمود کا لشکر ہماری لاشیں روندے بغیر سومنات کا رُخ نہیں کر سکتا۔ ہم
مندھیر کی فوج کو بھی پہنچنے کا حکم دے چکے ہیں۔“

ایک عمر رسیدہ سردار کچھ کہنے کے لیے اٹھا لیکن اچانک سامنے کے دروازے
سے انہل واڑہ کے لشکر کا سپہ سالار نمودار ہوا، اور مہاراجہ اور اس کے درباری سکتے
کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ سپہ سالار نے مسند کے قریب پہنچ کر فرشی سلام
کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

بھیم دیو نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: ”سینا پتی جی! آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟“

”اَن داتا میں......“

”کہیے خاموش کیوں ہو گئے؟“

”اَن داتا! مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ مجھے دشمن کا
راستہ روکنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔“

مہاراجہ بھیم دیو نے کہا: ”تمہارا چہرہ بہت کچھ بتا رہا ہے۔ تم صاف کیوں نہیں

کہتے کہ تمھیں شکست ہوئی ہے۔"

مہاراج! دشمن کا حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ ہماری فوج کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ آن کی آن میں اس کے ہراول دستے ہماری فوج کے دونوں بازوؤں کو چیرتے ہوئے عقب میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد باقی لشکر ہم پر ٹوٹ پڑا۔

مہاراجہ نے جلدی سے بات کاٹتے ہوئے کہا "اور پھر تم بھاگ نکلے۔ اب ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تم کتنی فوج بچا کر لائے ہو؟"

"ان داتا! ہمارے آٹھ ہزار سپاہی مارے گئے ہیں۔"

"اور دشمن کا نقصان ہمارے نقصان سے زیادہ ہوگا۔"

"ہاں مہاراج!"

"مجھے معلوم تھا تم یہی کہو گے۔ شکست کھانے کے بعد ہر سیناپتی یہی کہا کرتا ہے۔ اب ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع دینے کے لیے تم نے خود یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟ کیا باقی بائیس ہزار سپاہیوں میں سے کوئی بھی تمھارا ایلچی بننے کے قابل نہ تھا؟"

"ان داتا! چند باتیں ایسی ہیں جن کے لیے میرا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔ ہمارے اکثر سپاہی یہ خیال کرتے ہیں کہ دشمن کو صرف سومنات کے میدان میں شکست دی جا سکتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسے لوگ واپس آتے ہی تمام لشکر میں بزدلی پھیلا دیں گے۔"

"ہمارے لشکر میں ایسے لوگوں کی تعداد پہلے ہی کم نہیں۔ ہمارے بعض ساتھی تمھاری اطلاع کا انتظار کرنے سے پہلے ہی سومنات پہنچ چکے ہیں۔"

سیناپتی نے کہا "مہاراج! مجھے یقین ہے انہل واڑہ میں ہمارا لشکر دشمن کے دانت کھٹے کر سکتا ہے لیکن کاش ہم اپنے سپاہیوں کا یہ وہم دور کر سکتے

کہ سلطان محمود کو سومنات کے سوا ہر میدان میں فتح ہوگی۔"

"لیکن تم اس وہم کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔"

"میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ دشمن کی قوت کے متعلق میرے اندازے غلط تھے۔ وہ ایک سیلاب ہے اور دیوتاؤں کی مدد کے بغیر کوئی طاقت اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔"

مہاراجہ نے حاضرینِ دربار کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اب ہمارا سیناپتی بھی ہمیں یہ مشورہ دے رہا ہے کہ ہم اپنی رعایا کو اس کے حال پر چھوڑ کر سومنات بھاگ جائیں۔ لیکن یاد رکھو جو سپاہی ایک بار دشمن کو پیٹھ دکھاتا ہے وہ دوبارہ سینہ تان کر کھڑا نہیں ہو سکتا۔"

ایک باجگزار راجہ نے اٹھ کر کہا "مہاراج! لڑائی میں پینترا بدلنے اور بھاگنے میں بہت فرق ہے۔"

مہاراجہ نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا "مجھے تم جیسے ساتھیوں کی ضرورت نہیں تم جا سکتے ہو۔ دشمن کے مقابلے کے لیے میری اپنی فوج کافی ہے۔"

راجہ کچھ اور کہے بغیر باہر نکل گیا۔

مہاراجہ بھیم دیو چلایا "تم میں سے کوئی اور بھی ہے جو اس کا ساتھ دینا چاہتا ہے؟"

باجگزار ریاستوں کے دو اور حکمران اور مشرقی سرحد کے پانچ سردار اٹھ کر باہر نکل گئے۔ دربار میں تھوڑی دیر کے لیے سناٹا چھا گیا۔

بھیم دیو نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا "اگر ان لوگوں کے پاس سومنات جانے کا بہانہ نہ ہوتا تو ہم انھیں زندہ زمین میں گاڑ دیتے۔ ہم بزدلوں اور بہادروں کو ایک صف میں جمع نہیں کرنا چاہتے۔ سیناپتی جی! آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ جا سکتے ہیں۔"

سیناپتی نے کہا "ان داتا! آپ کو صحیح حالات سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا۔

اس کے بعد آپ کا جو فیصلہ ہو اس پر عمل کرنا میرا دھرم ہے۔"

اب تم سینا پتی کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف ایک سپاہی کی حیثیت سے ہمارا ساتھ دے سکتے ہو۔" یہ کہہ کر مہاراجہ حاضرینِ دربار کی طرف متوجہ ہُوا "ہمارا آخری فیصلہ یہی ہے کہ ہم اسی جگہ لڑیں گے۔ اگر تم میں سے کسی کو ہمارے اس فیصلے سے اتفاق نہ ہو تو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ ابھی سے ہمارا ساتھ چھوڑ دے۔"

ایک سردار نے اٹھ کر کہا: "اَن داتا! ہمارا جینا اور مرنا آپ کے ساتھ ہے۔"

مہاراجہ نے کہا: "ہم ایک بار پھر پوچھتے ہیں کیا تم سب ہمارے ساتھ ہو؟"

"جی مہاراج!" حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا۔

اس کے بعد کچھ دیر لڑائی کی مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔ پھر دربار برخاست ہو گیا۔

(۳)

رات کے تیسرے پہر مہاراجہ بھیم دیو گہری نیند سے بیدار ہو کر اپنے نئے سینا پتی کی زبانی یہ خبر سُن رہا تھا کہ باقاعدہ فوج کے پندرہ ہزار سپاہی معزول شدہ سینا پتی کی راہنمائی میں سومنات کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور باقی فوج میں بھی عام بغاوت کے آثار پائے جاتے ہیں۔

مہاراجہ نے غصے سے کانپتے ہوئے سوال کیا "تم نے انھیں روکنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

نئے سینا پتی نے جواب دیا "مہاراج! میں نے فوج کو اُن کے گرد گھیرا ڈالنے کا حکم دیا تھا لیکن کسی نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی۔ وہ سب یہی کہتے ہیں کہ سومنات کی رکھشا کے لیے جانے والوں کا راستہ روکنا پاپ ہے۔ مَیں ان کا یہ وہم دُور نہیں کر سکتا کہ سومنات کے سوا ہمیں کسی اور میدان میں کامیابی نہیں ہو گی۔ فوج کے افسر کھلّم کھلا یہ کہہ رہے ہیں کہ مہاراج کو انہل واڑہ میں جنگ کرنے کا فیصلہ تبدیل کرنا پڑے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ صبح تک فوج کے کئی اور دستے ہمارا ساتھ نہ چھوڑ جائیں۔ دشمن آٹھ پہر کے اندر اندر

یہاں پہنچ سکتا ہے۔ ہمیں فوراً اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ آخری وقت ہمارے ساتھ کتنی فوج رہ جائے گی۔ اس وقت فوج کے علاوہ شہر کے لوگوں کو بھی تسلی دینے کی بہت ضرورت ہے۔ وہ اپنے گھروں سے بھاگ رہے ہیں۔"

بھیم دیو نے کہا: "تم اسی وقت چھاؤنی خالی کر دو۔ اور فوج کو شہر پناہ کے اندر جمع کر کے تمام دروازے بند کرا دو۔ کاش میں ایسے بزدلوں کو زنجیروں میں جکڑ کر دشمن کے آگے ڈال سکتا۔"

سینا پتی نے جھجکتے ہُوئے پوچھا "کیا مہاراج کا آخری فیصلہ یہی ہے کہ ہم انہل واڑہ میں ڈٹے رہیں۔"

"اس وقت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تم جاؤ۔"

سینا پتی کمرے سے باہر نکل گیا اور مہاراجہ نڈھال سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ساتھ والے کمرے سے مہارانی نمودار ہوئی اور اس نے آگے بڑھ کر سوال کیا "سینا پتی کیا کہتا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ آپ آرام کریں۔"

"لیکن آپ بہت پریشان ہیں۔" مہارانی نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

مہاراجہ کچھ کہنے کو تھا کہ باہر دروازے کے قریب کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہُوئے آواز دی "اَن داتا!"

راجہ کے کان اس آواز سے مانوس تھے اس نے کہا۔ "اندر آ جاؤ۔ کیا بات ہے؟"

محل کا داروغہ کمرے میں داخل ہُوا اور اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا "ان داتا! شہر کے لوگ محل کے دروازے پر جمع ہو رہے ہیں اور شہر کے برہمنوں کا ایک وفد اس وقت آپ سے مُلاقات کرنا چاہتا ہے۔"

مہاراجہ جلدی سے باہر نکلا تو اسے برآمدے سے تھوڑی دُور سینا پتی اور قلعے

کے چند فوجی افسر دکھائی دیے۔ سیناپتی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مہاراج! حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ شہر کے لوگ محل کے دروازے پر جمع ہو رہے ہیں اور ہماری فوج کے کئی دستے بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ مجھے یہ حالات دیکھ کر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا۔"

بھیم دیو نے سراسیمگی کی حالت میں سوال کیا۔ "وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"مہاراج! وہ صرف "سومنات چلو" کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کے چند الفاظ انھیں مطمئن کر دیں گے۔"

بھیم دیو نے کہا۔ "چلو!"

تھوڑی دیر بعد مہاراجہ نے محل کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کے ہجوم کو مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز "سومنات چلو" کے پرجوش نعروں میں دب کر رہ گئی۔

اگلی رات جب سُلطان محمود کی فوج انہل واڑہ سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی، مہاراجہ بھیم دیو کنتھ کوٹ کا رُخ کر رہا تھا۔ ہاتھیوں کے علاوہ بیس ہزار سوار اُس کے ہمراہ تھے۔ اُس کے تیس ہزار سپاہی سومنات کے دیوتا کے چرنوں میں جان دینے کے لیے روانہ ہو چکے تھے اور باقی مغرب کے ساحلی علاقوں میں پناہ لے رہے تھے۔

(۴)

ٹھاکر رگھوناتھ کے محل سے باہر ایک کھلے میدان میں مندھیر اور اُس کے قرب و جوار کے سردار اپنی اپنی فوج کے ساتھ جمع ہو رہے تھے۔ نرملا محل کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھی تھی۔ ایک خادمہ نے اس کے قریب آ کر کہا۔ "آپ کے پتاجی آئے ہیں۔"

نرملا نے کہا۔ "انھیں یہاں لے آؤ۔"

تھوڑی دیر بعد جے کرشن کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا: "نرملا! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟"

نرملا نے جواب دیا۔ "پتاجی! میں نے ابھی تک مندھیر چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا۔"

"بیٹی! اب سوچنے کا وقت نہیں۔ مسلمانوں کی فوج انہل واڑہ کے قریب پہنچ چکی ہے اور انہل واڑہ کے متعلق میں نے جو تازہ خبر سنی ہے اس سے میرا اندازہ ہے کہ سلطان محمود کو یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"انہل واڑہ کے متعلق آپ نے کیا سنا ہے؟"

جے کرشن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹھاکر نے تمھیں نہیں بتایا؟"

"نہیں! وہ مجھے صرف سفر کی تیاری کا حکم دے گئے ہیں۔ انہل واڑہ کے متعلق انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔"

جے کرشن نے کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سُلطان محمود کی پیش قدمی روکنے کے لیے مہاراجہ نے جو فوج شمال سرحد کی طرف روانہ کی تھی، اسے شکست ہوئی ہے اور مہاراجہ کے ساتھیوں میں سے چند راجے اور سردار اپنے اپنے لشکر کے ساتھ سومنات روانہ ہو گئے ہیں۔ گزشتہ رات یہ افواج ہمارے شہر کے قریب سے گزری تھیں۔ اب معلوم نہیں سلطان کا لشکر کب یہاں پہنچ جائے۔ تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

نرملا نے کہا۔ "پتاجی! میں یہیں رہنا چاہتی ہوں۔"

جے کرشن نے کہا۔ "دیکھو بیٹی! نادان نہ بنو۔ تمھیں مسلمانوں کے متعلق اس قدر مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ جب آندھی آتی ہے تو جھاڑیوں کے ساتھ کبھی کبھی پھل دار درخت بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو رنبیر جیسے لوگ تمھیں پناہ دینے کے لیے موجود نہیں ہوں گے۔ جب تک یہ طوفان گزر نہیں جاتا ہمیں

مندھیر سے باہر رہنا چاہیے۔ ٹھاکر نے اپنا خزانہ بھی میرے سپرد کر دیا ہے۔
تمھاری وجہ سے مجھے میدانِ جنگ سے دُور رہنے کا بہانہ مل جائے گا لیکن اگر تم
نے یہاں ٹھہرنے پر ضد کی تو مجھے ٹھاکر کے ساتھ جانا پڑے گا۔"

ٹھاکر تیزی سے قدم اُٹھاتا ہُوا کمرے میں داخل ہوا۔ اور اس نے کہا۔"آپ
ابھی تک تیار نہیں ہُوئے۔ جلدی کیجیے"۔

"ہم تیار ہیں۔" جے کرشن نے کرسی سے اُٹھ کر جواب دیا۔

ٹھاکر نے نرملا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔" نرملا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں
مجھے یقین ہے کہ تمھیں کنٹھ کوٹ پہنچنے سے پہلے یہ خبر مل جائے گی کہ ہم نے دشمن
کے لشکر کا منہ پھیر دیا ہے۔"

نرملا نے کہا۔"لیکن میں نے سُنا ہے کہ انہل واڑہ کی فوج نے ابھی سے
بھاگنا شروع کر دیا ہے۔"

ٹھاکر برہم ہو کر جواب دیا۔"چند بُزدل راجوں اور سرداروں کے چلے جانے
سے انہل واڑہ کی طاقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب تم جلدی کرو، میں جانے
سے پہلے تمھیں رُخصت کرنا چاہتا ہُوں"۔

ایک ساعت کے بعد نرملا اور جے کرشن عورتوں اور بچّوں کے ایک
قافلے کے ساتھ کنٹھ کوٹ کا رُخ کر رہے تھے۔ نرملا اپنی دو نوکرانیوں کے
ساتھ ایک ہاتھی کے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پانچ ہاتھیوں پر دوسرے سرداروں
کے بال بچّے سوار تھے اور دو ہاتھیوں پر ٹھاکر رگھوناتھ کا خزانہ لدا ہوا تھا۔ باقی
عورتیں بچے اور چند بوڑھے گھوڑے اور بیل گاڑیوں پر سوار تھے۔ قریباً ڈیڑھ سو
سپاہی ان کی حفاظت پر متعین تھے۔ جے کرشن اس قافلے کی رہنمائی کر رہا تھا۔

(۵)

نرملا کو روانہ کرنے کے بعد ٹھاکر رگھوناتھ نے بیس ہزار سواروں اور چالیس
ہاتھیوں کے ساتھ انہل واڑہ کا رُخ کیا۔ لیکن وہ ابھی زیادہ دُور نہیں گیا تھا کہ اُسے
شمال کے افق پر ایک لشکر دکھائی دیا۔ ٹھاکر نے اپنی فوج کو رُکنے کا حکم دیا اور ایک
تجربہ کار افسر کو چند سواروں کے ہمراہ آگے بھیج دیا۔ افسر نے واپس آکر اطلاع
دی کہ وہ فوج انہل واڑہ سے آ رہی ہے۔ سیناپتی ٹھاکر داس خود اس کی
رہنمائی کر رہے ہیں۔

"وہ کہاں جا رہے ہیں؟" ٹھاکر نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

"مہاراج! وہ سومنات جا رہے ہیں۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر مہاراج کا یہی ارادہ تھا تو انھوں نے
ہمیں انہل واڑہ میں جمع ہونے کا حکم کیوں دیا۔ اور ٹھاکر داس تو اب سیناپتی بھی نہیں رہا۔"

افسر نے کہا۔" مہاراج! میں ان سے مل کر آیا ہوں۔ وہ میرے تمام سوالات
کے جواب میں صرف یہ کہتے ہیں کہ تم ٹھاکر جی کو میرے پاس بھیج دو ــــ دیکھیے
مہاراج! انھوں نے راستہ بھی تبدیل کر لیا ہے۔ شاید وہ ہم سے کترا کر آگے
نکلنا چاہتے ہیں۔"

"تم میرے واپس آنے تک فوج کو یہیں روکو۔" ٹھاکر نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے
کو ایڑ لگا دی۔

ایک ساعت کے بعد ٹھاکر رگھوناتھ واپس آکر فوج کے سرداروں اور
افسروں کو نئی صورتِ حال سے آگاہ کر رہا تھا اور انہل وارہ سے آنے والا لشکر
آگے جا چکا تھا ــــ انہل واڑہ کے اکابر اور فوج کے افسروں سے دیر تک
بحث کرنے کے بعد ٹھاکر نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں اگلے شہر میں پڑاؤ ڈال کر انہل واڑہ

کے تازہ حالات معلوم کر لینے چاہئیں۔ چنانچہ غروب آفتاب کے قریب اس فوج نے شمال مغرب کی طرف کوئی تین کوس کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے شہر کے باہر پڑاؤ ڈال دیا اور چند سردار سپاہیوں کے ایک دستے کے ہمراہ انہل واڑہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

اگلی صبح ٹھاکر اپنے قاصدوں کی زبانی یہ خبر سُن رہا تھا کہ مہاراجہ بھیم دیو کوٹ کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اور سُلطان کے ہراول دستوں نے کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر انہل واڑہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا ہے۔

ٹھاکر نے فوج کو واپسی کا حکم دیا۔ تیسرے پہر یہ فوج مندھیر سے کوئی چھ سات کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں میں اپنے تھکے ہوئے گھوڑوں کو پانی پلا رہی تھی کہ ایک سپاہی شمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلند آواز میں چلایا "مہاراج! مہاراج! ایک اور فوج آ رہی ہے۔"

ٹھاکر اور اس کے ساتھیوں نے مڑ کر دیکھا تو افق پر سواروں کی ایک دُھندلی سی جھلک دکھائی دی۔ ٹھاکر نے کہا "یہ دشمن کی فوج نہیں ہو سکتی وہ اتنی جلدی یہاں نہیں پہنچ سکتا۔"

ایک عمر رسیدہ سردار نے کہا "مہاراج! ہو سکتا ہے کہ دشمن نے اپنے ہراول دستے پہلے روانہ کر دیے ہوں' ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

ٹھاکر نے گرجتی ہوئی آواز میں جواب دیا "اگر وہ دشمن کے سپاہی ہیں تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ میں بھاگنے والوں کا ساتھ نہیں دوں گا۔ بہادر ہمیشہ اپنے سینے پر تیر کھاتے ہیں۔"

مندھیر کے سردار تذبذب' پریشانی اور خوف کی حالت میں ٹھاکر رگھوناتھ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور ایک ہاتھی پر سوار ہو کر

سپاہیو! یاد رکھو! آج سومنات کا دیوتا تمھیں دیکھ رہا ہے۔ ہم کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کریں گے۔"

تھوڑی دیر میں مندھیر کی فوج گاؤں سے باہر ایک کھلے میدان میں "سومنات کی جے" کے نعرے لگا رہی تھی۔ سامنے سے آنے والی فوج کے دستے کوئی نصف کوس کے فاصلے پر رک گئے۔ اُن کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ مندھیر کے سپاہیوں کی سراسیمگی ایک غایت درجہ کی خود اعتمادی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ رگھوناتھ کے حکم سے فوج کا ایک افسر گھوڑا بھگاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے تھوڑی دیر بعد واپس آکر اطلاع دی کہ وہ سُلطان کی فوج کے سپاہی ہیں۔

رگھوناتھ نے انتظار کیے بغیر فوج کو آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مندھیر کی فوج کے قلب میں ہاتھیوں کا دستہ اور دائیں بائیں اور پیچھے سواروں کی صفیں گرد کے بادل اڑاتی ہوئی آگے بڑھیں' لیکن سُلطان کی فوج کے یہ دستے جو انہل واڑہ سے یلغار کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے رہے۔

تھوڑی دیر بعد مندھیر کے لشکر کی اگلی صفوں کے سوار دشمن کو دونوں پہلوؤں سے گھیر کر ہاتھیوں کی زد میں لانے کی غرض سے ایک نصف دائرے کی صورت میں پھیل گئے اور ہاتھیوں کی قطار اُن کی جگہ پُر کرنے کے لیے آگے آ گئی۔ اچانک مسلمانوں کے دستوں میں حرکت کے آثار پیدا ہوئے اور فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ترکمان شہسواروں کے ایک دستے نے مندھیر کی فوج کے بائیں بازو پر حملہ کیا اور اس کے پیچھے فوج کے باقی تمام دستے دشمن کی صف کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے۔ آن کی آن میں رگھوناتھ کے ہاتھیوں کے سامنے گرد کے بادلوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ قبل اس کے کہ مندھیر کی فوج اپنی بدحواسی پر قابو پاتی۔ مسلمانوں کے دستے پلٹ کر دوبارہ حملہ کر چکے تھے اور بائیں بازو کے سوا باقی افراتفری کے عالم میں

ہاتھیوں کی صف کی طرف سمٹ رہے تھے۔

عرب اور افغان سواروں کے چند دستوں نے عقب سے چکر کاٹ کر حملہ کیا اور ہاتھیوں کی صف اور بائیں بازو کے سواروں کے درمیان شگاف ڈال دیا۔

تھوڑی دیر بعد مندھیر کی فوج میں افراتفری پھیل چکی تھی۔ سوار کسی نظم کے ماتحت لڑنے کی بجائے کئی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے دستے ایک طرف سے حملہ کرتے اور انھیں تتر بتر کرتے ہوئے دوسری طرف نکل جاتے۔ مندھیر کے کئی سوار افراتفری میں اپنے ہاتھیوں کی زد میں آکر ہلاک ہو چکے تھے۔ رگھوناتھ اپنے بڑھاپے کے باوجود جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس نے چند بار ہاتھیوں کا رُخ پھیر کر دشمن پر حملہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کے تیز رفتار گھوڑے ہر بار اس کی زد سے بچ کر ادھر اُدھر نکل جاتے۔ ایک ساعت کے بعد جب مندھیر کے بعض سردار اپنے اپنے دستوں کے ساتھ میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو وہ اپنے ہاتھی کے ہودج میں کھڑا دونوں ہاتھ بلند کر کے انھیں دھرم کی غیرت کا واسطہ دے رہا تھا —— اچانک دشمن کے کسی سپاہی کا تیر اُس کے سینے میں لگا اور وہ تڑپ کر ہودج میں گر پڑا۔ یہ دیکھ کر ہاتھیوں کے دستے کے ایک افسر نے اپنے سپاہیوں کو پسپائی کا حکم دیا۔

مندھیر کی بیشتر فوج پہلے ہی میدان سے رفوچکر ہو چکی تھی۔ ہاتھیوں کے میدان سے نکلنے کی دیر تھی کہ رہی سہی فوج بھی بھاگ نکلی۔ مسلمانوں نے کوئی تین کوس تک بھاگتے ہوئے لشکر کا پیچھا کیا اور سینکڑوں سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیے۔ بالآخر ان کے سالار نے انھیں رُکنے کا حکم دیتے ہوئے کہا۔ "اب ہم آگے نہیں جا سکتے۔ ہمارے گھوڑے جواب دے چکے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد ہم آس پاس کی کسی بستی میں قیام کریں گے۔" پھر اُس نے ایک نوجوان افسر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم ناز

بڑھتے ہی انہل واڑہ روانہ ہو جاؤ اور سلطانِ معظم کو اطلاع دو کہ انہل واڑہ سے مندھیر تک راستہ صاف ہو چکا ہے اور ہم کل صبح مندھیر کی چار دیواری سے باہر کمک کا انتظار کریں گے۔"

(۶)

مندھیر کی بیشتر آبادی جہاں مندر کے علاوہ بڑے بڑے سرداروں کے محلات تھے، قدیم شہر کی ٹوٹی پھوٹی چار دیواری سے باہر تھی۔ علی الصّباح سلطان کی فوج کے طوفانی دستوں نے شہر سے باہر کمک کا انتظار کرنے کی بجائے شہر کے گرد چکر لگایا اور پھر مشرق کی طرف سے اندر داخل ہو گئے۔ مندھیر کے سپاہی اور عوام شہر کو خالی چھوڑ کر مندر کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ جب حملہ آوروں نے مندر کا رُخ کیا تو انھیں قدم قدم پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے پے در پے حملے کیے لیکن مندر کے دروازے تک پہنچنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ مندر کے اندر ہزاروں انسان آخری دم تک لڑنے کا حلف اٹھا چکے تھے۔ جب حملہ آوروں کے دباؤ سے دروازے کے محافظوں کا ایک گروہ پیچھے ہٹتا تو دوسرا گروہ اس کی جگہ لے لیتا۔

اہلِ مندھیر جس جوش و خروش سے مندر کے دروازے پر لڑ رہے تھے اگر اسی جوش و خروش سے آگے بڑھ کر جوابی حملہ کرتے تو ان کے لیے مٹھی بھر حملہ آوروں کو شہر سے باہر دھکیل دینا مشکل نہ تھا، لیکن شہر کے برہمن انھیں یہ بتا چکے تھے کہ اگر انھوں نے مندر چھوڑ کر کوئی نیا محاذ بنایا تو ان پر دیوتاؤں کا عتاب نازل ہوگا۔

دوپہر سے قبل مندر کے دروازے پر لاشوں کا انبار لگ گیا اور اہلِ مندھیر نے مندر کا دروازہ بند کر لیا۔ لیکن حملہ آوروں کا ایک دستہ ایک جگہ سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گیا۔ مندر کے محافظوں نے اس دستے کو گھیرے میں لینے کی کوشش کی،

لیکن تھوڑی دیر میں چند اور دستے دیوار پھاند کر اندر آگئے اور انھوں نے مندر کے محافظوں کو ایک طرف دھکیل کر باقی فوج کے لیے دروازہ کھول دیا۔ اہلِ مندھیر نے چاروں اطراف سے سمٹ کر ایک جان توڑ حملہ کیا۔ لیکن عین اس وقت جب مندر میں داخل ہونے والے مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ چکے تھے سلطان کی فوج کے دس ہزار مزید سپاہی آپہنچے اور اہلِ مندھیر کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ سراسیمگی کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ کوئی دیوار پھاند کر باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور کوئی تالاب میں کود رہا تھا۔ مندر کے پجاری جو اب اپنی شکست یقینی سمجھتے تھے جنوب کا دروازہ کھلوا کر پرانے شہر کی طرف نکل گئے۔

تیسرے پہر سلطان محمود اپنی بیشتر افواج کو راستے میں ایک منزل کے فاصلے پر یلغار کرتا ہوا مندھیر پہنچا تو مندر کے علاوہ شہر پر بھی مسلمانوں کے پرچم لہرا رہے تھے' اور تالاب کے کنارے مندر میں نصب کیے ہوئے ایک ہزار بتوں کے ٹکڑے انسان کے تراشے ہوئے خداؤں کی بے ثباتی کا اعتراف کر رہے تھے۔

مندھیر کے مندر کی دولت اس خزانے سے کہیں زیادہ تھی جو انہل واڑہ میں سلطان محمود کے ہاتھ آیا تھا۔

ستی

ٹھاکر کے زخمی ہونے کا علم فوج کے چند افسروں اور ان سپاہیوں کے سوا اور کسی کو نہ تھا جو آخری وقت تک اُس کے ساتھ تھے رات کے وقت اسے محل میں پہنچانے کے بعد فوج کے افسرِ اعلیٰ نے شہر کے چند معززین اور مندر کے پروہت کو صورتِ حالات سے باخبر کیا تو وہ ٹھاکر کو دیکھنے کے لیے آئے۔ ٹھاکر کی حالت نازک تھی پروہت نے شہر کے اکابر سے کہا: "ٹھاکر کے زخمی ہونے کی خبر سن کر شہر کے عوام میں بزدلی پھیل جائے گی' اس لیے ہمیں یہ مشہور کر دینا چاہیے کہ ٹھاکر فوج کی شکست کے بعد مندھیر کی حفاظت کے لیے راجہ بھیم دیو سے مدد لینے کنتھ کوٹ گئے ہیں اور بہت جلد واپس آجائیں گے۔"

اتفاق سے انہل واڑہ کا شاہی طبیب مندھیر میں موجود تھا۔ ٹھاکر کے نوکر اُسے ٹھاکر کی مرہم پٹی کے لیے لے آئے۔ اگلے دن جب سلطان کے ہراول دستے مندھیر پہنچ گئے تو ٹھاکر کی فوج کے افسر نے محل کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے ٹھاکر کو ایک نوکر کے گھر پہنچا دیا اور ایک سوار کو جے کرشن کی طرف یہ پیغام دے کر روانہ کر دیا کہ ٹھاکر زخمی ہو گئے ہیں' اس لیے آپ راستے میں رک جائیں اور دوسری اطلاع کا انتظار کریں۔

مندھیر فتح کرنے کے بعد سلطان نے رگھوناتھ کے محل میں قیام کیا لیکن اُسے
یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس محل کا مالک پاس ہی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پڑا
کراہ رہا ہے۔ تیسرے روز سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اس کے بعد ٹھاکر
کو دوبارہ محل میں لایا گیا۔ منوراج کے علاج کے باوجود اس کی حالت میں کوئی افاقہ
نہیں ہُوا تھا۔ محل میں پہنچتے ہی اُس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے تیمارداروں
کو دیکھا اور نحیف آواز میں پوچھا۔ "نرملا نہیں آئی؟"

منوراج نے جواب دیا۔ "وہ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع ملنے پر راستے
میں رُک گئے تھے۔ آج صبح دشمن کے یہاں سے کوچ کرتے ہی اُن کی طرف
ایک سوار بھیج دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کل صبح تک یہاں پہنچ جائیں گے۔"

لیکن ٹھاکر رگھوناتھ زیادہ دیر ان کی راہ نہ دیکھ سکا۔ اگلے دن طلوعِ آفتاب
سے تھوڑی دیر بعد جب نرملا اپنے باپ کے ہمراہ واپس پہنچی تو اس کا شوہر صرف چند
ثانیے قبل آخری بار اُس کا نام لینے کے بعد دم توڑ چکا تھا۔

(۲)

نرملا ٹھاکر کی لاش کے پاس بیٹھی تھی اور شہر کی عمر رسیدہ عورتیں اُسے ایک
ہندو بیوی کا آخری فرض پورا کرنے کی تیاری کا مشورہ دے رہی تھیں۔ مندھیر کے عوام
جو مسلمانوں کے کوچ کے بعد کسی حد تک اپنے ہوش و حواس پر قابو پا چکے تھے ٹھاکر
کے محل سے باہر جمع ہو رہے تھے۔ ٹھاکر کی موت اُن کے نزدیک قوم کے ایک بہت
بڑے سُورما کی موت تھی۔ جے کرشن نرملا کو شہر کی خواتین کے ہجوم میں چھوڑ کر مہمان خانے
میں داخل ہُوا تو وہاں ٹھاکر کے رشتہ دار، شہر کے اُمراء اور برہمن موجود تھے۔ یہ لوگ ٹھاکر
کی موت پر افسوس کر رہے تھے۔ اتنے میں شہر کا پروہت جو مندھیر کی فتح کے بعد کہیں غائب

ہوگیا تھا، مندر کے چند پجاریوں کے ہمراہ وہاں آ پہنچا۔ اس نے جے کرشن اور ٹھاکر
کے رشتہ داروں سے رسمی ہمدردی کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔ "مجھے اس بات کا افسوس
ہے کہ ٹھاکر رگھوناتھ جی اپنی موت سے پہلے ہمارے دھرم کے دشمنوں کا انجام نہیں دیکھ
سکے۔ دیوتاؤں نے مسلمانوں کو تباہی کے راستے کی طرف بُلایا ہے لیکن اس کا یہ مطلب
نہیں کہ ہم اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ جو لوگ لڑنے کے قابل ہیں ان کا یہ فرض ہے
کہ فوراً سومنات روانہ ہو جائیں۔ اب دشمن دوبارہ یہاں نہیں آئے گا۔ اس سے انتقام
لینے کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم اس کا پیچھا کریں۔ راجہ بھیم دیو نے ہمارے دیوتاؤں
کو ناراض کیا ہے۔ اب اس کے لیے ہمارے سماج میں کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ اگر وہ
بزدلی کا ثبوت نہ دیتا تو ہم اس تباہی کا سامنا نہ کرتے۔"

ایک برہمن نے آگے بڑھ کر پروہت کے کان میں کچھ کہا اور اس نے
جے کرشن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "سردار جے کرشن ہماری رائے یہ ہے کہ ٹھاکر جی کی
آخری رسم پوری کرنے میں دیر نہ کی جائے۔ میں یہاں سے فارغ ہو کر فوراً سومنات
پہنچنا چاہتا ہوں۔ آپ اندر جا کر نرملا دیوی کو تیار کریں۔"

جے کرشن کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ نرملا کو کس مقصد کے لیے تیار ہونے کی
ضرورت ہے۔ اس نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر کچھ دیر
سوچنے کے بعد جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ ہمیں ٹھاکر جی کے تمام رشتہ داروں کے
یہاں پہنچ جانے کا انتظار کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ کل تک مہاراجہ بھیم دیو بھی
یہاں پہنچ جائے گا۔"

پروہت نے جواب دیا۔ "بھیم دیو انہل واڑہ سے بھاگنے کے بعد ہمارا راجہ نہیں رہا۔
اب وہ ٹھاکر رگھوناتھ کے رشتہ دار کی حیثیت سے بھی ہماری کسی رسم میں شریک نہیں ہو سکتا۔"

جے کرشن نے کہا۔ "ہمیں کم از کم ان کے باقی رشتہ داروں کا انتظار کرنا چاہیے۔"

"جو لوگ بھیم دیو کے ساتھ کنٹھ کوٹ بھاگ گئے ہیں وہ اب ٹھاکر کی ارتھی کو ہاتھ لگانے کا حق نہیں رکھتے۔ ٹھاکر جی کے رشتہ دار وہ ہیں جو آخری دم تک اُن کے ساتھ تھے، آپ باہر نکل کر دیکھیں شہر کے تمام بچے اور بوڑھے محل کے دروازے پر جمع ہو رہے ہیں۔ ان میں سینکڑوں ایسے ہیں جن کی خواہش ہے کہ وہ دشمن کا پیچھا کرنے سے پہلے ٹھاکر جی کی آخری رسم پُوری کرتے جائیں۔"

جے کرشن نے کرب انگیز آواز میں کہا۔ "لیکن ٹھاکر جی کی یہ خواہش نہ تھی کہ نرملا کو ان کے ساتھ ستی کیا جائے، وہ اس رسم کو قابلِ نفرت سمجھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ جب انھوں نے اپنے لیے خطرہ محسوس کیا تو نرملا کو باہر بھیج دیا تھا۔"

حاضرین کی نگاہیں جے کرشن کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ ٹھاکر کے ایک رشتہ دار نے کہا۔ "یہ غلط ہے۔ ٹھاکر جی موت سے پہلے اپنی بیوی کو گھر میں دیکھنا چاہتے تھے۔"

پروہت نے کہا۔ "میں حیران ہوں کہ قنوج کے ایک راجپوت سردار کو اپنی بیٹی کا ستی ہونا پسند نہیں اور وہ بھی ٹھاکر رگھوناتھ جیسے شوہر کے ساتھ۔"

ٹھاکر کے ماموں زاد بھائی ارجن دیو نے قدرے جوش میں آکر کہا۔ "مہاراج! قنوج کے راجپوتوں کا خوُن سفید ہو چکا ہے۔ لیکن ہمیں اس بات کے لیے سردار جے کرشن کا مشورہ لینے کی ضرورت نہیں۔"

شہر کے چند اور اکابر نے اس بحث میں حصہ لیا اور جے کرشن کو محسوس ہونے لگا کہ اس کا احتجاج یا التجائیں بے سُود ہیں۔ اب نرملا کو بچانے کی صرف یہی صُورت تھی کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے کر کہیں بھاگ جائے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے اچانک اپنا لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔ "آپ کیوں بگڑتے ہیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ میں اس رسم کے خلاف ہوں۔ میں نے صرف ٹھاکر جی کی رائے ظاہر کی تھی۔ ٹھاکر رگھوناتھ کی

بیوی کے لیے ستی ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور میری بیٹی کی رگوں میں بھی تو ایک راجپوت کا خون ہے اگر میں اُسے منع کروں تو بھی وہ ٹھاکر جی کی چِتا میں کُود جائے گی۔"

حاضرین نے اطمینان کا سانس لیا اور پروہت نے کہا۔ "مجھے آپ سے یہی توقع تھی۔ میرے خیال میں اب دیر نہیں کرنی چاہیے اور ہمیں سوُرج غروب ہونے سے پہلے فارغ ہو جانا چاہیے۔"

"ہماری طرف سے دیر نہیں ہو گی مہاراج!" ٹھاکر کے ایک رشتہ دار نے کہا۔

پروہت نے جے کرشن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "ٹھاکر جی نے جو خزانہ آپ کے سپُرد کیا تھا، وہ کہاں ہے؟"

جے کرشن نے جواب دیا۔ "مہاراج! میں نے وہ خزانہ یہاں واپس لانے کی بجائے سپاہیوں کے ایک دستے کی حفاظت میں کنٹھ کوٹ بھیج دیا تھا، لیکن نرملا کے تمام زیورات اس کے پاس ہیں میرے پاس بھی کچھ سونا چاندی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس موقع پر دان کر دیا جائے۔ نرملا کی خواہش ہے کہ ٹھاکر جی کی تمام جائداد مندر کو دے دی جائے۔"

برہمنوں کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے، لیکن ٹھاکر کے رشتہ دار خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ پروہت نے کہا۔ "بہت اچھا۔ سردار جے کرشن جی اب آپ تیاری کریں۔"

جے کرشن اٹھ کر چل دیا۔

(۳)

تھوڑی دیر بعد نرملا کی ایک خادمہ نے اس کے کان میں کہا۔ "آپ کے پتا جی دوسرے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

نرملا اُٹھ کر خادمہ کے ساتھ چل دی۔ جے کرشن محل کے دوسرے سرے پر ایک کمرے کے دروازے میں کھڑا تھا۔ نرملا اُس کے قریب پہنچ کر ایک ثانیہ کے لیے رُکی اور پھر بے اختیار سسکیاں لیتی ہوئی اپنے باپ سے لپٹ گئی۔

جے کرشن نے خادمہ سے کہا ”اب تم جلدی سے اپنے پُرانے کپڑوں کا ایک جوڑا لے آؤ۔ لیکن کسی کو معلوم نہ ہو۔“

خادمہ چلی گئی اور جے کرشن نرملا کا بازو پکڑ کر اُسے کمرے میں لے آیا۔

”نرملا! کاش تم میرے مشورے پر عمل کرتیں اور ہم یہاں نہ آتے۔“

”لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مر جائے گا اور میں اس کے ساتھ ستی ہو جاؤں گی ــــ پتا جی! مجھے موت کا خوف نہیں، لیکن ٹھاکر کی چتا میں کُود کر جان دینا میری برداشت سے باہر ہے۔“

جے کرشن نے کہا ”نرملا! اب تمھاری جان بچانے کی ایک ہی صُورت ہے۔ میری بات غور سے سنو۔ تمھاری خادمہ نے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے، ابھی وہ تمھارے لیے اپنے کپڑوں کا ایک جوڑا لے کر آجائے گی۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد تم محل کے پچھلے دروازے سے اپنے گھر پہنچ جاؤ۔ میں نے گوبند رام کو گھوڑے تیار کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔ وہ تمھارا انتظار کر رہا ہوگا تم فوراً دروازہ کی طرف بھاگ جاؤ۔ مسلمانوں کی فوج اس طرف گئی ہے اس لیے اگر یہاں سے کسی نے تمھارا پیچھا کیا تو وہ اس طرف جانے کی جرأت نہیں کریگا۔ مجھے یقین ہے کہ تمھارے حالات سُننے کے بعد مسلمان فوراً تمھیں اپنی پناہ میں لے لیں گے۔ میں تمھیں بھاگنے کا موقع دینے کے لیے کچھ دیر یہیں رہوں گا۔ پھر شاید پہلی منزل ہی میں تمھارے ساتھ آملوں۔“

نرملا نے کہا ”نہیں نہیں پتا جی یہ نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو یہاں چھوڑ کر......“

جے کرشن نے اُس کی بات کاٹتے ہُوئے کہا ”مجھے یہاں کوئی خطرہ نہیں جب

تک محل میں رہوں گا تمھارے بارے میں کسی کو تشویش نہیں ہوگی۔ میں دیکھ آیا ہوں محل کا پچھلا دروازہ کھُلا ہے اور آج وہاں کوئی پہرہ بھی نہیں ہے۔ اس گھما گھمی میں تمھاری طرف کوئی توجّہ نہیں دے گا۔ سینکڑوں عورتیں محل میں گھوم رہی ہیں۔ تمھیں صرف یہ احتیاط کرنی ہے کہ کوئی غور سے تمھارا چہرہ نہ دیکھے۔“

”لیکن پتا جی......“

جے کرشن نے عاجز سا ہو کر کہا ”بھگوان کے لیے اب بحث نہ کرو۔ تم جانتی ہو کہ تمھارے بغیر میری زندگی کی کوئی قیمت نہیں۔ میں تم سے پہلے چتا میں کُود جاؤں گا۔ لیکن میرا کہا ماننے سے تم میری اور اپنی جان بچا سکو گی۔ بھاگنے کی کوشش خطرناک ضرور ہے لیکن چتا میں جلنے سے زیادہ خطرناک نہیں۔ اس میں تو بچ نکلنے کی اُمید ہے لیکن چتا کے شعلوں سے کون بچا ہے۔ نرملا! میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم زندہ رہو گی ــــ بھگوان، جس نے رام ناتھ جیسے لوگوں کی پُکار سن کر مسلمانوں کو سومنات کا راستہ دکھایا ہے تمھاری مدد ضرور کریگا۔ ہمّت سے کام لو بیٹی۔“

خادمہ اپنی بغل میں کپڑوں کی ایک گٹھڑی دبائے کمرے میں داخل ہوئی۔ نرملا نے کپڑے اس کے ہاتھ سے لیے اور کہنے لگی ”پتا جی! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔“

جے کرشن نے تلملا کر جواب دیا ”مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ بھگوان کے لیے جلدی کرو۔“

نرملا عقب کے کمرے میں چلی گئی اور جے کرشن نے خادمہ سے مخاطب ہو کر کہا ”تم نے مجھ سے آج جو نیکی کی ہے اس کا صلہ شاید میں عمر بھر نہ دے سکوں۔ اب تمھیں نرملا کو محل کے پچھلے دروازے سے باہر نکالنا ہے۔“

خادمہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے جواب دیا ”نرملا کے لیے میں اپنی

جان تک قربان کر سکتی ہوں۔"

جے کرشن نے کہا: "نرملا کو دروازے سے باہر نکال کر مجھے اطلاع ضرور دینا۔ اس کے بعد تم اس کمرے میں جاؤ جہاں ٹھاکر کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ وہاں جو عورتیں جمع ہیں ان کو نرملا کے بارے میں تشویش ہو گی۔ تم انھیں باتوں میں لگائے رکھو۔"

نرملا لباس تبدیل کرنے کے بعد عقب کے کمرے سے نمودار ہوئی اور جے کرشن نے اسے کوئی اور بات کرنے کا موقع دینے کی بجائے برآمدے کی طرف دھکیل دیا۔ خادمہ اس کے ہمراہ چل پڑی اور جے کرشن نے دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا لی۔

(۴)

نرملا کو روانہ کرنے کے بعد جے کرشن انتہائی اضطراب کی حالت میں دروازے سے کان لگائے کھڑا تھا۔ جب بھی برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر برآمدے میں جھانکتا، لیکن نرملا کی خادمہ کی بجائے کسی اور کو دیکھ کر دوبارہ دروازہ بند کر لیتا۔ ہر لحظہ اس کے اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ خادمہ ابھی تک کیوں نہیں آئی؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دروازے پر نرملا کو کسی نے پہچان لیا ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ خادمہ مجھے اطلاع دینا ضروری نہ سمجھ کر سیدھی ٹھاکر کے کمرے میں چلی گئی ہو؟ اس کے پاس ان سوالات کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تھا۔ کمرے کے اندر ایک ایک لمحہ اسے مہینوں سے زیادہ طویل معلوم ہوتا تھا اور اس کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ وہ دروازے سے ہٹ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اتنے میں برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور پھر وہ ایک بار دروازے سے کان لگا کر کھڑا ہو گیا۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا: "دروازہ کھولیے۔"

جے کرشن کا دل بیٹھ گیا اور اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: "کون ہے؟"

باہر سے کسی نے تحکمانہ لہجے میں کہا: "دروازہ کھولیے!" یہ ٹھاکر رگھوناتھ کے ماموں زاد بھائی سردار ارجن دیو کی آواز تھی۔

جے کرشن نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا: "آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

"آپ ذرا باہر آئیے، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ نرملا دیوی کو آپ نے کہاں بھیجا تھا؟"

جے کرشن چند ثانیے مبہوت کھڑا رہا پھر اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے دروازہ کھول دیا۔ برآمدے میں سردار ارجن دیو کے علاوہ محل کے پانچ نوکر اور شہر کے دو برہمن کھڑے تھے۔ ان کے چہرے گواہی دے رہے تھے کہ نرملا محل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ جے کرشن نے ارجن دیو کا ہاتھ پکڑ لیا اور سراپا التجا بن کر کہا: "سردار ارجن دیو مجھ پر رحم کرو۔ نرملا میری اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ میری زندگی کا آخری سہارا ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

ارجن دیو نے کہا: "تو وہ آپ کی مرضی سے بھاگنا چاہتی تھی۔"

"ہاں! وہ کہاں ہے؟"

ارجن دیو نے جواب دیا: "اس کا جواب تمھیں شہر کی پنچایت کے سامنے دیا جائے گا۔ چلو نیچے۔"

جے کرشن نے کہا: "بھگوان کے لیے مجھے بتاؤ، وہ کہاں ہے؟"

"وہ نیچے ہے اور جب تک ستی کی رسم پوری نہیں ہو جاتی، پروہت جی مہاراج اس کی حفاظت کریں گے۔"

جے کرشن نے بے اختیار اس کے پاؤں پر گرتے ہوئے کہا: "ارجن دیو! اس

کی جان بچاؤ اور اس کے عوض مجھے ٹھاکر کی چتا میں ڈال دو۔"

ارجن دیو نے کہا "مجھے ایک راجپوت کے منہ سے ایسی باتیں سن کر شرم محسوس ہوتی ہے۔ جے کرشن ہوش میں آؤ دنیا کیا کہے گی؟"

جے کرشن نے کہا "میں اپنی بیٹی کی جان بچانا چاہتا ہوں، مجھے دنیا کی پروا نہیں۔ ارجن دیو میری مدد کرو، میں اسے لے کر قنوج چلا جاؤں گا تم میری جائداد لے سکتے ہو لیکن نرملا کو چھوڑ دو۔"

ارجن دیو نے جواب دیا "راجپوت اپنی غیرت کا سودا نہیں کرتے تمہیں یہ باتیں اس دن سوچنی چاہییے تھیں، جب تم نے ٹھاکر سے اپنی بیٹی کی شادی کی تھی۔"

جے کرشن اٹھا اور دونوں ہاتھوں سے ارجن دیو کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے چلایا۔ "تم نرملا کو اس کی مرضی کے خلاف ٹھاکر کی چتا میں نہیں ڈال سکتے، یہ پاپ ہے۔ میں ایسا پاپ نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو" ارجن دیو نے اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

جے کرشن بھاگتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں ٹھاکر کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ "نرملا! نرملا!" اُس نے بلند آواز میں کہا۔ عورتیں گھبرا کر ادھر ادھر سمٹ گئیں، نرملا کو وہاں نہ پاکر جے کرشن سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ نیچے ایک وسیع دالان سے باہر شہر کے لوگ جمع تھے، جے کرشن انھیں اِدھر اُدھر ہٹا کر اندر داخل ہوا۔ مندھیر کا پروہت چند برہمنوں اور شہر کے معززین کے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا تھا اور نرملا انتہائی بے کسی کی حالت میں اُس کے سامنے کھڑی تھی۔

"نرملا! نرملا!" جے کرشن چلایا اور وہ "پتا جی! پتا جی!" کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

"نرملا! میری بیٹی! میری زندگی! میں تمھیں ستی نہیں ہونے دوں گا۔ یہ لوگ میری

غلطی کی سزا تمھیں نہیں دے سکتے۔ تم ان سے کہہ دو کہ تم نے اپنی مرضی کے خلاف ٹھاکر سے شادی کی تھی۔"

اور نرملا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ جے کرشن پروہت کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم لوگ میری بیٹی کو اس لیے ستی کرنا چاہتے ہو کہ اس کا زیور تمھارے ہاتھ آئے گا لیکن تم اسے چتا میں ڈالے بغیر بھی سب کچھ لے سکتے ہو۔ میں اپنی جائداد بھی تمھیں دینے کے لیے تیار ہوں۔ نرملا نے تمھارا کچھ نہیں بگاڑا۔ بھگوان کے لیے اسے چھوڑ دو۔"

سردار ارجن دیو نے کہا "یہ پاگل ہو گیا ہے، اسے لے جاؤ۔"

چند نوکروں نے آگے بڑھ کر جے کرشن کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ ٹھاکر کے ایک اور رشتہ دار نے نرملا کو کھینچ کر اس سے علیحدہ کیا اور نوکر جے کرشن کو باہر لے گئے۔ وہ چلا رہا تھا "مجھے چھوڑ دو، تم ظالم ہو بھیڑیے ہو۔ لیکن یاد رکھو مسلمان پھر یہاں آئیں گے اور تم سے نرملا کی موت کا بدلہ لیں گے۔"

(۵)

پروہت اور شہر کے چند معززین کی رائے یہ تھی کہ جے کرشن کو قید خانے میں بھیج دیا جائے۔ لیکن ارجن دیو نے اس رائے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا "اس میں شک نہیں کہ جے کرشن کا دماغ خراب ہو گیا ہے، لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ ٹھاکر جی کا خسر ہے۔ جب تک ستی کی رسم پوری نہیں ہوتی ہم اسے محل کے کسی کمرے میں بند رکھیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دو دن میں اس کا دماغ ٹھیک ہو جائیگا۔ اب ہمیں ٹھاکر کی ارتھی اٹھانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

شہر کے اکابر نے ارجن دیو کی تجویز سے اتفاق کیا اور جے کرشن کو محل کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ محل کے ایک اور کمرے میں نرملا کو قیمتی لباس

اور زیورات سے آراستہ کیا جا رہا تھا۔ ایک عمر رسیدہ عورت اسے سمجھا رہی تھی "بیٹی ہمت سے کام لو۔ تمھیں اس بات پر فخر کرنا چاہیے کہ تم ٹھاکر رگھوناتھ جیسے دیش بھگت کے ساتھ ستی ہو رہی ہو۔ مندھیر کی عورتیں تمھاری قسمت پر رشک کیا کریں گی۔ اپنے شوہر کی لاج رکھو ـــــ" اور نرملا سکتے کے عالم میں بیٹھی یہ سب باتیں سُن رہی تھی۔ اس کی نگاہوں کے سامنے ایک بھیانک خلا کے سوا کچھ نہ تھا۔

محل کی تیسری منزل پر جے کرشن اپنے کمرے کا دروازہ توڑنے کی ناکام کوشش کے بعد دیواروں سے ٹکریں مار رہا تھا۔ کمرے کی ایک کھڑکی صحن کی طرف کھلتی تھی لیکن کھڑکی کے راستے زندہ باہر نکلنے کی کوئی صُورت نہ تھی۔ جے کرشن کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بلند آواز میں چلّایا۔ "بھگوان کے لیے مجھے باہر نکلنے دو۔ میں آخری وقت اپنی بیٹی کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔"

لیکن اس کی چیخ ہجوم کے شور میں گم ہو کر رہ گئی۔ دوپہر کے وقت ناقوس کی صداؤں کے ساتھ محل سے ٹھاکر رگھوناتھ کی ارتھی اٹھائی گئی۔ آگے آگے برہمنوں کی ایک ٹولی بھجن گا رہی تھی۔ پیچھے نرملا ایک دلہن کی طرح نیے لباس اور قیمتی زیورات سے آراستہ ایک کھلی پالکی میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"نرملا! نرملا!" جے کرشن پُوری قوت سے چلّایا۔ لیکن نرملا کے کانوں تک اس کی آواز نہ پہنچ سکی۔ پھر چند مردوں اور عورتوں کی چیخوں کے درمیان صحن میں کسی بھاری شئے کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ اور آن کی آن میں صحن کے اندر اور باہر ایک کہرام مچ گیا۔ نرملا کا باپ کھڑکی سے کوُد کر جان دے چکا تھا۔

جلوس رُک گیا۔ نرملا پالکی سے اُتر کر بھاگتی ہوئی آئی اور جے کرشن کی لاش سے لپٹ کر ہچکیاں لینے لگی۔ پھر وہ شہر کے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر چلّائی۔ "بھگوان کے لیے میرے پتا کی ارتھی بھی ہمارے ساتھ ہی لے چلو۔"

تیسرے پہر ٹھاکر رگھوناتھ کے ساتھ جے کرشن کی ارتھی بھی شمشان بھومی کا رُخ کر رہی تھی۔

(۶)

نرملا کی درخواست پر جے کرشن کی چتا کو پہلے آگ لگا دی گئی۔ جب شعلے بلند ہوئے تو نرملا نے بھاگ کر چتا میں کودنے کی کوشش کی۔ ارجن دیو کے لیے اس کی یہ حرکت غیر متوقع نہ تھی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ نرملا چلّائی۔ "مجھے چھوڑ دو، میں ٹھاکر کی بجائے اپنے پتا کی چتا میں ستی ہونا چاہتی ہوں"۔ لیکن لوگوں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسے ٹھاکر کی لاش کے قریب چتا میں بٹھا دیا۔

ٹھاکر کے نوکروں اور رشتہ داروں نے خشک لکڑیوں کے انبار پر گھی کے مٹکے انڈیل دیے۔ اس کے بعد وہ عود، عنبر اور دوسری خوشبودار چیزیں لا کر چتا پر ڈھیر کرنے لگے۔ چند برہمن مشعلیں لیے کھڑے تھے اور مندھیر کا پروہت سنسکرت میں کچھ شلوک پڑھ رہا تھا۔

نرملا کی نگاہیں اپنے باپ کی چتا پر مرکوز تھیں اور وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی "پتا جی! آپ کا مر جانا ہی بہتر تھا۔ تھوڑی دیر بعد آگ کے شعلے مجھے بھی اپنی آغوش میں لے لیں گے۔ اگر آپ زندہ ہوتے تو میری چیخیں برداشت نہ کر سکتے۔ آپ کہتے تھے کہ میں زندہ رہوں گی اور اُس وقت میں موت سے کس قدر ڈرتی تھی لیکن اب مجھے موت کا خوف نہیں رہا۔ اب میری زندگی کی کسی کو ضرورت نہیں۔ اب میری چیخیں سن کر کسی کو دُکھ نہیں ہوگا۔" پھر اسے رنبیر کا خیال آیا اور موت کا چہرہ بھیانک دکھائی دینے لگا۔ وہ رنبیر کی ایک خیالی تصویر سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھی۔ "کاش تم اس وقت یہاں ہوتے اور جب آگ کے شعلے میرے قریب پہنچ جاتے تو میں بلند آواز سے تمھارا نام پکارتی۔ میں کہتی، رنبیر! قنوج چھوڑنے کے بعد میری زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جب میں

تمھاری یاد سے غافل رہی۔ میں ہر وقت یہی سوچا کرتی تھی کہ تم کسی دن آؤ گے۔ تم آئے لیکن تمھاری نگاہیں میرے دل کی گہرائیوں تک نہ پہنچ سکیں۔ میں ہمیشہ تمھاری تھی، لیکن تم نے ہمیشہ مجھے غیر سمجھا۔ رنبیر! رنبیر تم کہاں ہو؟"

پروہت کے ساتھ برہمنوں کی ٹولی بھجن گانے لگی۔ اُن کی آوازیں بلند ہوتی گئیں۔ پروہت کے اشارے سے ایک نوجوان مشعل اُٹھائے چِتا کی طرف بڑھا۔ نرملا نے کرب کی حالت میں آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن ہجوم میں سے کوئی بلند آواز آواز میں چلّایا "فوج آگئی! فوج آگئی!!" آن کی آن میں تمام لوگ سراسیمگی کی حالت میں مشرق کی طرف سے سرپٹ سواروں کا ایک لشکر آتا دیکھ رہے تھے۔ کسی نے بدحواسی کی حالت میں مشعل پھینک دی اور چِتا کے کنارے آگ سُلگ اٹھی۔ سواروں کا رُخ شہر کی طرف تھا لیکن لوگوں کے غیر معمولی ہجوم نے اُن کی توجّہ شمشان بھومی کی طرف مبذول کر دی۔ تھوڑی دیر میں چند سوار باقی فوج سے کٹ کر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے شمشان بھومی کے قریب پہنچ گئے۔

(۷)

لوگوں میں افراتفری مچ گئی، لیکن پروہت نے بلند آواز میں کہا "بیوقوفو! یہ تو ہمارے ملک کے سپاہی ہیں۔ تم بھاگ کیوں رہے ہو؟ چِتا کو اچھی طرح آگ لگا دو" چند اور آدمیوں نے اپنی اپنی مشعلیں چِتا میں پھینک دیں لیکن ہجوم کی توجّہ چِتا کی بجائے آنے والے سپاہیوں کی طرف تھی۔ جب سواروں کا دستہ چِتا کے قریب پہنچا تو آگ کے شعلے نرملا کے قریب پہنچ چکے تھے، لوگ بھاگتے اور چیختے چلّاتے اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ ایک نوجوان گھوڑے سے چھلانگ لگا کر بھاگتا ہوا چِتا کی طرف بڑھا۔ نرملا کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اُٹھا کر چِتا سے باہر لے آیا۔ نرملا بیہوش

تھی۔ نوجوان نے اسے زمین پر لٹا دیا اور اپنا خنجر نکال کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹ دیں۔ اتنی دیر میں باقی سوار گھوڑوں سے اُتر کر نرملا کے گرد جمع ہو گئے نوجوان نے ایک سپاہی سے پانی مانگا اور اس نے گھوڑے کی زین سے اپنی چھاگل اُتار کر پیش کر دی۔

نوجوان نے "نرملا! نرملا!" کہتے ہوئے اس کے مُنہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ نرملا نے ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں اور اس کی نگاہیں نوجوان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ یہ یوسف تھا۔ نرملا کے کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے ایک نحیف سی آواز نکلی "رنبیر! تم آگئے۔ مجھے معلوم تھا کہ موت کے بعد ہم ایک دُوسرے سے ضرور ملیں گے۔"

"تم زندہ ہو نرملا!" یوسف نے اپنے ہاتھ سے اُس کی گردن کو سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

نرملا چند ثانیے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد بے اختیار یوسف کے ساتھ لپٹ گئی اور سسکیاں لیتے ہوئے بولی "وہ ..... وہ مجھے ٹھا کر کے ساتھ ستی کر رہے تھے۔ اب تم مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گے۔ اب میں تمھاری جدائی برداشت نہیں کرسکوں گی۔ اُدھر دیکھو وہ میرے پتا کی چِتا ہے۔ دُنیا میں اب میرا کوئی نہیں۔"

یوسف نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا "میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا نرملا۔"

"میں ایک بیوہ ہوں۔" نرملا یہ کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

یوسف نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا "اس ملک کے نئے رواج میں بیوہ کو قابلِ نفرت نہیں سمجھا جائیگا۔"

"کیا میں سچ مچ زندہ ہوں رنبیر؟ اور یہ بھی ایک خواب نہیں کہ تم یہاں ہو؟"

"یہ خواب نہیں نرملا، اُٹھو ہمارے ساتھ چلو۔"

"کہاں؟"

"آج ہم تمہارے شہر میں قیام کریں گے۔"

نرملا اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اتنی دیر میں باقی فوج جو دو ہزار سواروں پر مشتمل تھی وہاں آ پہنچی۔ اس فوج کا سپہ سالار عبدالواحد تھا۔ وہ گھوڑے سے اُتر کر آگے بڑھا تو یوسف نے کہا۔ "یہ نرملا ہے۔ اسے ستی کیا جا رہا تھا۔"

عبدالواحد نے کہا۔ "خدا کا شکر ہے کہ ہم وقت پر پہنچ گئے۔"

نرملا نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا: "اگر آپ چند گھڑی پہلے پہنچ جاتے تو شاید میرے پتا کی جان بھی بچ جاتی۔"

عبدالواحد کے چند اور سوالات کے جواب میں نرملا نے جے کرشن کی موت کا واقعہ بیان کر دیا۔ نرملا سے اظہارِ افسوس کرنے کے بعد عبدالواحد یوسف کی طرف متوجہ ہوا۔ "ہم آج رات مندھیر میں قیام کریں گے اور علی الصبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ سلطان راستے میں ہمارا انتظار نہیں کریں گے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہم سومنات کی جنگ سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔"

شہر کے لوگ اِدھر اُدھر منتشر ہو چکے تھے۔ لیکن مندر کا پروہت چند سرداروں اور برہمنوں کے ساتھ تھوڑی دُور کھڑا تھا۔ وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اور عبدالواحد کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کون ہو؟" عبدالواحد نے سوال کیا۔

"مہاراج! میں ..... میں اس شہر کا پروہت ہوں۔"

"جاؤ شہر کے لوگوں سے کہو کہ ان کی جان اور مال کو کوئی خطرہ نہیں۔"

"مہاراج! آپ کہاں سے آئے ہیں؟"

"تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔"

پروہت دوبارہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

(۸)

رات کے وقت نرملا محل کے ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک خادمہ نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا: "وہ اُوپر آ رہے ہیں۔"

نرملا نے کہا۔ "انہیں یہیں لے آؤ۔"

خادمہ واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد نرملا کو برآمدے میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور وہ اضطراری حالت میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کسی نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ نرملا نے کہا۔ "آئیے!"

یوسف کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "میں اپنے سالار سے مشورہ کر چکا ہوں، وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ سفر کی تکلیف برداشت کر سکیں تو تیار ہو جائیں ہم پچھلے پہر یہاں سے کوچ کریں گے۔"

نرملا نے یوسف کی طرف دیکھا اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "میں تیار ہوں۔"

یوسف نے کہا۔ "نرملا! اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

"تشریف رکھیے۔" نرملا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اب آپ کو آرام کرنا چاہیے۔" یوسف یہ کہہ کر دروازے کی طرف مُڑا۔

لیکن نرملا نے کہا: "ذرا ٹھہریے میں آپ سے شکنتلا اور روپ وتی کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "شکنتلا بہت خوش ہے اور روپ وتی کی صحت بھی پہلے سے بہت بہتر ہے۔ لیکن اس کے درد کا ہمارے پاس کوئی علاج نہ تھا ہمارے ساتھ آنے پر مصر تھی۔ میں نے بڑی مشکل سے اُسے سمجھایا کہ تم اتنے

لمبے سفر کے قابل نہیں ہو۔ خدا کرے رام ناتھ زندہ ہو ورنہ وہ پاگل ہو جائے گی۔"

نرملا نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں گوبند رام کو اپنے ساتھ لے چلوں۔"

"گوبند رام مجھے ابھی راستے میں ملا تھا اور میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ علی الصباح تیار ہو جائے اور دیکھیے میں نے آپ کی حفاظت کے لیے اس محل پر اپنے آدمیوں کا پہرا بٹھا دیا ہے۔"

نرملا نے جواب دیا۔ "چتا سے زندہ نکلنے کے بعد مجھے موت کا ڈر نہیں رہا۔ کیا میرے لیے اپنے اس مالک کی حفاظت کافی نہیں، جس نے آپ کو میری مدد کے لیے بھیجا تھا؟"

یوسف نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "ہماری رفتار بہت تیز ہو گی اس لیے آپ کو بھی ہمارے ساتھ گھوڑے پر سفر کرنا پڑے گا۔"

نرملا نے جواب دیا۔ "آپ میری فکر نہ کریں، میں آپ کے ساتھ پیدل چلنے کے لیے بھی تیار ہوں۔ اب میرے لیے اس محل میں ایک دن بھی ٹھہرنا ممکن نہیں۔"

"بہت اچھا! اب مجھے اجازت دیجیے۔" یوسف یہ کہہ کر نرملا کے جواب کا انتظار کیے بغیر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اگلی صبح قنوج کے نومسلم رضاکاروں کا لشکر جنوب کا رخ کر رہا تھا۔ نرملا ایک گھوڑے پر سوار تھی، اسے یہ فکر نہ تھی کہ اس کی منزل کہاں ہے۔ اس کے لیے صرف یہی کافی تھا کہ یوسف اس کے ساتھ ہے۔

(۹)

سومنات کے قید خانے میں رام ناتھ کے لیے ہر لمحہ موت سے زیادہ بھیانک تھا بھوک پیاس اور مار پیٹ کی ناقابلِ برداشت اذیتوں کے باوجود وہ پروہت کے

آدمیوں کو اس سوال کا تسلی بخش جواب دے سکا کہ روپ وتی کہاں ہے۔

ابتدا میں وہ یہی سمجھتا تھا کہ روپ وتی پروہت کے قبضے میں ہے۔ چنانچہ جب اسے اذیتیں دی جاتیں تو وہ چلا اٹھتا: "تم میری جان لے سکتے ہو، لیکن اس طرح پروہت کے گناہوں پر پردہ نہیں ڈال سکو گے۔ روپ وتی اگر زندہ ہے تو وہ پروہت کے قبضے میں ہے اور اگر وہ مر چکی ہے تو اسے پروہت نے قتل کیا ہے۔"

لیکن چند ہفتوں کے بعد وہ یہ محسوس کرنے لگا کہ شاید پروہت کو بھی روپ وتی کے متعلق کوئی علم نہ ہو، اور وہ مندھیر میں اس کی آمد کی خبر ملتے ہی روپوش ہو گئی ہو۔

ایک رات پروہت اس کی کوٹھڑی میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ "رام ناتھ! تمہاری ضد بے معنی ہے، اگر روپ وتی کو زمین نہیں نگل گئی تو ہم ایک نہ ایک دن اسے ضرور تلاش کر لیں گے، ویسے بھی ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں، اس ملک کا کوئی آدمی ہمارے خلاف اس کے الزامات نہیں سنے گا۔ لیکن تم ہمیں روپ وتی کا پتہ دے کر اپنی جان بچا سکتے ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم روپ وتی پر کوئی سختی نہیں کریں گے۔"

رام ناتھ نے جواب دیا۔ "تم جانتے ہو کہ میرے پاس تمہارے سوال کا کوئی جواب نہیں، میں روپ وتی کو گھر میں چھوڑ کر گیا تھا اور اس کے بعد جب میں واپس آ رہا تھا تو تمہارے آدمیوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اب میں کیسے یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟"

پروہت نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ "مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ روپ وتی کو تم نے دوبارہ نہیں دیکھا، لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ روپ وتی گھر سے غائب کیسے ہو گئی؟"

رام ناتھ نے کرب انگیز لہجے میں جواب دیا: "کاش مجھے اس بات کا علم ہوتا۔"

پروہت نے کہا: "میں تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلیتا ہوں کہ روپ وتی تمھارے علم کے بغیر کہیں رُوپوش ہوگئی ہے۔ لیکن تمھیں میرے اس سوال کا جواب دینا پڑے گا کہ وہ مندر سے کیسے غائب ہوگئی۔ اگر تم رُوپ وتی کو مندر سے اغوا کرنے والے آدمیوں کا پتہ دے سکو تو میں تمھاری جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

رام ناتھ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا: "تم ان پہریداروں کی موجودگی میں اس سوال کا جواب سُننا پسند نہیں کرو گے۔"

پروہت نے پہریداروں کی طرف اشارہ کیا اور وہ کوٹھڑی سے باہر نکل گئے

رام ناتھ نے کہا: "تم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ جو پجاری کامنی کو سمندر میں پھینکنے گئے تھے وہ واپس کیوں نہیں آئے؟"

چند ثانیے پروہت کے مُنہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ پھر اس نے ڈوبتی ہُوئی آواز میں کہا: "تم اُن کے متعلق جانتے ہو؟"

رام ناتھ نے جواب دیا: "میں ان کے متعلّق یہ جانتا ہوں کہ ان میں سے بعض کامنی کے ساتھ مل گئے تھے اور انھوں نے اپنے ساتھیوں کو سمندر میں پھینک دیا تھا۔"

پروہت چلّایا: "تم جھُوٹ کہتے ہو —— یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ تم ایسی کہانیاں سُنا کر مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔"

رام ناتھ نے کہا: "یہ جھُوٹ نہیں پُجاریوں نے کشتی کو چند کوس دُور لے جا کر آگ لگا دی تھی اور اس کے بعد وہ صبح تک دریا کے کنارے جنگل میں چھپے رہے۔ کامنی کو روپ وتی سے ہمدردی تھی اور اُسے میرے اور رُوپ وتی کے تعلقات کا بھی علم

تھا۔ اگلے دن وہ ایک دیہاتی عورت کا بھیس بدل کر مندر میں داخل ہُوئی اور اُس نے مجھے تمام حالات سے خبردار کردیا۔ میں نے باقی دن اسے کمرے میں چھُپائے رکھا ...رات کے وقت جب نئی دیوی کا جشن منایا جارہا تھا تو کامنی نے تمھارے محل ...ک میری راہنمائی کی۔ وہ مندر کے تمام خُفیہ راستوں سے واقف تھی۔ اس لیے ہم ...ی دِقّت کا سامنا کیے بغیر تمھارے محل میں پہنچ گئے۔ پھر جب تم رُوپ وتی کو ...ے کر وہاں پہنچے تو ہم ایک کوٹھڑی میں چھُپ کر تمھارا انتظار کررہے تھے۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا میں تمھیں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ تمھارے لیے یہی ...ان لینا کافی ہے کہ تمھارے وہ پجاری جنھوں نے کامنی کی جان بچائی تھی تمھارے ...ل کے قریب ماہی گیروں کی ایک کشتی پر ہمارا انتظار کررہے تھے۔ رُوپ وتی کے ...زیوران ماہی گیروں کو خوش کرنے کے لیے کافی تھے۔ ہم دو دن کشتی پر سفر ...رتے رہے پھر ہمیں مالابار کا ایک جہاز مل گیا جو سندھ جارہا تھا اور اس پر سوار ...و گئے۔ راستے میں رُوپ وتی بیمار ہوگئی اور مجھے اس کے ساتھ جہاز سے اُترنا پڑا ...لنے چند دن سفر کرنے کے بعد مندھیر میں پناہ لی۔"

یہ کہانی رام ناتھ کے کئی دن کے غور و فکر کا نتیجہ تھی، لیکن پروہت پر اس کا ...اطر خواہ اثر ہُوا اور اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد سوال کیا: "کامنی اور پجاری ...ہاں ہیں؟"

رام ناتھ نے جواب دیا: "ہم نے انھیں جہاز پر چھوڑ دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ...سندھ پہنچ گئے ہوں گے۔ کامنی کہتی تھی کہ میں محمود غزنوی کے پاس جاؤں گی۔"

...پروہت نے پوچھا: "کامنی اور پُجاریوں کو یہ معلوم تھا کہ تم مندھیر جارہے ہو؟"

"ہاں! میں نے انھیں بتا دیا تھا کہ انہل واڑہ کا مہاراجہ میرا دوست ہے اور ...ے وہاں کوئی خطرہ نہیں۔"

"تمھارا خیال ہے کہ میرے پجاری بھی مسلمانوں کے پاس چلے گئے ہیں؟"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن جہاز پران کے ساتھ سفر کرتے ہوئے مجھے یہ ضرور محسوس ہوا تھا کہ وہ اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہیں۔ وہ سومنات اور سومنات کے پروہت سے نفرت کرتے ہیں۔"

"جہاز کا کپتان کون تھا؟"

"وہ ایک مسلمان تھا لیکن مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔"

پروہت نے قدرے توقف کے بعد کہا "تم جھوٹ بولنے میں بہت ہوشیار ہو لیکن مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ میرے پجاری میرے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتے۔ مجھے معلوم ہے کہ سومنات کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہو رہی ہے اور جب تک مجھے یہ علم نہیں ہوتا کہ اس سازش میں حصّہ لینے والے کون کون ہیں، تم میری قید میں رہو گے۔"

مجھے اب تمھاری قید کا خوف نہیں رہا۔ لیکن میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے صرف اتنا بتا دو کہ رُوپ وتی کہاں ہے اور تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

پروہت نے جواب دیا "اس سوال کا جواب معلوم کرنے سے پہلے تمھیں یہ بتانا پڑے گا کہ اس علاقے میں ہمارے دشمن کے جاسُوس کون ہیں؟"

"میں کسی جاسُوس کو نہیں جانتا۔"

"تم بہت کچھ جانتے ہو اور شاید اپنے نئے گھر میں منتقل ہونے کے بعد تم ہمیں بتانے کے لیے تیار بھی ہو جاؤ۔" پروہت نے یہ کہتے ہوئے پہریداروں کو آواز دی

اور خود کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔

اسی شام رام ناتھ کو قید خانے کی ایک زمین دوز کوٹھڑی میں منتقل کر دیا گیا۔ اس تنگ و تاریک کوٹھڑی میں رام ناتھ کے لیے زندگی ایک نہ ختم ہونے والی رات تھی ——— ہر روز پہریدار آتے اور اس کے لیے کھانا اور پانی رکھ کر چلے جاتے لیکن کسی کو اس سے ہمکلام ہونے کی اجازت نہ تھی۔ دو ماہ بعد ایک دن پہریدار اُسے پروہت کے سامنے لے گئے۔ یہ ملاقات بہت مختصر تھی، پروہت نے اسے سمجھایا کہ اگر تم دشمن کے جاسُوسوں کا پتہ دینے پر آمادہ ہو جاؤ تو ہم تمھیں رہا کر دینگے لیکن رام ناتھ کا پہلا اور آخری جواب یہی تھا کہ میں کسی جاسُوس کو نہیں جانتا۔ اس کے بعد کئی اور مہینے گزر گئے اور رام ناتھ کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اُسے قید کرنے والے اُس کو بھول گئے ہیں۔

اس صبر آزما تنہائی میں رُوپ وتی کی یاد اُس کا آخری سہارا تھی اور یہ یاد اسے مایُوسی کی آندھیوں میں اُمید کے چراغ جلانے پر آمادہ کرتی رہی۔ اسے اس آفتاب کا انتظار تھا جو سومنات کی تاریک فضاؤں کو ایک نئی صبح کا پیغام دینے والا تھا۔ وہ تصوّر میں سومنات کے دروازے پر اس رجلِ عظیم کا خیر مقدم کیا کرتا تھا جس سے رُہت کے کنارے اس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی ❊

آخری معرکہ

جب سلطان محمود کا لشکر دلوادہ کے قریب پہنچا تو اچانک کُہر کے بادل نمودار ہوئے اور فضا میں تاریکی چھا گئی۔ تھوڑی دیر میں تاریکی اس قدر زیادہ ہوگئی کہ لوگ دوپہر کے وقت بھی رات کے پچھلے پہر کا سماں دیکھ رہے تھے۔ سپاہیوں کے لیے چند قدم آگے دیکھنا مشکل تھا، لیکن سلطان نے رُکنا گوارا نہ کیا۔

دلوادہ کے برہمن عوام کو سمجھا رہے تھے کہ یہ سومنات کے دیوتا کی کرامت ہے یہ تاریکی اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ سومنات کے دشمنوں کا ہر قدم انھیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔

شہر کے اکابر یہ اعلان کر رہے تھے کہ ہمیں دشمن کا مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں مکمل تباہی کا سامنا کرنے کے لیے اس کا سومنات پہنچنا ضروری ہے چنانچہ جب سلطان کا لشکر شہر میں داخل ہوا تو اہلِ شہر نے کسی مزاحمت کے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔

دلوادہ میں عبداللہ اور اس کے چند ساتھی سلطان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ان لوگوں سے سومنات کے تازہ حالات معلوم کرنے کے بعد سلطان نے جرنیلوں کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں عبداللہ کے ساتھیوں میں سے ایک

عرب نوجوان بھی شریک ہوا جو سلطان کے اکثر ساتھیوں کے لیے اجنبی تھا۔ سلطان نے اس نوجوان کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتے ہوئے اپنے جرنیلوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”یہ ہمارے نئے ساتھی ہیں اور ان کا نام سلمان ہے۔ تم انھیں سومنات کی جنگ میں اہم ترین محاذ پر دیکھو گے۔“

جب اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو حاضرین کو معلوم ہوا کہ سلطان کی نگاہوں میں اس اجنبی کی قدر و منزلت بلاوجہ نہ تھی۔ سومنات کے قلعے کی مضبوطی اور اس کی فوجی قوت کے متعلق اس کی معلومات حیرت انگیز حد تک مکمل تھیں۔ اجلاس کے اختتام پر سلطان کے جہاندیدہ افسر اُٹھ اُٹھ کر اپنے نئے رفیق کے ساتھ مصافحہ کر رہے تھے۔

اگلے روز دو ہزار نومسلم رضاکاروں کی فوج جو عبدالواحد کی قیادت میں قنوج سے آئی تھی، سلطان کے لشکر سے آملی اور تیسرے دن سلطان نے دلوادہ سے کوچ کیا۔

(۲)

۶ جنوری ۱۰۲۶ء کو جمعرات کا دن تھا اور سلطان محمود کا لشکر اپنے سامنے سومنات کے مندر کے سنہری کلس دیکھ رہا تھا۔ سلطان نے رسد بردار دستوں کو پیچھے چھوڑ کر پیشقدمی کی۔ ہندو اپنی ساری طاقت قلعے کے اندر جمع کر چکے تھے۔ شہر اور مضافات کی بستیاں قریباً خالی ہو چکی تھیں اور سلطان کے ہراول دستوں نے کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر ان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان قلعے کی طرف بڑھا اور دوپہر کے قریب اس کی فوج قلعے سے تھوڑی دُور کھڑی ایک عجیب منظر دیکھ رہی تھی۔

سومنات کے اَن گنت محافظ فصیل پر کھڑے غیر معمولی جوش و خروش سے حملہ آوروں کو للکار رہے تھے۔ کوئی ان کا منہ چڑا رہا تھا اور کوئی گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ کہہ رہا تھا کہ اب تم بچ کر نہیں جا سکتے، سومنات کا دیوتا تم سے اس ملک کے تمام دیوتاؤں کی توہین کا بدلہ لے گا

فصیل کی طرح قلعے کی اندرونی عمارت کی چھتوں پر بھی انسانوں کے ہجوم کھڑے تھے اور قلعے کے وسیع احاطے میں بھی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ اُن گنت انسانوں کی چیخ پکار، ایک آتش فشاں پہاڑ کی آغوش میں اُبلتے اور کھولتے ہوئے لاوے کی گڑگڑاہٹ سے زیادہ مہیب تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس ملک کی تمام آبادی سمٹ کر سومنات کی چار دیواری میں سما گئی ہے۔

سلطان نے اپنے محفوظ دستوں کو حکم دیا کہ باقی لشکر کے گھوڑے پیچھے لے جائیں اس کے بعد اُس نے نہایت اطمینان سے ظہر کی نماز ادا کی۔ بارگاہِ الٰہی سے فتح و نصرت کی دُعا مانگی اور پھر اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بلند آواز میں کہا:

"مجاہدو! یہ ہندوستان کی سرزمین میں کفر اور اسلام کا آخری معرکہ ہے ہم نے سومنات کے ظلمت کدہ میں خدا کی توحید کا پرچم لہرانے کا عہد کیا ہے اور اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ فتح یا شہادت۔ خدا کے بندوں کی سب سے بڑی ڈھال اُن کا ایمان ہے اور اگر تمہارا ایمان متزلزل نہ ہُوا تو ہم اس امتحان سے سُرخرو ہو کر نکلیں گے۔ آؤ ہم عہد کریں کہ کل ہم جمعہ کی نماز سومنات کے قلعے میں ادا کریں گے۔"

فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی سُلطان نے گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کی صفوں میں چکر لگایا اور سالاروں کو ہدایات دینے کے بعد حملے کا حکم دیا۔ آن کی آن میں مسلمانوں کی فوج اُٹھتی ہوئی لہر کی طرح فصیل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اللہ اکبر کے نعروں کے جواب میں قلعے کی طرف سے "مہادیو کی جے" کے نعرے بلند ہونے لگے اور فصیل کے محافظوں نے اندھا دُھند تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حملہ آور بھی تیروں کا جواب تیروں سے دے رہے تھے، لیکن فصیل کے محافظ اپنے مورچوں میں اُن کی نسبت زیادہ محفوظ تھے۔ افغان اور ترک سپاہیوں کے چند دستے اپنی ڈھالوں پر دشمن کے تیر روکتے ہوئے فصیل کے نیچے پہنچ گئے اور انھوں کے کمندوں اور سیڑھیوں کی مدد سے فصیل پر چڑھنے کی

کوشش کی لیکن دشمن نے انھیں فصیل پر پاؤں جمانے کا موقع نہ دیا۔ سلطان محمود دشمن کی تعداد سے باخبر تھا لیکن ان کا یہ جوش و خروش اُس کی توقع سے کہیں زیادہ تھا۔

شام تک مسلمانوں کو متعدد حملوں کے باوجود فصیل کے کسی حصے پر پاؤں جمانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ رات کے وقت سلطان نے اپنے لشکر کو قلعے سے دُور پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ قلعے میں ناقوس اور گھنٹیوں کی صداؤں کے ساتھ "سومنات کی جے" کے نعرے بلند ہو رہے تھے اور مسلمانوں کے پڑاؤ میں عشا کی نماز کی اذان سُنائی دے رہی تھی۔

(۳)

اگلی صبح کا آفتاب سومنات کی دیواروں تلے ایک گھمسان کی جنگ دیکھ رہا تھا۔ سلطان تیروں کی بارش میں کھڑا تھا اور اس کے جانباز جُرأت اور ہمت کے مظاہرے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ فصیل کے محافظ حملہ آوروں پر تیروں اور پتھروں کے علاوہ کھولتا ہُوا تیل ڈال رہے تھے۔ کمندیں ٹوٹ رہی تھیں سیڑھیاں جل رہی تھیں اور فصیل کے نیچے لاشوں کے انبار لگ رہے تھے، لیکن حملہ آوروں کے جوش و خروش میں ہر آن اضافہ ہو رہا تھا۔ مشرق کی طرف سے چند دستوں نے اس شدت سے تیر برسائے کہ فصیل کے محافظ تھوڑی دیر کے لیے مورچوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ چند جانباز بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور انھوں نے سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھنا شروع کر دیا۔ تیر اندازوں نے فصیل کے محافظوں کو سر اُٹھانے کا موقع نہ دیا اور آن کی آن میں پندرہ بیس سپاہیوں نے دشمن کو اِدھر اُدھر ہٹا کر فصیل پر پاؤں جما لیے۔ فصیل کے محافظوں نے جوابی حملہ کیا اور مسلمان اُن کے دباؤ سے سمٹنے لگے۔ لیکن اتنی دیر میں کئی اور سرفروش اُوپر آ گئے۔ انھوں نے ہندوؤں کو ایک بار پھر دائیں اور بائیں طرف دھکیل دیا۔

تھوڑی دیر میں مسلمان فصیل کے ایک بُرج سے نیچے اترنے والی سیڑھی پر قبضہ کرنے

کی کوشش کر رہے تھے اور قلعے کے اندر سے ہندوؤں کا ایک سیلاب اُوپر کی طرف بڑھ رہا
تھا مسلمانوں نے ایک زوردار حملہ کیا اور چند جانباز زینے پر دشمن کی لاشیں روندتے
ہُوئے صحن میں اُتر آئے۔ صحن میں اُن کے دائیں بائیں اور سامنے انسانوں کا ایک
ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر تھا۔ اس سمندر کی موجیں انھیں اپنے آغوش میں لینے کے
لیے آگے بڑھیں، لیکن زینے کے راستے مسلمان اس پہاڑی ندی کی سی تندی اور
تیزی سے آرہے تھے جس کے تمام بند ٹوٹ چکے ہوں۔

تھوڑی دیر میں سینکڑوں مسلمان صحن میں پہنچ گئے اور دشمن کی صفوں پر بے تحاشا
تیر برسانے شروع کر دیے۔ اُدھر فصیل پر چڑھنے والوں کی تعداد میں ہر آن اضافہ ہو رہا تھا۔
اتنے میں سلطان محمود بھی فصیل کے اُوپر چڑھ گیا۔ اس نے عُقابی نگاہ سے صورتِ حال کا
جائزہ لیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ باہر سے چند سیڑھیاں کھینچ کر صحن کی طرف لگا دیں۔
ہندو یہ دیکھ کر آگے بڑھے، لیکن تیروں کی بارش میں ان کی پیش نہ گئی۔ ایک ساعت کے
بعد سلطان کے آٹھ ہزار جانباز قلعے کے صحن میں داخل ہو گئے۔ اس عرصہ میں ترکمانوں کے
چند دستے قلعے کی شمالی دیوار کے کچھ حصّے پر قبضہ کر چکے تھے۔

سلطان نے ایک شدید حملہ کیا اور دشمن کی صفیں روندتا ہُوا مشرقی دروازے
کے قریب جا پہنچا۔ دروازے کی حفاظت کے لیے ہندوؤں کی صفیں دیواروں کی
طرح کھڑی تھیں لیکن مسلمانوں کی خارا شگاف تلواروں کے سامنے ان کی پیش نہ گئی۔
تھوڑی دیر میں لاشوں کے انبار لگ گئے اور مسلمانوں نے دروازہ کھول دیا۔
باہر سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے اور سلطان کی فوج اندر داخل ہونے لگی
لیکن اس کے ساتھ ہی ہندوؤں نے آگے بڑھ کر شدید حملہ کیا اور مشرقی دروازے کے
سامنے ایک بار پھر گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ کبھی مسلمان دشمن کی صفیں روندتے ہوئے چند
قدم آگے نکل جاتے اور کبھی قلعے کے محافظوں کے زوردار حملے انھیں دروازے کی طرف

ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ اس عرصے میں سلطان کے دوسرے سپاہی شمالی دروازہ کھول کر اندر
داخل ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کے دو طرفہ حملے سے ہندوؤں کی صفوں میں افراتفری پھیل
گئی ـــــ تھوڑی دیر بعد شمال اور مشرق کے دروازوں سے قلعے میں داخل ہونے
والے دستے آپس میں مل گئے اور ہندو اُن کے پے در پے حملوں کے باعث مندر
کی طرف سمٹنے لگے قلعے کو مندر کے احاطہ سے جُدا کرنے والی خندق کے سامنے
ہندوؤں کے چند دستے مسلمانوں کے سامنے ڈٹ گئے اور ان کی باقی فوج لکڑی کے
پلوں سے گزر کر مندر میں داخل ہونے لگی، ایک ساعت کے بعد ہندوؤں کے صرف چند دستے
حملہ آوروں کو خندق کے پلوں سے دُور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور باقی فوج مندر کے
احاطہ میں جمع ہو چکی تھی۔ ہندو فوج کے سپہ سالار کے حکم سے تینوں پُل اٹھا دیے گئے۔ مسلمانوں
کو خندق کے آس پاس ہندوؤں کے رہے سہے دستوں کا صفایا کرنے میں دیر نہ لگی۔
لیکن ان کے لیے خندق عبور کر کے مندر میں داخل ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔

قلعے کے وسیع صحن میں ہندوؤں کے منتشر دستے عمارتوں میں پناہ لے چکے تھے۔
اور نماز کا وقت ہو گیا تھا سلطان نے حکم دیا کہ ہم ان عمارتوں پر قبضہ کرنے سے پہلے نماز
جُمعہ ادا کریں گے۔ مؤذن نے شمالی دروازے کے برج پر کھڑے ہو کر اذان دی اور مسلمان
صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے ان کی نماز کا نظارہ عجیب تھا قلعے کی عمارات سے ہندوؤں کے
دستے تیر برسا رہے تھے لیکن مسلمان انتہائی ضبط وسکون سے بارگاہِ الٰہی میں سربسجود تھے۔
۔ نماز کے بعد سلطان نے اپنے جانبازوں کی طرف نگاہ دوڑائی جن کی پیشانیوں پر فتح و
نصرت کی بشارت لکھی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں تشکّر کے آنسو چھلک رہے تھے۔
سلطان نے شہیدوں اور زخمیوں کو قلعے سے باہر لے جانے کے لیے اپنے چند دستے
متعین کر دیے اور باقی دستوں کو قلعے کی عمارات پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ دن کے تیسرے
پہر مسلمان قلعے کی کئی عمارات پر قبضہ کر چکے تھے لیکن اس جنگ کا فیصلہ کُن مرحلہ ابھی

باقی تھا۔ خندق کے پار مندر کے احاطہ میں ہندو سپاہی اور ان کے سردار اپنے مقدس دیوتا کی حفاظت کے لیے آخری دم تک لڑنے کا عہد کر رہے تھے۔

اچانک مندر میں ناقوس اور گھنٹیوں کی صدائیں بلند ہوئیں۔ خندق پر لکڑی کے پل دوبارہ ڈال دیے گئے اور ہندوؤں کا سیلاب ایک بار پھر قلعے کے صحن کی طرف بڑھتے نکلا۔ یہ حملہ جس قدر اچانک تھا اسی قدر شدید تھا۔ تھوڑی دیر ہندو قلعے کے ایک تہائی حصے پر قبضہ جما چکے تھے۔ مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور ہندوؤں کو ایک بار پھر خندق کی طرف سمٹنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ان کی جدوجہد ایک دریا کی طغیانی کے آگے بند باندھنے کے مترادف تھی۔ خندق کے پلوں پر ہندوؤں کا تانتا بندھا ہوا تھا اور مسلمان یہ محسوس کر رہے تھے کہ سومنات کی مٹی ایک نئی فوج کو جنم دے رہی ہے۔

غروب آفتاب کے وقت مسلمان مشرق اور شمال کے دروازوں کی طرف سمٹ رہے تھے۔ شام کی تاریکی پھیلنے لگی تو سلطان نے فوج کو پسپائی کا حکم دیا اور مسلمان ایک منظم طریقے سے لڑتے ہوئے باہر نکل گئے۔

(۴)

رات کو مجلس شوریٰ کا اجلاس برخاست کرنے کے بعد سلطان اپنے خیمے میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر تردد اور پریشانی کے آثار تھے۔ فوج کا ایک افسر خیمے میں داخل ہوا اور اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا "عالی جاہ! سلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔"

"بلاؤ اُسے۔"

افسر دوبارہ سلام کر کے خیمے سے باہر نکل گیا۔ چند ثانیے بعد سلمان خیمے میں داخل ہوا۔ سلطان نے اُس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ

بڑھایا اور کہا "مجھے تمہارا انتظار تھا۔ کہو کیا خبر لائے ہو؟"

سلمان نے جواب دیا "دشمن کے بارہ نئے جہاز جن کے متعلق میں نے آپ کو کل اطلاع دی تھی، سومنات کے قریب لنگر انداز ہو چکے ہیں۔ غروب آفتاب کے بعد میں اپنے جہاز کو اُن جہازوں کے ساتھ ہی دشمن کے بیڑے کے عقب میں لے آیا تھا۔ ابھی تک دشمن ہمارے متعلق بے خبر ہے اگر اسے صبح تک ہمارا پتہ نہ چل گیا تو میں اس کے کئی جہاز تباہ کر سکوں گا۔ سپاہیوں کے علاوہ ان جہازوں کے بیشتر ملاح بھی سومنات کے مندر میں جمع ہو چکے ہیں اور میرے لیے چند جہازوں پر قبضہ کر لینا بھی مشکل نہیں۔ میں اس وقت حملہ کروں گا۔ جب جنگ آخری مرحلہ میں پہنچ چکی ہوگی۔ سمندر کے کنارے دشمن کی سینکڑوں کشتیاں کھڑی ہیں۔ ہماری آخری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ دشمن ان کشتیوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

سلطان نے جواب دیا "میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ میرے سواروں کے محفوظ دستے ساحل کے ساتھ ساتھ دشمن کی کشتیوں کا پیچھا کریں گے۔ بھوک اور پیاس دشمن کو بہت جلد سمندر سے نکلنے پر مجبور کر دے گی۔"

سلمان نے کہا "دشمن ساحل سے مایوس ہو کر شاید آس پاس کے ٹاپوؤں پر پناہ لینے کی کوشش کرے لیکن مجھے امید ہے کہ ان ٹاپوؤں پر فوج اتارنے کے لیے میں آپ کو چند جہاز مہیا کر سکوں گا۔ اب مجھے اجازت دیجیے، مجھے اپنے جہاز پر پہنچنے کے لیے ایک طویل چکر کاٹنا پڑے گا۔"

سلطان نے کہا "میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا کرتا ہوں کل انشاءاللہ سومنات کے مندر میں ہماری ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ!"

خیمے سے چند قدم کے فاصلے پر ایک سپاہی گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا سلمان نے گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سمندر کے کنارے پہنچ

گیا اور گھوڑے سے اُتر کر ایک کشتی پر سوار ہو گیا۔ کشتی بیڑے کی طرف روانہ ہو گئی۔

(۵)

اگلے روز دوپہر سے قبل مسلمان ایک بار پھر قلعے پر قبضہ کر چکے تھے اور مندر کے احاطے کو قلعے سے جدا کرنے والی خندق کے قریب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ خندق کے کنارے ہندوؤں کی صفیں دیواروں کی طرح کھڑی تھیں۔ مسلمانوں کے پے در پے حملوں کے باعث وہ بھاری نقصان اٹھا رہے تھے، لیکن ان نقصانات کو پورا کرنے کے لیے اُن کے پاس آدمیوں کی کمی نہ تھی۔ مندر سے ہر آن اُن کے تازہ دم دستے نمودار ہوتے اور پُل عبور کرنے کے بعد اپنی صفوں کے خلا کو پُر کر دیتے۔

سلطان نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا، اور ہندو اسے فتح سمجھ کر مسرّت کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ کھلے صحن میں پہنچ کر مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور اُن کی صفیں کئی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر ہندوؤں پر ٹوٹ پڑیں۔ اس صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لیے ہندوؤں کے لشکر کو بھی کئی حصّوں میں تقسیم ہونا پڑا۔ اچانک بائیں بازو سے مسلمانوں کے چند دستے دشمن کو پیچھے دھکیلتے ہوئے خندق کے ایک پُل کے قریب جا نکلے۔ ہندو بدحواس ہو کر خندق کی طرف بھاگ نکلے لیکن مسلمانوں نے انھیں دوبارہ منظم ہونے کا موقع نہ دیا۔ انتہائی انتشار کی حالت میں ہندوؤں کی آخری کوشش یہ تھی کہ دشمن کو خندق کے پلوں سے دُور رکھا جائے، لیکن سلطان کے بائیں بازو کے دستوں نے ایک پل پر قبضہ کر لیا اور ہندو باقی دو پُلوں کے راستے مندر کی طرف بھاگنے لگے۔

ایک ساعت کے بعد خندق کے تینوں پُل مسلمانوں کے قبضے میں تھے اور ان کے کئی دستے خندق کے دوسرے کنارے پہنچ چکے تھے۔ باقی فوج قلعے کے صحن میں دشمن کی رہی سہی ٹولیوں کا صفایا کرنے میں مصروف تھی۔

مندر میں کفر و اسلام کی جنگ اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ ہندوؤں کی ٹولیاں سومنات کی مورتی کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں مانگتیں اور پھر ایک نئے جوش و خروش سے مسلمانوں پر حملہ کر دیتیں۔ بیرونی عمارتوں کی گزرگاہوں اور برآمدوں میں لاشوں کے انبار لگانے کے بعد مسلمان اُس کشادہ صحن میں داخل ہوئے جو اونچی حیثیت کے پجاریوں اور داسیوں کے محلات سے گھرا ہوا تھا۔ یہاں ہزاروں ہندو سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ مسلمانوں نے پے در پے حملوں کے بعد انھیں ایک طرف ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ ہندوؤں کے تازہ دم دستے اردگرد کی عمارات کی بالائی منزلوں سے اُتر کر صحن میں اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے جمع ہو رہے تھے لیکن مسلمان بتدریج صحن پر قبضہ کر رہے تھے۔ نصف ساعت کے بعد صحن میں ہزاروں آدمی ڈھیر ہو گئے اور ہندو اردگرد کی عمارات میں پناہ لینے لگے۔

(۶)

دن کے تیسرے پہر مسلمان مندر کے اردگرد کئی عمارات پر قبضہ کر چکے تھے اور ہندو مندر کے وسط میں اس وسیع کمرے کو بچانے کی فکر میں تھے جہاں سومنات کا بُت نصب تھا۔ اس کمرے کے تین اطراف بہت سے کشادہ کمرے سپاہیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کمروں پر قبضہ کرنے کے لیے چند حملے کیے۔ لیکن ہندوؤں نے انھیں پاؤں جمانے کا موقع نہ دیا۔ یہ کمرے سیڑھیوں کے ذریعے زمین دوز کوٹھڑیوں سے ملے ہوئے تھے۔ ہندو سپاہی ان کوٹھڑیوں سے نمودار ہوتے اور اپنے قتل یا زخمی ہونے والے ساتھیوں کی جگہ ڈٹ جاتے۔ پے در پے حملوں کے بعد مسلمانوں نے ایک کمرے پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس سے قبل وہ آہنی دروازہ جو اس کمرے کو وسطی کمرے سے ملاتا تھا بند ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کے چند سپاہی تلواریں سونت کر زمین دوز کوٹھڑیوں کی

طرف اُترنے والے زینے پر کھڑے ہوگئے اور باقی آہنی دروازہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔
دروازہ چند دھکوں کے بعد ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی وسطی کمرے سے ہندوؤں کا ایک نیا حملہ ہُوا۔ فریقین ایک تنگ محاذ پر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو رہے تھے کبھی ہندو مسلمانوں کو دھکیل کر کمرے سے باہر نکال دیتے اور کبھی مسلمان وسطی کمرے کے دروازے تک پہنچ جاتے۔ اس ہاتھا پائی میں مسلمان تلواروں کی جگہ خنجر استعمال کر رہے تھے مندر کا پروہت سومنات کی مورتی کے سامنے کھڑا ہو کر چلّا رہا تھا:

"بہادرو! ہمت سے کام لو، دشمن کی تباہی کا وقت قریب آ رہا ہے۔ ہمارا دیوتا مسلمانوں کو بھسم کرنے سے پہلے تمھاری غیرت کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ آج کے دن اپنے سینوں پر وار کھانے والے بہادر سیدھے سورگ میں جائیں گے۔"

اور ہندو آخری وقت کسی معجزے کی اُمید پر جان کی بازی لگا رہے تھے۔ لیکن ایک شدید حملے کے بعد چند سپاہی وسطی کمرے میں داخل ہو گئے۔ ہندو انھیں پیچھے دھکیلنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مسلمانوں نے دوسری طرف سے ایک اور کمرے پر قبضہ کر کے وسطی کمرے کی طرف کھُلنے والا دُوسرا دروازہ بھی توڑ دیا اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے سومنات کے محافظوں پر ٹوٹ پڑے۔

اب ہندوؤں کے لاتعداد سپاہی زمین دوز پناہ گاہوں اور مکانوں کی چھتوں سے نمودار ہو کر وسطی کمرے کے اس وسیع دروازے کے سامنے جمع ہو رہے تھے جو سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ تھوڑی دیر میں سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ طویل چبوترے پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ سومنات کی مُورتی کے گرد گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور سمندر کے کنارے جمع ہوتے والے ہندو اندر داخل ہونے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

سلطان محمود وسطی کمرے پر یلغار کرنے والے مجاہدوں کے ساتھ تھا۔ اس نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے بلند آواز میں کہا: "سمندر کی طرف بڑھو۔ فتح قریب ہے۔"
آن کی آن میں لشکر کے سالار اپنے اپنے دستوں کو سلطان کا حکم پہنچا چکے تھے اور تھوڑی دیر بعد مسلمانوں کے دستے شمال اور جنوب کی سمتوں سے جگہ جگہ کاٹ کر چبوترے پر حملہ کر رہے تھے۔ ادھر وسطی کمرے میں لڑنے والے مجاہدین نے ایک زوردار حملہ کیا اور ہندوؤں کو مارتے، روندتے اور دھکیلتے ہوئے چبوترے کی طرف لے گئے۔ ہندوؤں نے جوابی حملہ کر کے دوبارہ اپنے دیوتا کے چرنوں تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن مسلمان ان کے سامنے آہنی دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ سمندر کے کنارے اس وسیع چبوترے پر سومنات کی جنگ کا آخری معرکہ شروع ہو چکا تھا مندر کے وسطی کمرے پر قبضہ ہو جانے کے باعث ہندوؤں کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے اور اُن کی چیخیں اپنے دیوتاؤں کی بے بسی کا اعتراف کر رہی تھیں۔ سمندر میں سینکڑوں کشتیاں کھڑی تھیں اور ہندو مسلمانوں کے حملوں سے مغلوب ہو کر افراتفری کی حالت میں سمندر کے کنارے پہنچ کر کشتیوں میں سوار ہونے لگے۔ ساحل سے کچھ دُور سومنات کی جنگ میں حصّہ لینے والے راجوں اور مہاراجوں کے جہاز دکھائی دے رہے تھے۔

اچانک ایک جہاز میں آگ کے شعلے دیکھ کر کشتیوں کے ملّاحوں نے چیخ پکار شروع کر دی اور ہندوؤں کی رہی سہی فوج میں سراسیمگی پھیل گئی۔ وہ چیختے چلّاتے اور بھاگتے ہوئے کشتیوں پر سوار ہونے لگے۔ ہزاروں سپاہی جنھیں کشتیوں میں جگہ نہ ملی سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کشتیوں پر سوار ہو کر فرار ہونے والے ہندو ایک نئی پریشانی کا سامنا کرنے لگے۔ کوئی نامعلوم دشمن تین اور جہازوں میں آگ لگا چکا تھا۔ اور پانچ جہاز جن

پر اُن کے راجاؤں کے جھنڈوں کی بجائے مسلمانوں کے ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔ ساحل سے دُور جا رہے تھے۔ جلتے ہوئے جہازوں کے عقب سے ایک اور جہاز جس پر ہلالی پرچم لہرا رہا تھا نمودار ہوا اور اپنے دائیں بائیں چند اور جہازوں پر آتشیں گولے پھینکتا ہُوا ایک طرف نکل گیا۔ آن کی آن میں دو اور جہازوں کے بادبانوں میں آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ اتنی دیر میں بہت سی کشتیاں جہازوں کے قریب پہنچ چکی تھیں، اور باقی ساحل کے ساتھ ساتھ شمال اور جنوب کا رُخ کر رہی تھیں۔

مندر کی رہی سہی فوج بھاگنے کے راستے مسدود دیکھ کر ہتھیار ڈال چکی تھی۔ راجے، سردار اور پجاری سلطان محمود کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ مندر کے طول و عرض میں ہندوؤں کی پچاس ہزار لاشیں بکھری ہُوئی تھیں۔ پروہت کا کہیں پتہ نہ تھا — سُلطان کے سپاہیوں نے اس کے محل کی تلاشی لی تو وہاں سے سینکڑوں داسیاں برآمد ہوئیں۔ ایک داسی کی زبانی معلوم ہُوا کہ پروہت مندر کی دیوی کو اپنے ساتھ لے کر محل کے ایک کونے کے کمرے میں روپوش ہو گیا تھا۔ اس کمرے کی تلاشی لی گئی لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ جب سپاہی کمرے سے باہر آنے لگے تو انھیں کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ ایک سپاہی نے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ کان لگا دیے اور پھر اچانک اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”اُس دیوار کے پیچھے کوئی کراہ رہا ہے اچھی طرح دیکھو شاید اس جگہ کوئی چور دروازہ ہو۔“ پھر اس نے چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ زنجیر کھینچو۔“ دوسرے سپاہی نے چھت سے لٹکی ہوئی زنجیر کھینچی تو دیوار میں آہستہ آہستہ ایک شگاف نمودار ہونے لگا۔ چور دروازہ کھُل گیا اور سپاہی جلدی سے عقب کی تنگ کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ سومنات کے پروہت کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی اور اس کے قریب ہی مندر کی دیوی جس کے سینے میں خنجر پیوست تھا اپنے آخری سانس پورے کر رہی تھی — اس نے

نحیف آواز میں کہا: ”اب مجھے کسی کا خوف نہیں۔ مَیں نے پروہت کو قتل کر دیا ہے اس کی یہی سزا تھی۔ کاش میں اسے اُسی رات قتل کر دیتی اور یہ مندر تباہی سے بچ جاتا۔ تمھارا بادشاہ کہاں ہے۔ وہ بہت دیر سے آیا۔ اسے بہت پہلے آنا چاہیے تھا ——“ ایک ہندی نومسلم نے اپنے ساتھیوں کو اس کے الفاظ کا مطلب سمجھایا۔ انھوں نے اُسے اٹھا کر باہر نکالا اور کھلے صحن میں لٹا دیا۔ ایک سپاہی فوجی طبیب کو بلانے کے لیے بھاگا، لیکن مندر کی دیوی طبیب کے پہنچنے سے پہلے اپنا سفرِ حیات پورا کر چکی تھی۔

(۷)

رام ناتھ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پڑا ہُوا تھا۔ سومنات کی جنگ کے دوران میں اُس کا کرب انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ پہلے دن وہ اپنی کوٹھڑی سے کان لگا کر مندر کے محافظوں کی چیخ پکار سُنتا رہا۔ جب دروازے سے باہر کسی پہرے دار کے پاؤں کی آہٹ سنائی دیتی تو وہ چلّا اٹھتا: ”بھگوان کے لیے مجھے بتاؤ باہر کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔ کیا مسلمانوں کی فوج آگئی ہے۔ کیا انھوں نے مندر پر حملہ کر دیا ہے؟“ لیکن کوئی اس کی چیخ پکار کی طرف توجہ نہ دیتا۔ اگلے دن ”سومنات کی جے“ کے نعروں کے جواب میں اللہ اکبر کی صدائیں اس کے دل میں مسرت کی دھڑکنیں بیدار کر رہی تھیں۔ پھر جب رات کے وقت مندر کے محافظ مسرت کے نعرے بلند کر رہے تھے تو اس کی اُمیدوں کے چراغ بُجھ چکے تھے۔

جب مندر میں فیصلہ کن معرکہ شروع ہُوا تو رام ناتھ کے دل میں زندگی کے نئے ولولے کروٹیں لینے لگے۔ جنگ کے اختتام پر جب ناقوس اور گھنٹیوں کی صداؤں کے ساتھ سومنات کے پجاریوں کے پرجوش نعرے بھی خاموش ہو گئے

تو اس کے لیے جنگ کے نتیجے کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ لیکن اس کے بعد ہر لحظہ بڑھتا ہُوا سکوت اس کے لیے صبر آزما تھا۔ "کیا مسلمان فتح کے بعد واپس جا رہے ہیں؟ کیا اُن میں سے کسی کے دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ اس تاریک کوٹھڑی میں ایک مظلوم انسان ان کی راہ دیکھ رہا ہے؟ اگر وہ مجھے یہیں چھوڑ کر چلے گئے تو کیا ہوگا؟" دیر تک ان سوالات کا جواب سوچنے کے بعد وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگا "مسلمانو! مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں نے مدّتوں تمھارا انتظار کیا ہے۔ میں نے رو رو کر تمھاری فتح کی دُعائیں مانگی ہیں۔"

لیکن آس پاس اُس کی آواز سُننے والا کوئی نہ تھا۔ کچھ دیر اپنی کوٹھڑی کے دروازے کو دھکّے دینے کے بعد وہ منہ کے بل فرش پر لیٹ گیا اور گڑگڑا کر دُعائیں مانگنے لگا "مسلمانوں کے خدا! میں تیری صداقت پر ایمان لاتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، میری مدد کر۔ تو میرا آخری سہارا ہے۔ اس تاریک کوٹھڑی میں میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ میں اپنی موت سے پہلے صرف ایک بار تیرے سُورج کی چمک تیرے چاند کی روشنی، تیرے ستاروں کی جگمگاہٹ اور تیرے پھولوں کی مسکراہٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں کھُلی فضاؤں میں سانس لینا چاہتا ہوں۔ میں دریاؤں کے کناروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر تیری عظمت کے گیت گانا چاہتا ہوں۔ مسلمانوں کے خدا، میرے خُدا، اور ساری دنیا کے خدا میری مدد کر۔"

دُعا ختم کرنے کے بعد رام ناتھ کچھ دیر بے حس و حرکت پڑا رہا۔ اچانک باہر سے اُسے چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ پھر کوئی یہ کہہ رہا تھا "مہاراج! رام ناتھ اس کوٹھڑی میں ہے۔"

کسی نے تحکمانہ لہجے میں کہا "بہت اچھا! دروازہ کھول دو۔ جلدی کرو!"

پھر رام ناتھ کو دروازے کا تالا کھُلنے کی آہٹ اور بھاری زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ

سنائی دی۔ اس کے بعد کسی نے دھکّا دے کر دروازے کے دونوں کواڑ کھول دیے۔ رام ناتھ کے سامنے قید خانے کے دو محافظ اور سُلطان کی فوج کے چند مشعل بردار سپاہیوں کے درمیان یوسف اور عبدالواحد کھڑے تھے۔ رام ناتھ "رنبیر! رنبیر!" کہتا ہُوا کوٹھڑی سے نکلا اور بے اختیار یوسف سے لپٹ گیا۔ اس نے سسکیاں لیتے ہُوئے کہا "رنبیر! رنبیر! تم آ گئے۔ مجھے یقین تھا کہ قدرت میری مدد کرے گی خدا کے لیے مجھے بتاؤ، رُوپ وتی کہاں ہے؟"

یوسف نے کہا "رُوپ وتی ہمارے گھر میں تمھارا انتظار کر رہی ہے۔"

ایک لمحہ کے لیے رام ناتھ مسرت کے ساتویں آسمان پر تھا۔ اس نے عبدالواحد کی طرف متوجّہ ہو کر کہا۔ "کیا یہ سچ ہے؟"

"ہاں یہ سچ ہے۔" عبدالواحد نے اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا۔

"تو میں اس قید سے آزاد ہونے سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔"

عبدالواحد نے اپنے سپاہیوں اور قید خانے کے محافظوں کو حکم دیا کہ تم اس قید خانے کی تمام کوٹھڑیوں کی تلاشی لے کر قیدیوں کو رہا کر دو۔

(۸)

عصر کی نماز کے بعد سلطان محمود اس کشادہ کمرے میں داخل ہُوا جہاں سومنات کا بڑا بُت نصب تھا۔ اس بت کے ارد گرد کئی چھوٹی چھوٹی مورتیاں نصب تھیں سلطان کے حکم سے ان تمام مُورتیوں کو توڑ دیا گیا لیکن جب بڑے بُت کی باری آئی تو ہندو راجے اور پجاری سلطان کے قدموں میں گر پڑے اور انھوں نے گڑگڑا کر التجا کی کہ اگر آپ اس مُورتی کو چھوڑ دیں تو ہم اس کے وزن کے برابر سونا دینے کے لیے تیار ہیں۔

سلطان کا چہرہ غصے سے تمتا اٹھا اور اس نے جواب دیا: "میں بُت فروش نہیں، بُت شکن کہلانا چاہتا ہوں۔"

سلطان نے دونوں ہاتھوں سے ایک بھاری گرز اٹھایا۔ فضا میں سومنات کے پجاریوں کی چیخیں بلند ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی پتھر کے چند ٹکڑے[1] ادھر اُدھر بکھر گئے۔ سپاہیوں نے سلطان کی تقلید کی اور پے در پے ضربوں سے بُت کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اس کے بعد سلطان کے حکم سے بُت کے گرد ایندھن کا ڈھیر لگا کر آگ لگا دی گئی۔[2]

مندر سے جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، اس کی مالیت دو کروڑ[3] دینار کے برابر تھی۔ اس کے بعد سلطان محمود اپنے پڑاؤ کا رُخ کر رہا تھا۔

---

۱ بعض روایات کے مطابق یہ بُت اندر سے کھوکھلا تھا اور جب اسے توڑا گیا تو اس میں سے بیش قیمت ہیرے اور جواہرات برآمد ہوئے۔ یہ دولت اس دولت سے کہیں زیادہ تھی جو ہندو اس بُت کے عوض پیش کرنا چاہتے تھے۔

۲ یہ بُت چونے کے پتھر کا بنا ہوا تھا اور آگ میں جلنے سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق سلطان نے اس بت کے چند ٹکڑے یادگار کے طور پر غزنی بھیج دیے تھے۔

۳ بعض روایات کے مطابق یہ دولت صرف سلطان کے حصے میں آئی تھی اور یہ اصل مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ تھی۔

جنگ کے بعد

رات کے وقت جب مسلمان پڑاؤ کے قریب شہداء کی لاشیں دفن کر رہے تھے، رام ناتھ اور نرملا ایک خیمے میں بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ رام ناتھ کو اپنی سرگزشت سنانے کے بعد نرملا نے اُسے بتایا کہ میں بھی مسلمان ہو چکی ہوں اور یوسف نے میرے لیے نرملا کی بجائے سعیدہ کا نام پسند کیا ہے۔

رام ناتھ نے کہا: "میں اپنے قید خانے کا دروازہ کھلنے سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ میں نے پہلی بار نماز اس انسان کے پیچھے ادا کی ہے جس نے اس ملک میں کفر کا سب سے بڑا قلعہ مسمار کیا ہے لیکن ابھی تک مجھے اپنا نیا نام دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

نرملا نے کہا: "بھیا مجھے بہت سے مسلمانوں کے نام معلوم ہیں تم ان میں سے کوئی نام پسند کر لو۔"

"اچھا بتاؤ۔"

نرملا نے کئی نام بتا دیے۔ رام نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "مجھے تو عثمان پسند ہے۔"

نرملا نے کہا: "بھیا میں نے ابھی تک آپ کو ایک خوشخبری نہیں سنائی

"وہ کیا؟"

"یوسف نے مجھے بتایا تھا کہ رُوپ وتی بھی مسلمان ہوگئی ہے اس کا نام بھی بہت اچھا ہے لیکن مجھے یاد نہیں رہا۔"

کچھ دیر دونوں خاموش رہے، پھر رام ناتھ نے کہا۔ "بہت دیر ہوگئی، وہ ابھی تک نہیں آئے۔"

نرملا نے کہا۔ "آپ کو نیند آرہی ہے؟ ان کا خیمہ دائیں ہاتھ ہے۔ باہر ان کا نوکر کھڑا ہوگا آپ وہاں جاکر لیٹ جائیں۔"

رام ناتھ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے آج مدت کے بعد نیند آرہی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ، یوسف کے خیمے میں نیم خوابی کی حالت میں لیٹا ہُوا تھا کہ اسے یوسف کی آواز سنائی دی۔ "رام ناتھ سو گئے؟"

"میں ابھی لیٹا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا سو جاؤ۔" یوسف یہ کہہ کر خیمے کے دوسرے کونے میں لیٹ گیا۔

رام ناتھ نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "رنبیر... معاف کیجیے آپ کا نیا نام ابھی تک میری زبان پر نہیں چڑھا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ روپ وتی کا نیا نام کیا ہے؟"

"کیا تمھیں نرملا نے بتا دیا ہے کہ روپ وتی مسلمان ہو چکی ہے؟"

"ہاں! لیکن انھیں اس کا نام یاد نہیں۔"

"روپ وتی کا نیا نام طاہرہ ہے۔"

"طاہرہ طاہرہ۔" رام ناتھ اپنے دل میں یہ نام کئی بار دہرانے کے بعد سو گیا۔

اگلی صبح رام ناتھ گہری نیند سے بیدار ہُوا تو یوسف، عبدالواحد اور سعیدہ اس کے قریب کھڑے تھے۔ رام ناتھ نے اُٹھ کر آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔ "صبح ہوگئی!"

یوسف نے جواب دیا۔ "اب تو دوپہر ہونے والی ہے۔ تم بہت گہری نیند سو رہے تھے۔"

"مجھے مدت کے بعد ایسی نیند نصیب ہوئی ہے۔"

یوسف نے کہا۔ "اسی لیے میں نے تمھیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اب تو سُورج بہت اوپر آچکا ہے۔ جلدی سفر کی تیاری کرو۔ تمھارے ساتھی انتظار کر رہے ہیں۔"

رام ناتھ نے کہا۔ "ہم آج ہی جا رہے ہیں؟"

"تم آج ہی جا رہے ہو اور سعیدہ بھی تمھارے ساتھ جائے گی۔ ہم یہاں سے کنتھ کوٹ تک سلطان کے ہمراہ جائیں گے۔"

رام ناتھ حیرانی اور مسرت کے ملے جلے جذبات سے یوسف کی طرف دیکھنے لگا۔

عبدالواحد نے کہا۔ "ہمارے ڈیڑھ ہزار سپاہی تمھارے ساتھ جا رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد رام ناتھ ان کے ساتھ خیمے سے باہر نکلا تو مدت تک دھوپ نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں چُندھیا رہی تھیں۔ فوج کے سپاہی کُوچ کے لیے تیار کھڑے تھے۔ رام ناتھ اور سعیدہ (نرملا) گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔

(۲)

سومنات کا مندر لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔ متعفن فضا میں گدھوں اور چیلوں کے غول منڈلا رہے تھے۔ سلطان نے قلعے سے چند میل ہٹ کر دریا کے کنارے پڑاؤ ڈال لیا۔ لشکر کے سینکڑوں سپاہی سومنات کی جنگ میں زخمی ہو چکے تھے۔ اور انھیں چند دن آرام کی ضرورت تھی۔ سلطان نے یہاں قریباً دو ہفتے قیام کیا۔ اس عرصے میں مبلغین کی کوششوں سے قرب و جوار کے ہزاروں ہندو مسلمان ہو گئے تھے۔ پندرھویں روز سلطان محمود نے وہاں سے کُوچ کیا۔

سومنات کی تباہی کی خبر سے کاٹھیا واڑ کی ہمسایہ ریاستوں میں غم و غصّہ کی لہر

دوڑ گئی۔ وہ راجے اور سردار جو سلطان کی برق رفتاری کے باعث سومنات کی جنگ میں حصہ لینے سے محروم رہے تھے، آبُو کے راجہ پرم دیوا کے جھنڈے تلے جمع ہو کر کچھ دُور ایرادلی کی پہاڑیوں کے درمیان سلطان کا راستہ روکنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ سلطان کے سامنے اہم ترین مسئلہ ان سینکڑوں زخمیوں کی حفاظت تھا جو ابھی تک کسی جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہ تھے۔ اس کے علاوہ وہ دوبارہ اس مہیب صحرا کو عبور کرنا غیر ضروری سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا رُخ زیادہ تر مغرب کے ساحل کی طرف رکھا۔

ایک دن سلطان کا لشکر ایک ایسے مقام پر جا نکلا جہاں کوسوں تک پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔ سلطان آبو کے راجہ کے لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر تھا اس علاقے میں گھر جانے کے بعد عقب سے دشمن کے حملے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اُس نے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ سلطان کے پیچھے ساری فوج گھٹنے گھٹنے پانی میں کود پڑی۔ نشیب کے اس علاقے کی وسعت سلطان کی توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ سپاہیوں کے گھوڑے کبھی گھٹنوں اور کبھی گردنوں تک پانی میں ڈوب رہے تھے کبھی وہ اپنے سامنے ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹاپو دیکھتے تو سمجھتے کہ کنارا قریب آرہا ہے لیکن تھوڑی دور سطحِ زمین پر چلنے کے بعد انھیں حدِ نگاہ تک پھر پانی ہی پانی نظر آنے لگتا۔

جن مجاہدوں نے سومنات کی طرف یلغار کرتے ہوئے ایک بھیانک ریگستان کے سراب دیکھے تھے۔ وہ اب سمندر میں گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ یہ ان جوانمردوں کا ایک نیا امتحان تھا جو سرزمینِ ہند میں ایک نئی صبح کا پیام لے کر آئے تھے۔ ان کے عزائم بلند اور ان کے حوصلے ناقابلِ شکست تھے۔

دو دن صبر آزما مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد سلطان کا لشکر خشکی پر پہنچ گیا ان گنت مصائب کے باوجود لشکر کے علاوہ باربرداری کے دو لاکھ اونٹوں اور گھوڑوں کا بحفاظت پار پہنچ جانا ایک معجزے سے کم نہ تھا۔ اس کے بعد سلطان نے کنٹھ کوٹ

کا رُخ کیا۔ راجہ بھیم دیو سلطان کی آمد کی خبر سنتے ہی بھاگ گیا اور سلطان نے کسی مزاحمت کے بغیر کنٹھ کوٹ پر قبضہ کر لیا۔ کنٹھ میں سلطان نے دو دن قیام کیا۔ تیسرے روز صبح کی نماز کے بعد عبدالواحد اور اس کے ساتھی سلطان کے لشکر کو الوداع کہنے کے لیے کھڑے تھے۔

رخصت ہوتے وقت سلطان نے یکے بعد دیگرے عبدالواحد، یوسف اور دوسرے نومسلم سرداروں سے کہا ''میں اپنا عہد پورا کر چکا ہوں۔ اس ملک میں ظلم و استبداد کا سب سے بڑا قلعہ مسمار ہو چکا ہے۔ لیکن تمھارے حصے کا بہت سا کام باقی ہے۔

عبدالواحد! یوسف! میں تمھاری آنکھوں میں آنسو دیکھ رہا ہوں۔ تمھیں میری واپسی پر مغموم نہیں ہونا چاہیے۔ شاہراہِ حیات پر میری آخری منزل قریب آ چکی ہے۔ ممکن ہے ہم ایک دوسرے کو دوبارہ نہ دیکھ سکیں لیکن وہ عظیم مقصد جس کی تکمیل کے لیے قدرت نے ہمیں منتخب کیا ہے، ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اللہ کی راہ میں وہ لوگ یقیناً مجھ سے آگے تھے جو سومنات کی دیواروں تلے شہید ہوئے اور تم جیسے نوجوان اُس درخت کا پھل ہیں جسے گمنام مجاہدوں نے اپنے خون سے سینچا ہے انھوں نے ظلم و ستم اور کفر و الحاد کی عمارت کو گرایا ہے، لیکن اس کی جگہ ایک نئی عمارت تعمیر کرنا تمھارا کام ہے۔

میں اس یقین کے ساتھ واپس جا رہا ہوں کہ تم وہ چراغ کبھی نہیں بجھنے دو گے جو شہیدوں نے اپنے خون سے جلائے ہیں۔ تم حق و صداقت کا وہ پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہونے دو گے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں نے بلند کیا ہے۔ خدا حافظ''۔

سلطان گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لشکر روانہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد عبدالواحد

؎ کچھ کا علاقہ عبور کرتے ہوئے سلطان کو ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض

اوراس کے ساتھی اُس قافلے کی آخری جھلک دیکھ رہے تھے، جس کا امیر گزشتہ تیس برس سے شاہ راہِ حیات پر اپنی فتوحات کے پرچم لہرا چکا تھا۔

(۳)

طاہرہ (رُوپ وتی) محل کے ایک کمرے میں عصر کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھی کہ اُسے برآمدے سے زبیدہ کی آواز سُنائی دی۔

"طاہرہ! طاہرہ!"

"کیا ہے بہن؟" طاہرہ نے دُعا ختم کرنے کے بعد دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"طاہرہ وہ آگئے ہیں" زبیدہ نے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

ایک ثانیہ کے لیے زندگی کی تمام دھڑکنیں سمٹ کر طاہرہ کی آنکھوں میں آگئیں۔

روایات کے مطابق سومنات کا ایک پجاری جس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا حلف اٹھایا تھا، سلطان کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس نے سلطان کو راستہ بتانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ سلطان کا لشکر اس شخص کی راہنمائی میں ایک ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ سلطان نے اس سے باز پرس کی تو معلوم ہُوا کہ وہ سومنات کا پجاری ہے اور قصداً مسلمانوں کو غلط راستے پر لے آیا ہے۔ جس پر سلطان کے حکم سے اس شخص کی گردن اڑا دی گئی۔ سلطان کو چند دن اس کٹھن راستے پر سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر وہ اپنی فوج کو تباہی سے بچا کر سندھ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ راستے میں سلطان نے منصورہ پر حملہ کیا۔ منصورہ کے قرمطی حاکم نے شہر سے فرار ہو کر کھجوروں کے ایک جنگل میں پناہ لی۔ سلطان کی

زبیدہ مڑ کر برآمدے کی طرف دیکھتے ہوئے کسی سے مخاطب ہوئی: "آئیے آپ رُک کیوں گئے؟"

طاہرہ اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی، لیکن اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ عثمان (رام ناتھ) دروازے کے سامنے نمودار ہُوا۔ چند ثانیے وہ ایک دوسرے کے سامنے خاموش کھڑے رہے۔ اُن کے ہونٹ کپکپا رہے تھے اور آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

زبیدہ ایک طرف ہٹ گئی۔ عثمان کمرے میں داخل ہُوا "میری روپا! میری طاہرہ! میری زندگی!" اُس نے فرطِ انبساط سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

طاہرہ پیچھے ہٹی اور اچانک قبلہ رُو ہو کر سجدے میں گر پڑی۔ وہ سسکیاں لے رہی تھی اور عثمان بے حس و حرکت اس کے قریب کھڑا تھا۔ جب وہ اٹھی تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ مگر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ "رام ناتھ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔"

فوج نے جنگل کا محاصرہ کر لیا اور اس کے کئی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد سلطان نے دریائے سندھ کے کنارے سفر جاری رکھا۔ اس علاقے میں جاٹوں کے جنگجو قبائل نے سلطان کے لشکر کو کافی نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ اچانک کنارے کی جھاڑیوں اور سرکنڈوں کے جنگل سے نمودار ہوتے اور رسد بردار دستوں پر حملہ کر کے بھاگ جاتے۔

بالآخر سلطان ایک طویل اور صبر آزما سفر کے بعد ۲ اپریل ۱۰۲۶ء کو غزنی پہنچ گیا۔

اگلے سال مارچ کے مہینے میں سلطان نے ان جاٹوں کو سزا دینے کے لیے ملتان کا رُخ کیا۔ ملتان کے قریب دریا کے کنارے پڑاؤ ڈال کر اس نے چودہ سو ایسی کشتیوں کا بیڑا تیار کرایا جن کے دائیں بائیں اور اگلے سرے پر لوہے کی لمبی میخیں لگی ہوئی تھیں۔ ہر کشتی میں بیس بیس

"مجھے معلوم ہے۔ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔"

"بھائی یوسف کہاں ہیں؟"

"وہ چند دن کے بعد آئیں گے۔ تمھاری ایک سہیلی میرے ساتھ آئی ہے۔"

"وہ کون؟"

"سعیدہ!"

"سعیدہ کون ہے؟"

"سعیدہ، نرملا دیوی کا نام ہے۔"

"نرملا! میری بہن، میری محسن، کہاں ہے وہ؟" طاہرہ یہ کہتے ہوئی برآمدے کی طرف بڑھی۔ برابر کے کمرے سے زبیدہ نے آواز دی۔ "طاہرہ! نرملا یہاں ہے"۔ وہ جلدی سے کمرے داخل ہوئی اور بے اختیار آگے بڑھ کر نرملا سے لپٹ گئی۔

(۴)

سومنات کی جنگ کو تین ماہ گزر گئے۔ اس عرصہ میں سعیدہ کی یوسف سے اور طاہرہ کی عثمان کے ساتھ شادی ہوچکی تھی۔ یوسف کی بہن زبیدہ اپنے شوہر

سپاہی تیر کمانوں، ڈھالوں اور آتشیں گولوں سے مسلح موجود تھے۔

جاٹ چار ہزار کشتیوں پر سوار ہوکر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے آئے لیکن سلطان نے عبرتناک شکست دی۔ جاٹوں نے دریا سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی تو دونوں کناروں پر تیر کمان سواروں کے دستے اور ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے تیرانداز ان کی تاک میں تھے جنگ کے بعد جاٹوں کی ہزاروں لاشیں دریا میں بہہ رہی تھیں اور ہزاروں کناروں پر بکھری تھیں۔ اس جنگ کے بعد سلطان کو پھر کبھی ہندوستان آنا نصیب نہ ہُوا۔

عبدالواحد کے ہمراہ قنوج جا چکی تھی۔

ایک دن یوسف کو عبدالواحد کا یہ پیغام ملا کہ تم فوراً قنوج پہنچ جاؤ۔ ایلچی سے دریافت کرنے پر یوسف کو معلوم ہُوا کہ عبدالواحد نے کئی سرداروں اور بااثر لوگوں کو بھی قنوج آنے کی دعوت دی ہے۔ یوسف اور عثمان اسی وقت قاصد کے ہمراہ روانہ ہوگئے اور تیسرے روز دوپہر کے قریب قنوج پہنچ گئے۔

جب وہ عبدالواحد کی قیام گاہ پر پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ اپنے دفتر میں ہے۔ عثمان کو مہمان خانے میں ٹھہرا کر یوسف اپنی بہن سے ملا، اور تھوڑی دیر اُس سے باتیں کرنے کے بعد عثمان کو لے کر عبدالواحد کے دفتر پہنچا۔ عبدالواحد نے اُن کی آمد کی اطلاع ملتے ہی انھیں دفتر میں بلا لیا۔ یوسف اور عثمان مصافحہ کے بعد اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ عبدالواحد نے یوسف سے دریافت کیا۔ "آپ گھر سے ہو کر آئے ہیں؟"

"جی ہاں! زبیدہ نے مجھے نہایت پریشان کن خبر سنائی ہے۔ کیا آپ سچ مچ قنوج چھوڑنے کا ارادہ کرچکے ہیں؟"

"ہاں!" عبدالواحد نے مسکراتے ہُوئے جواب دیا۔

"لیکن کیوں۔ کیا سلطان معظّم یہاں آپ کی کارگزاری سے مطمئن نہیں؟"

عبدالواحد نے جواب دیا۔ "میں نے خود ہی سلطان سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے اب رخصت دی جائے۔ میں اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ وہاں میری زیادہ ضرورت ہے۔ میں نے اپنی باقی زندگی اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف کردی ہے۔ یہ زمین اب خدا کے دین کے لیے ہموار ہوچکی ہے۔ یہاں میرے مقصد کی تکمیل کے لیے وہ درویش خصلت انسان آگئے ہیں، جن کے سینے نورِ ایمان سے منور ہیں۔ اب دلوں کی تسخیر کا کام باقی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ان لوگوں کی نگاہیں تلواروں سے زیادہ موثر ثابت ہوں گی۔ لیکن نگرکوٹ کے دور افتادہ گوشوں میں بھی ایسے لوگوں کی

ضرورت ہے جو اسلام کی تبلیغ کو اپنا مقصدِ حیات بنا چکے ہوں۔ اس شہر میں خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا نعرہ بلند کرنا چاہتا ہوں، جہاں کالی دیوی کے سامنے انسانوں کا بلیدان دیا جاتا تھا۔ میں اس ندی کے کنارے اذانیں دینا چاہتا ہوں، جہاں مجھے آشا کی چیخیں سنائی دی تھیں ——— میں محسوس کرتا ہوں کہ وہاں ہزاروں انسان میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

یوسف نے کہا: "لیکن آپ کی جگہ کون لے گا؟"

عبدالواحد نے جواب دیا: "یہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بہتر کام کر سکتے ہیں اور سلطان نے ان میں سے ایک کو قنوج کا نیا حاکم مقرر کر دیا ہے۔ میں اس سے مطمئن ہوں اور مجھے یقین ہے کہ قنوج کے نو مسلم اور غیر مسلم عوام بھی اس کا خیر مقدم کریں گے۔"

"وہ کون ہے؟"

عبدالواحد نے جواب دیا: "میں پرسوں ایک عام اجلاس میں اس کے نام کا اعلان کروں گا۔"

یوسف نے کہا: "اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اس کا نام دریافت کر سکتا ہوں؟"

"بہت اچھا۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں، لیکن پہلے وعدہ کیجیے کہ آپ اس کی تائید کریں گے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ جس فیصلہ کی آپ تائید کریں گے۔ میں دل و جان سے اس کی حمایت کروں گا۔"

عبدالواحد نے مسکراتے ہوئے یوسف کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دیں اور کہا: "قنوج کا نیا حاکم اس وقت میرے سامنے بیٹھا ہے اور اس کا نام یوسف ہے۔"

یوسف اضطراری حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "نہیں نہیں، میں اس قابل نہیں۔"

عبدالواحد نے میز پر سے ایک مراسلہ اٹھایا اور اٹھ کر یوسف کو پیش کرتے ہوئے

کہا: "یہ سلطان کا حکم نامہ ہے۔ میں نے ان کے استفسار پر ایک ایسے آدمی کا نام پیش کیا تھا جو میری نگاہ میں بہترین ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے بیٹھ جاؤ یوسف۔"

یوسف بیٹھ گیا۔ عبدالواحد کے اصرار پر اس نے کانپتے ہاتھوں سے مراسلہ کھولا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ مراسلہ پڑھنے کے بعد اس نے عبدالواحد کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "آپ نے میرے کندھوں پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا ہے۔"

عبدالواحد نے جواب دیا: "آپ کے کندھے ایک پہاڑ کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔"

(۵)

تیسرے دن قنوج کے سردار، شہر کے عوام اور ہمسایہ ریاستوں کے سفیر قلعے کے وسیع صحن میں جمع تھے اور عبدالواحد ان کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔

"دوستو اور بھائیو! میں نے آپ کو یہ خبر سنانے کے لیے یہاں جمع ہونے کی دعوت دی ہے کہ میں اپنے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا ہوں۔ میں نے سلطانِ معظم سے درخواست کی تھی کہ اپنے وطن جانا چاہتا ہوں اور انھوں نے میری یہ درخواست منظور کر لی ہے۔ جانے سے پہلے آپ کے لیے میرا آخری پیغام یہ ہے کہ اب ہمارے ملک کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہو چکا ہے۔ شمال سے جو گھٹا اٹھی تھی وہ برس چکی ہے۔ اب اس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔ سلطان محمود کو قدرت نے جس مقصد کے لیے منتخب کیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے، وہ نظام جس نے انسانوں کے درمیان نفرت اور حقارت کی دیواریں کھڑی کی تھیں اور جس نے ایک انسان کو چھوت اور دوسرے کو اچھوت بنایا تھا شکست کھا چکا ہے۔ وہ تہذیب جس نے اس ملک کے اونچ ذات انسانوں کو نیچ ذات انسانوں کی ہڈیوں پر عشرت کدے تعمیر کرنے کی اجازت دی تھی، ایک ایسی تہذیب سے مات کھا چکی ہے جس کا

مقصد انسانوں کے درمیان رنگ و نسل کی حد بندیاں توڑنا ہے۔ محمود غزنوی اس ملک میں ایک نئی صبح کا آفتاب بن کر آیا تھا۔ وہ ان کروڑوں انسانوں کی پکار کا جواب تھا جو ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہے تھے۔ اب اُن بتوں کا طلسم ٹوٹ چکا ہے جو انسانوں کو بھیڑوں اور بھیڑیوں کے ٹولوں میں تقسیم کرتے تھے۔ اب اس ملک میں اس تہذیب کے سیلاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جس کی روشنی میں انسان اپنے خون سے نہیں بلکہ اپنے اعمال سے پہچانا جائے گا۔

اس ملک کے باشندو! میں تمھیں خبردار کرتا ہوں کہ وہ انسان جو دوسرے انسانوں کے خون پر پلتے ہیں، تمھیں اس تہذیب کے خلاف اکسائیں گے۔ وہ کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ اس ملک کے بے بس اور نادار انسانوں کو ان کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل ہو۔ وہ تمھیں اُن بتوں کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کریں گے جو انھیں برتری عطا کرتے ہیں لیکن یاد رکھو! انسانوں کے بنائے ہوئے بُت انسانوں کے ہاتھوں ٹوٹتے رہیں گے۔ وہ کسی نئے سومنات کے لیے قلعہ تعمیر کریں تو قدرت کسی اور محمود کو بھیج دے گی۔

قنوج کے سرداروں اور ہمسایہ ریاستوں کے حکمرانوں نے ہمارے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔ میں اس یقین کے ساتھ یہاں سے واپس جا رہا ہوں کہ اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔ ورنہ شمال سے ایک اور طوفان اٹھے گا جو پہلے کی نسبت زیادہ شدید ہوگا۔ اپنے نومسلم بھائیوں سے میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمھاری زندگی کا مقصد جس قدر بلند ہے اسی قدر تمھاری ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ اس ملک میں اسلام کی روشنی پھیلانے کے لیے انتھک کوشش اور بے لوث قربانیوں کی ضرورت ہے۔ تمھاری ملت کے شہیدوں نے اس ملک کی زمین کو اپنے خون سے سیراب کیا ہے، اب ایک نئی پود کو پروان چڑھانا تمھارا کام ہے۔

اختتام پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے قنوج کے حاکم کی حیثیت میں حتی الامکان

اسلام کے ضابطۂ اخلاق کا پابند رہنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے دانستہ طور پر کسی مسلم کے ساتھ بے جا رعایت یا کسی غیر مسلم سے بلا وجہ زیادتی نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود اگر مجھ سے کسی کو کوئی دکھ پہنچا ہو تو میں صدق دل سے معذرت کا طلبگار ہوں۔ اب میں اپنا آخری فرض ادا کرتا ہوں۔ آپ میرے جانشین کا نام سننے کے لیے بیقرار ہوں گے۔ سلطان معظم نے میری درخواست پر یوسف کو تمھارا نیا حاکم مقرر کیا ہے۔ آپ میں سے اکثر اسے رنبیر کے نام سے جانتے ہوں گے۔ ذاتی طور پر میں اُسے اس عہدے کے لیے موزوں ترین آدمی سمجھتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ وہ آپ کا بہترین دوست اور مخلص خادم ثابت ہو اور مجھے قیامت کے دن خدا کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے۔ اب میں آپ کے نئے حاکم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی مسند پر تشریف لائیں۔"

یوسف اُٹھ کر مسند کے قریب گیا اور کچھ دیر ہجوم کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے لڑکھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بھائیو! میں صرف آپ سے اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پوری نیک نیتی سے اپنا فرض ادا کروں گا۔ میں اس ملک میں عدل و انصاف کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دوں گا۔ وہ لوگ جو انسانیت کا بول بالا چاہتے ہیں، انھیں مجھ سے مایوسی نہیں ہوگی اور جو لوگ انسانیت کے دشمن ہیں اُن کے خلاف مجھے آپ سب سے آگے دیکھیں گے۔ مجھے ہر اس شخص کے تعاون کی ضرورت ہے جو قنوج کو امن کا گھر بنانا چاہتا ہے۔ اس وقت میں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔"

(۶)

اگلے روز شہر سے باہر ہزاروں لوگ عبدالواحد کو الوداع کہنے کے لیے کھڑے تھے۔ پچاس ہزار سوار جو نگرکوٹ کے باشندے تھے عبدالواحد کے ہمراہ جانے کے لیے تیار تھے۔ زبیدہ بھی اپنے شوہر کے قریب گھوڑے پر سوار تھی اور یوسف اس کی باگ تھامے کھڑا تھا۔

" بھیّا!" زبیدہ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔" آپ مجھے بھول تو نہیں جائیں گے۔"

یوسف کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُس نے جواب دیا۔" پگلی کہیں کی۔ میں تجھے کیسے بھُول سکتا ہوں۔"

وہ بولی :" میں جانے سے پہلے بھابی سے نہ مل سکی، آپ وعدہ کریں کہ اُن کے ساتھ آپ نگر کوٹ ضرور آئیں گے۔"

میں وعدہ کرتا ہوں، ہم سال میں کم از کم ایک بار ضرور تمھارے پاس آیا کرینگے۔"

پھر زبیدہ نے عثمان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔" آپا اور بہن طاہرہ نہیں آئینگے ہمارے گھر؟"

عثمان نے جواب دیا:" بہن، ضرور آئیں گے۔ ہم بہت جلد گوالیار جا رہے ہیں اور وہاں سے آپ کو ملنے نگر کوٹ آئیں گے۔"

" آپ گوالیار کیوں جا رہے ہیں، بھیّا کے پاس نہیں رہیں گے؟"

" نہیں، اب میں بھی اپنے وطن جانا چاہتا ہوں وہاں میری زندگی کا مقصد بھی اسلام کی تبلیغ ہوگا۔"

عبدالواحد نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔" اب ہمیں اجازت دیجیے۔"

یوسف اور عثمان نے یکے بعد دیگرے اُس کے ساتھ مصافحہ کیا اور عبدالواحد نے قافلے کو کوُچ کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد یوُسف اور عثمان ایک ٹیلے پر کھڑے اس قافلے کی آخری جھلک دیکھ رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ یوسف آہستہ آہستہ یہ الفاظ دُہرا رہا تھا۔" خُدا حافظ، میرے بھائی، میرے رفیق، میرے محُسن اور میرے رہبر خُدا حافظ!"

ایبٹ آباد

۲ مارچ ۱۹۵۳ء